بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢

یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے
(یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کیلئے

کتاب مستطاب

جلد ہفتم

فیضان الرحمٰن

فی تفسیر القرآن

از افاداتِ عالیہ

مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت العلام مجتہد العصر الزمان مدظلہ العالی
آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی

ناشر
مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فیضان الرحمٰن

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد ہفتم

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی دام ظلہٗ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

ڈیزائننگ وسیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال فون:0301-7229417

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2013ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 042-37314311,0321-4481214

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ !مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائید واعانت کا ثمرہ ہے۔

مہربان، رحیم وکریم خالق نے ''انسان'' کو اپنی تمام مخلوقات میں عزت وشرف کے تاج سے مزیّن فرما کر فلکِ نیلگوں کے زیرِ سایہ نعماتِ انواع واقسام سے سرشار، فکری ونظری نشانیوں سے مرصع ایسے قطعۂ ارض پر متمکن فرمایا۔ جہاں ہر روز آفتابِ عالم ظلمات اللّیل کو فاش کرتے ہوئے نجوم وقمر کے تسلط کو دامنِ فلک میں گوشہ نشین کر دیتا ہے اور اپنے فیوضاتِ پُروقار سے ہر ذی روح کے اندر زندگی کی ہلچل کو تیز تر کر دیتا ہے۔

نظامِ شمس وقمر کی ان ضیاؤں سے ہر ذی روح اپنی اپنی استطاعتِ بصارت وبصیرت کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔نباتات اپنی صغیر کلیوں اور حسین پھولوں کے ذریعے شبنم وقمر کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتے ہیں چرند و پرند سورج کی کرنوں سے سینۂ ارض پر غذائی نعمات پا کر مسرور ہوتے ہیں۔درندے تاریکیوں کو جال سمجھ کر اور روشنیوں کو غنیمت جان کر دھرتی پہ جلوہ فگن حُسنِ زندگی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔سورج کی تمازت خیز کرنیں ہوں یا چاند کی دلنشیں شعاعیں، صاحبانِ بصیرت کیلئے تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں سے مستفیض ہونے کی نوید ہیں۔

لہٰذا وہ پاکیزہ نفوس کے حامل اہل بصیرت جو روشنیوں کے منتظر ہوتے ہیں، وہ خوابِ غفلت میں مدہوش گہری نیند نہیں سوتے بلکہ جونہی ظلمات اللیل اٹھتے ہیں، وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔مگر وہ مریض نفوس جنہیں قدرت کی ایسی عظیم نعمتوں سے فیضیاب ہونا ہی نہیں آتا وہ سورج کے اس نورِ بے کراں کے سامنے بے فیض ہو کر اپنے مستقبل سے بے خبر، مایوسیوں کے شکنجے میں مقفس، پردے کی اوٹ میں چادر اُوڑھ

کر معمول کی گہری نیند سو جاتے ہیں۔

''انسان'' جسم وروح سے مرکب، عقل سلیم کے زیور سے آراستہ اپنے اندر صفاتِ جمیلہ وصفات رذیلہ ہر ایک کے ارتقاء کی قوت رکھتا ہے۔ رذائل کا ارتقاء حیوانات سے بھی بدتر درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ صفات جمیلہ کے ارتقاء سے انسان ملائکہ سے بھی افضل قرار پاتا ہے۔ مایوس اور مریض نفوس کی شفایابی کیلئے، صفاتِ رذیلہ کے خاتمے اور صفاتِ جمیلہ کے ارتقاء کیلئے ہمیشہ حکیمِ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ روحانی تسکین اور معرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کیلئے قرآنی آیات پر غور وفکر کرنا، ان کے رموز وحقائق کو سمجھنا اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی گزارنا، آخرت کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

بلاشبہ دنیا کا ہر شخص دوسری زبانوں کے علاوہ اپنے ملک اور اپنی قومی زبان، بلکہ اپنے علاقے کی زبان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان میں علاقائی ذوقِ زبان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور عقائد کی اصلاح اور ان کی پختگی اور اعمال کی اہمیت اور ان کی درستگی کیلئے 10 جلدوں پر مشتمل زیرِ نظر تفسیری مجموعہ ''**فیضان الرحمٰن**'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ تفسیری مجموعہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہٗ العالی کی عظیم مساعی جمیلہ اور شب وروز کی محنت کا ثمرِ نایاب ہے۔ خداوند عالم اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور انہیں طاقت وصحت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اراکین مصباح القرآن ٹرسٹ قبلہ موصوف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ادارہ ھذا کو یہ تفسیری مجموعہ پرنٹ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر فیضان الرحمٰن ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔ اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جلد ہفتم

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ-------------------------------۳۶۶

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آیاتِ القرآن

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى
رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝٢١ يَوْمَ يَرَوْنَ
الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝٢٢
وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝٢٣ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝٢٤ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ
بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝٢٥ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ
وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝٢٦ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝٢٧ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ
اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝٢٨ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ
الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝٢٩ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى
اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝٣٠ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ
الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝٣١ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ
وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝٣٢ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ
تَفْسِيْرًا ۝٣٣ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ
مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝٣٤

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ ہمارے پاس آنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے؟ یا ہم اپنے پروردگار کو ہی دیکھ لیتے۔ انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھا اور سرکشی میں حد سے گزر گئے ہیں (۲۱) یہ لوگ جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے تو اس دن مجرموں کیلئے کوئی بشارت نہیں ہوگی اور وہ کہیں گے پناہ ہے پناہ (یا حرام ہے حرام) (۲۲) اور ہم ان کے ان کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے جو انہوں نے کئے ہوں گے اور انہیں پراگندہ غبار بنادیں گے (۲۳) اس دن بہشت والوں کا ٹھکانہ بہترین ہوگا اور دوپہر کی آرام گاہ بھی عمدہ ہوگی (۲۴) اور جس دن بادل کے ساتھ آسمان شق ہوجائے گا اور فرشتے جوق در جوق اتارے جائیں گے (۲۵) اس دن حقیقی بادشاہی (خدائے) رحمن کی ہوگی اور وہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت ہوگا (۲۶) اور اس دن ظالم (حسرت سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا (اور) کہے گا: کاش! میں نے رسولؐ کے ساتھ (سیدھا) راستہ اختیار کیا ہوتا (۲۷) ہائے میری بدبختی! کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا (۲۸) اس نے نصیحت (یا قرآن) کے میرے پاس آجانے کے بعد مجھے اس کے قبول کرنے سے بہکا دیا اور شیطان تو ہے ہی (مشکل وقت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا (دغاباز) (۲۹) اور رسولؐ کہیں گے اے میرے پروردگار! میری قوم (امت) نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ دیا تھا (۳۰) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے بعض کو دشمن بنایا اور آپ کا پروردگار راہنمائی اور مدد کے لئے کافی ہے (۳۱) اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص پر پورا قرآن یکبارگی کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ ہاں اس طرح اس لئے کیا کہ ہم تمہارے دل کو ثابت وتقویت دیں اور (اسی لئے) اسے عمدہ ترتیب کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا ہے (۳۲) اور یہ لوگ جب بھی کوئی (نیا) اعتراض اٹھاتے ہیں تو ہم اس کا صحیح جواب اور عمدہ تشریح آپ کے سامنے لاتے ہیں (۳۳) وہ لوگ جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے وہ ٹھکانے کے لحاظ سے بدتر اور راستہ کے اعتبار سے گمراہ تر ہیں (۳۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ عتوا ...... یہ عتو سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں تکبر کرنا اور حد سے گزرنا۔

۲۔ حجراً محجوراً ...... جس کا مفہوم پناہ بھی ہے اور حرام حرام بھی یہ ایک محاورہ ہے کہ جاہلیت کے دور میں جب کوئی مصیبت پیش آتی یا دشمن سے حملہ کا اندیشہ ہوتا تو کہتے تھے حجراً محجوراً، پناہ پناہ یعنی ہمیں اس سے پناہ دو۔ بروز قیامت جب یہ لوگ عذاب الٰہی دیکھیں گے تو اپنی عادت کے مطابق یہ فقرہ کہیں گے۔ اور اگر یہ فرشتوں کا کلام تسلیم کیا جائے تو اس کے معنی ہوں کہ حرام حرام ہے یعنی کافر فرشتوں سے جنت میں داخلہ کی التجا کریں گے تو وہ جواب میں کہیں گے حجراً محجوراً۔ یعنی یہ تم پر حرام ہے۔

۳۔ خذولاً ...... جس کے معنی ہیں مشکل وقت میں بے یار و مددگار اور بے سہارا چھوڑنے والا۔

۴۔ ترتیل ...... کے معنی ہیں ترتیب کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا یا ٹھہر ٹھہر کر اتارنا۔

۵۔ مثل ...... کے کئی معنوں میں سے ایک معنی اعتراض کے بھی ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں۔

۶۔ ھباء ...... کے معنی ہیں باریک غبار۔

۷۔ مستقر ...... کے معنی ہیں جائے قرار یعنی مکان۔

۸۔ مقیل ...... کے معنی ہیں قیلولہ کرنے کی جگہ یعنی دوپہر کی آرام گاہ۔

تفسیر الآیات

(۲۱) وقال الذین لا یرجون ... الآیۃ

کفار کے دو ناجائز مطالبات کا تذکرہ

کفار کا تکبر و غرور اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ وہ ایمان لانے کے لئے بڑی عجیب و غریب شرطیں مقرر کرتے تھے۔ منجملہ ان کے دو یہ تھیں کہ:

۱۔ ہمارے پاس فرشتے آئیں جو گواہی دیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ یا پھر خود پروردگار کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں جو آپ کی رسالت کی تصدیق کرے۔ اس قسم کی ایک آیت سورہ اسرا میں ۹۲ پر گزر چکی ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان دو مطالبوں کے پورا کئے بغیر ہمارے

لئے اپنے جیسے ایک آدمی کا کلمہ پڑھنا اور اس کے سامنے سر جھکانا ہماری شان و آن کے خلاف ہے۔

۲۲) یوم یرون الملائکۃ۔۔۔ الآیۃ

مذکورہ بالا مطالبات کا جواب

کفار کے ان احمقانہ مطالبوں کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ ایک ایسا دن ضرور آنے والا ہے جس میں تم فرشتوں کو بچشم خود دیکھو گے اور وہ تمہارے پاس آئیں گے مگر ان کا دیدار بہت مہنگا پڑے گا کیونکہ وہ ان کو کوئی خوشخبری دینے کے لئے نہیں آئیں گے بلکہ مہلت کے ختم ہونے، عذاب الٰہی کے لئے تیار ہونے اور جنت کے ان کے لئے حرام ہونے کی خبر دینے کے لئے آئیں گے۔ یہ تفسیر اس بناء پر ہے کہ حجراً محجوراً کو انہی فرشتوں کا کلام تسلیم کیا جائے۔ اور اگر اسے مجرموں کا کلام مانا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ جب عذاب الٰہی کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے حجراً محجوراً۔ پناہ بخدا۔ یا اللہ پناہ دے۔ یوم یغشاھم العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔ خدا کا عذاب ان کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لے گا۔

ان کے دوسرے مطالبہ ''کہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں''۔ تو اس کے جواب میں خدا کا خاموشی اختیار کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ جس طرح دار دنیا میں خدا کا دیکھنا محال ہے اسی طرح قیامت کے دن بھی اس کا دیدار ناممکن ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر

۲۳) وقدمنا الی ما عملوا۔۔۔ الآیۃ

کفار کے اعمال اکارت جائیں گے

کفار و مشرکین اگرچہ اکثر و بیشتر تو برے عمل ہی کرتے تھے۔ لیکن اگر کبھی کبھار رفاہ عامہ کا کوئی ایسا اچھا کام بھی کر لیتے تھے جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے کام آئے گا تو چونکہ اس کی بنیاد اخلاص و ایمان پر نہیں تھی اس لئے وہ رائیگاں جائے گا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان کے کئے ہوئے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور انہیں پراگندہ غبار کی مانند بنا دیں گے۔ یہ آیت ویسی ہی ہے جیسی سورہ ابراہیم میں نمبر ۱۸ پر گزر چکی ہے۔ مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علی شیءٍ ذالك ھو الضلال البعید (۱۸) جو لوگ اپنے پروردگار کے منکر ہیں ان کے اعمال کی مثال راکھ کے اس ڈھیر کی طرح ہے جسے آندھی کے دن تیز ہوا کا جھونکا اسے اڑا کر لے جائے۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی ان کے قبضہ میں نہ آئے۔ یہی بڑی دور کی گمراہی ہے۔

۲۴)واصحاب الجنۃ یومئذ۔۔۔ الآیۃ

خداوند عالم کا دستور ہے کہ جب کفار ومشرکین کا ذکر کرکے انہیں مذمت کرتا ہے تو وہیں مومنین مخلصین کا ذکر خیر کرکے ان کی مدح وثناء کرتا ہے۔ وہاں شر ہے یہاں خیر ہے۔ وہاں عذاب ہے یہاں ثواب ہے۔ الغرض وہاں جحیم ہے اور یہاں نعیم۔

مخفی نہ رہے کہ یہاں جو اہل بہشت کے قیام گاہ اور آرام گاہ کے تذکرہ میں لفظ ''خیر'' (بہتر) مذکور ہے اس سے جہنمیوں کی قیام گاہ سے تقابل کرنا مقصود نہیں بلکہ جنتیوں کی قیام گاہ اور آرام گاہ کی عمدگی کا بیان کرنا مطلوب ہے۔

۲۵)ویوم تشقق السماء بالغمام۔۔۔ الآیۃ

اس دن سے قیامت کا دن مراد ہے جس میں ریزہ ریزہ ہوکر سارے سیارے اور ستارے اس طرح تحلیل ہوجائیں گے۔ جس طرح سفید غبار ہوتا ہے اور ساری فضا میں بکھر جائیں گے جیسے کوئی بادل یا کہر چھیلا ہوا ہو اس طرح آسمان پھٹ جائے گا کہ ارشاد قدرت ہوتا ہے کہ **اذا الشمس کورت(۱) واذا النجوم انکدرت(۲)**۔ جب سورج کی چادر کو لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے گر پڑیں گے۔ (تکویر۔۱۔۲) ایک اور جگہ ہے۔ **واذا الکوکب انتثرت**۔ کہ جب تارے بکھر جائیں گے۔ گویا یہ اسی غمام کی طرف اشارہ ہے جو ایک اور آیت میں مذکور ہے۔ **ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکہ** الآیۃ۔ اس وقت ملائکہ قطار اندر قطار اتارے جائیں گے جس سے اہل ایمان اور نیکوکار خوش وخرم ہوں گے اور کافرو بدکار پریشان ہوں گے۔

۲۶)الملك یومئذ۔۔۔ الآیۃ

قیامت کے دن خدا کی حقیقی بادشاہی ہوگی

اگرچہ یہاں بھی حقیقی اقتدار اور سلطنت کی اصل باگ ڈور تو خالق کون ومکان کے ہی ہاتھ میں ہے مگر پھر بھی چونکہ مجازی حکومتیں اور لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے کمزور نظر والوں کو وہ حقیقی ہاتھ نظر نہیں آتا۔ اس لئے وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور حقیقی ومجازی میں امتیاز نہیں کرسکتے۔ لیکن قیامت کے دن یہ سب مجازی حکومتیں بالکل ختم ہوجائیں گی اور زمام اقتدار اس خالق الخلق اور مالک الملک کے قبضہ میں ہوگی جو واحد ویکتا بھی ہے اور قہار وجبار بھی۔ جیسا کہ سورہ مومن میں فرماتا ہے **لمن الملك الیوم؟ للہ الواحد القھار** (مومن۔

۱۶)۔آج کس کی بادشاہی ہے؟اس وحدہ یکتا خدا کی جو سب پر غالب ہے۔آج جبار کہاں ہیں؟متکبر کہاں ہیں؟ یہ دن کافروں کے لئے بڑا سخت ہوگا۔

۲۷)ویوم یعض الظالم ... الآیۃ

یہ ہاتھوں کا کاٹنا ندامت کی شدت اور حسرت کی حدت سے کنایہ ہے۔اس دن ظالم ہاتھ بھی کاٹے گا اور دو باتیں بھی کرے گا۔

۱۔ کاش میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔

۲۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔جس نے مجھے گمراہ کیا۔

اس آیت کا اصلی مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کی سراسیمگی

یہاں ظالم سے مراد کون ہے؟ اور فلاں سے کون مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین اسلام میں خاص اختلاف پایا جاتا ہے اگر چہ کئی مفسرین نے جن میں ہمارے فاضل طبرسی بھی داخل ہیں۔یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر اس کے بالمقابل دوسرے اقوال بھی موجود ہیں کہ ظالم سے مراد فلاں ہے اور فلاں سے مراد فلاں ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ بموجب **ابھموا ما ابھمہ اللہ** (یعنی جس چیز کو اللہ مبہم رکھے تو تم بھی اسے مبہم رکھو) جب اللہ نے کسی مصلحت کے تحت نام کی صراحت نہیں کی بلکہ اشارہ وکنایہ کے پردہ میں بات کی ہے؟ تو ہمیں بھی کسی کی پردہ دری نہیں کرنی چاہیے اور اسی طرح اجمال کے پردہ میں کہنا چاہیے کہ یہاں فلاں سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کی اتباع و پیروی کی جائے اور وہ اپنے پیروؤں کو راہ راست سے گمراہ کرے اور انہیں قرآن کی اتباع ،نصیحت کے قبول کرنے اور خدا کی یاد منانے سے غافل کرے یہ الگ بات ہے کہ اس گمراہ کی کیفیت وکمیت کے بدلنے سے گناہ کی سنگینی بھی بدلتی رہتی ہے۔

لہٰذا بقول صاحب فصل الخطاب ’’اس ابہام سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے ہر دور میں کوئی بھی ایسا شخص مراد ہے جس نے کسی کو بھی حق کے قبول کرنے سے روکا ہو اور اپنی باتوں سے اسے گمراہ کیا ہو جس میں سب سے مقدم وہ ہوگا جس نے شروع ہی میں کوئی جملہ ایسا کہہ دیا ہو یا کوئی کاروائی ایسی کردی ہو جو قیامت تک کے ایک بڑے طبقہ کی گمراہی کا سبب بن جائے تو یہ فلاں شخص اس کا مستحق ہوگا کہ قیامت تک ہر گمراہ ہونے والا فلاں کی جگہ اس کا نام لے‘‘(فصل الخطاب ج ۵،ص ۴۷۳ طبع لاہور)

۲۸)وقال الرسول ... الآیۃ

شفیع الامم اپنی امت کی شکایت کرتے ہیں

اس بات میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ یہ شکایت حضرت رسول خداؐ نے اسی دنیا میں کر دی ہے یا قیامت کے دن ہوگی اور آیا قوم سے آپ کی مراد قوم قریش ہے یا اپنی امت؟ اگرچہ بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ شکایت آپ دنیا میں ہی فرما چکے ہیں اور قوم سے مراد قوم قریش ہے جنہوں نے نہ تو قرآن کو مانا اور نہ پیغمبرؐ اسلام کی قدر کو پہچانا۔ اگرچہ تفسیر معصوم موجود نہ ہونے کی وجہ سے جزم و یقین کے ساتھ تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر میرا ذاتی رجحان اس طرف ہے کہ یہاں جس شکوہ کا تذکرہ ہے یہ قیامت کے دن ہوگا اور جن کا شکوہ ہوگا اس سے امت محمد یہ مراد ہے شکوہ وہی کر رہا ہے جو شفاعت کبری کرنے کے منصب پر فائز ہے:

ویل لمن خصمائه شفعاعه

یعنی افسوس ہے اس شخص پر جس کے سفارشی اس کے خلاف فریق بن جائیں۔ حدیث ثقلین (جو صرف معتبر و مستند ہی نہیں بلکہ متواتر بھی ہے) شاہد ہے کہ پیغمبرؐ اسلام اپنے بعد اپنی امت کی رشد و ہدایت کے لئے دو گرانقدر اور نفیس چیزیں چھوڑ گئے ہیں ایک قرآن اور دوسری اپنی عترت اہلبیت۔ اور امت نے ان دونوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ عیاں را چہ بیان کا مصداق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کروند

اسی کا پیغمبرؐ اسلام قیامت کے دن شکوہ کریں گے کہ بارالہا! میری امت نے قرآن کو چھوڑ دیا اسے پس پشت ڈال دیا اور بالکل نظرانداز کر دیا۔ اور میری اہلبیتؑ کو وطن سے بے وطن کر دیا اور انہیں جور و جفا سے شہید کر دیا۔ واضح رہے کہ اس واقعہ کے یقینی الوقوع ہونے کی بناء پر اسے بصیغہ ماضی قال الرسول بیان کیا گیا ہے۔ فلا تغفل

۲۹) و کذلك جعلنا لکل نبی... الآیة

ہر نبی کے لئے بعض مجرمین کو دشمن بنانے کا تذکرہ

قرآن مجید کے ظاہری الفاظ سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ بعض گنہگاروں کو نبی کا دشمن خدا نے بنایا ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تعالیٰ عن ذالك علوا کبیراً۔ بلکہ اس کے دو صحیح مفہوم ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ہمیشہ ایسے لوگ رہے ہیں جن کے منفی کردار اور غلط روش اور رفتار کی وجہ سے خدا انہیں نبی کے دشمنوں سے شمار کرتا رہا ہے۔ (تفسیر بتیان)

۲۔ نبیوں اور رسولوں کو ہمیشہ خدا نے بھیجا اور انہیں ان باتوں کی تبلیغ پر مامور فرمایا جو عام لوگوں کی رفتار طبع کے خلاف تھیں۔ نیز انہوں نے ان لوگوں کو ان کی غلط رسموں اور عادتوں پر ٹوکا۔ اور ان کے معبودان باطل کی مذمت کی جس کی وجہ سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔ تو چونکہ اس دشمنی کا باعث باتیں خدا کے حکم سے تھیں تو گویا اس طرح ان لوگوں کو خدا نے نبیوں کا دشمن بنایا۔ (مجمع البیان)

۳۰) وقال الذین کفروا ... الآیة

قرآن کے تدریجاً نازل ہونے کی حکمتیں

مخالفین کو تو اعتراض کرنے اور نکتہ چینی کرنے کا کوئی بہانہ درکار ہوتا ہے۔ منکرین قرآن جو اعتراضات کیا کرتے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ پورا قرآن، تورات اور انجیل وغیرہ کی طرح یکبارگی کیوں نازل نہیں ہوا یہ تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل ہو رہا ہے؟ کفار کا یہ سوال اور خدائے جبار کا جواب قرآن مجید میں کئی جگہ مذکور ہے یہاں اجمالاً ان حکمتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو قرآن کے تدریجاً نازل کرنے میں کارفرما ہیں۔

۱۔ مشکلات و حالات کے وقت رہنمائی کے لئے وحی کا نازل ہونا پیغمبرؐ اسلام کے لئے ثبات و اطمینان کا باعث ہے جس سے آپ کی ڈھارس بندھتی ہے کہ ہر حال میں مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ آپ کے ساتھ ہے۔

۲۔ اس طرح اس کا حافظہ میں محفوظ کرنا اور لوح قلب پر نقش کرنا آسان ہے۔

۳۔ ہر ہر آیت کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

۴۔ حالات و واقعات کی روشنی میں اس کا مفہوم متعین کرنے میں آسانی ہو۔

۵۔ چونکہ قرآن اسلام کا دستور العمل اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس پر عمل کرنے اور قرآنی نظام کو نافذ کرنے سے ہی فلاح کونین اور نجات دارین وابستہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے نظام کا بالتدریج ہی نافذ کرنا انسب و اولیٰ ہے۔ اس کے برعکس اگر سارا نظام ایک دم نافذ کر دیا جاتا تو عرب جیسی آزاد قوم کے لئے اس کا برداشت کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا۔ ان حکمتوں اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر خدائے علیم و حکیم نے قرآن تدریجاً نازل کیا۔

۳۱) ولا یاتونك بمثل ... الآیة

مثل کے مختلف معنوں میں سے ایک معنی عجیب اعتراض اور انوکھی بات کے بھی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ

اے حبیب! جب بھی یہ لوگ قرآن پر یا آپ کی ذات پر کوئی عجیب اور انوکھا ایراد کریں گے تو ہم اس کا صحیح جواب اور اس کی ایسی تشریح سمجھا دیں گے کہ پھران کو یارائے سخن نہ رہے گا۔ جیسا کہ اس سورہ میں ان کے قرآن وپیغمبرؐ اسلام پر بعض ایرادوں اور ان کے جوابات کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ اس کی آیت ۵ میں ایراد ہے کہ قرآن اساطیر الاولین ہے اس کی آیت ۷ میں پیغمبرؐ اسلام کے کھانا کھانے اور بازاروں میں چلنے پھرنے پر ایراد مذکور ہے اور آیت ۸ میں آپ کو سحر زدہ کہا گیا ہے اور اس آیت ۲۱ میں ملائکہ کے نہ اترنے اور خدا کو دیکھنے کا اعتراض اور آیت ۳۲ میں قرآن کے یکبارگی نہ اترنے کا ایراد موجود ہے اور ان میں ان کے جوابات بھی مذکور ہیں اسی طرح آئندہ بھی وہ ایسی کوئی جسارت کریں گے تو ہمارا جواب باصواب حاضر پائیں گے۔

۳۲) الذین یحشرون علیٰ وجوھھم... الآیۃ

قیامت کے دن لوگوں کا مختلف کیفیت کے ساتھ میدان محشر میں آنا؟

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر واردِ محشر ہوں گے اور بعض پا پیادہ چل کر آئیں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے مونہوں کے بل پر چل کر آئیں گے۔ مجمع البیان میں بحوالہ بخاری درج ہے کہ پیغمبرؐ اسلام سے پوچھا گیا کہ لوگ مونہوں کے بل کس طرح چلیں گے؟ تو فرمایا جو قادر مطلق پاؤں پر چلا سکتا ہے وہ مونہوں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

آیاتُ القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا
اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ
نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا
لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ
ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ
اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝٤٠ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا
الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝٤١ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا
عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝٤٢
اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝٤٣ اَمْ تَحْسَبُ
اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ
سَبِيْلًا ۝٤٤

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اوران کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کوان کا وزیر مقرر کیا (۳۵) اور ہم نے ان سے کہا کہ تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے (جب انہوں نے نہ مانا) تو ہم نے ان کو بالکل ہلاک و برباد کر دیا (۳۶) اور نوحؑ کی قوم کو بھی غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور انہیں لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار رکھا ہے (۳۷) اور (اسی طرح) ہم نے قوم عاد و ثمود اور اصحاب الرس کو ان کے درمیان، بہت سی نسلوں (اور) قوموں کو بھی ہلاک کیا (۳۸) اور ہم نے ہر ایک کے لئے (پہلے برباد ہونے والوں) کی مثالیں بیان کیں اور (آخر کار) ہم نے سب کو نیست و نابود کر دیا (۳۹) اور (یہ لوگ) اس بستی سے گزرے جس پر (پتھروں کی) بڑی بارش برسائی گئی تھی کیا (وہاں سے گزرتے ہوئے) اسے دیکھتے نہیں رہتے بلکہ (دراصل بات یہ ہے کہ) یہ حشر و نشر کی امید نہیں رکھتے (۴۰) اور وہ جب بھی آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہ وہ ہے جسے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (۴۱) وہ تو قریب تھا کہ یہ شخص معبودوں سے ہمیں بہکا دے۔ اگر ہم ان (کی پرستش) پر ثابت قدم نہ رہتے اور عنقریب جب وہ عذاب (الٰہی) کو دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست سے کون زیادہ بھٹکا ہوا ہے (۴۲) (اے رسولؐ) کیا آپ نے وہ

شخص دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش (نفس) کو اپنا خدا بنا رکھا ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں (۴۳) کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں (۴۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ دمر ناهم ......تدمیر کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔

۲۔ رس ......اصحاب الرس یعنی کنویں والے۔

۳۔ قرون ......قرن کی جمع ہے جس کے معنی صدی، نسل اور امت کے ہیں۔

۴۔ تبرنا ......تتبیر کے معنی ہلاک و برباد کرنے کے ہیں۔

۵۔ نشور ......کے معنی ہیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔

۶۔ هواه۔ هوا ......کے معنی ہیں خواہش نفس۔

تفسیر الآیات

۳۳) ولقد اتینا موسیٰ... الآیة

جناب موسیٰ اور فرعون کا قصہ قبل ازیں متعدد مقامات پر گزر چکا ہے۔ بالخصوص سورہ اعراف آیات ۱۰۳ تا ۱۴۵۔ ثم بعثنا من بعدهم موسی بآ یا تنا الی فرعون۔ الآیۃ تاساریکم دار الفاسقین اور سورہ طہٰ آیات ۸ تا ۵۲ وهل اتاك حديث موسیٰ۔ الآیۃ تا لایضل ربی ولا ینسی۔ لہٰذا تفصیلی واقعات کا مطالعہ کرنے کے خواہش مند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔

۳۴) وقوم نوح لما کذبوا... الآیة

جناب نوحؑ اور ان کی قوم کے واقعات بھی قبل ازیں متعدد مقامات پر بیان ہو چکے ہیں۔ جیسے سورہ ہود آیات ۲۵ تا ۴۹، ولقد ارسلنا نوحا الی قومه تا ان العاقبة للمتقين۔ اسی طرح قوم عاد کے حالات سورہ ہود کی آیت ۵۰ تا ۶۰ مذکور ہیں اور ثمود کے واقعات اسی سورہ کی آیت ۶۱ سے ۶۸ تک مذکور ہیں اور اصحاب الرس سے اگر جناب شعیب کی قوم مراد ہے تو ان کے حالات سورہ ہود کی آیت ۸۴ سے لے کر ۹۵ تک

موجود ہیں اور اسی طرح عاد اور اصحاب الرس کے درمیان یا جناب نوح اور اصحاب الرس کے درمیان بہت ساری امتیں اور نسلیں انبیاء کو جھٹلانے کی وجہ سے تباہ و برباد کی جا چکی ہیں۔

اصحاب الرس سے مراد کون لوگ ہیں؟

عربی زبان میں الرس کے معنی پرانے کنویں کے ہیں۔ لہٰذا اصحاب الرس کے معنی ہوں گے پرانے کنویں والے۔ مگر یہ کون سی قوم ہے؟ اس کا واقعہ کیا ہے؟ اس کا نبی کون تھا؟ انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ یہ سب حالات تاریکی میں ہیں مفسرین اسلام نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً

۱۔ یہ کہ اس سے جناب شعیب کی قوم مراد ہے انہوں نے ان کی تکذیب کی اور خدا نے ان پر عذاب نازل کیا۔

۲۔ یہ ایک قوم تھی جن کے نبی کا نام حنظلہ تھا جسے انہوں نے قتل کر دیا اور خدا نے انہیں ہلاک کر دیا۔

۳۔ الرس انطاکیہ میں ایک کنواں تھا وہاں کے لوگوں نے جناب حبیب نجار کو قتل کیا۔

۴۔ یہ ایک قوم تھی جنہوں نے اپنے نبی کو زندہ کنویں میں پھینک دیا اور وہ اس میں بلک بلک کر وفات پا گئے۔ اور خدا نے اس قوم پر عذاب نازل کیا۔

۵۔ یہ ایک قوم تھی جس کی عورتیں مساحقہ کرتی تھیں۔ (مجمع البیان)

مگر ان اقوال میں سے کوئی قول بھی قابل اطمینان نہیں ہے قرآن کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے کہ ہر واقعہ کی جزئیات و تفصیلات اس میں تلاش کی جائیں اور تاریخی کتابوں کی رسائی محدود ہے اور اکثر واقعات تک اس کی نارسائی واضح ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ بہرکیف اگرچہ شرح صدر اور پورے وثوق کے ساتھ قوم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر علل الشرائع اور عیون الاخبار میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے سلسلہ سند سے حضرت امیر علیہ السلام کی طویل روایت درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار ایک تمیمی شخص نے حضرت امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآن میں اصحاب الرس کا ذکر ملتا ہے مگر ان کے حالات نہیں ملتے کہ وہ کون تھے اور کہاں رہتے تھے؟ امام علیہ السلام کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جناب سلیمان بن داؤد کے بعد ایک قوم تھی جو صنوبر کے ایک بڑے درخت کی پرستش کرتی تھی اور اس قوم کی رس نامی ایک نہر بھی تھی جس کے ارد گرد ان کی بارہ بستیاں تھیں اور سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر مہینہ میں ایک بستی کے اندر وہ چند روز جشن مناتے تھے اور وہاں دل کھول کر گناہ و عصیاں کاری کرتے تھے۔ صنوبر پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے تھے ان کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے۔ اور آخر کار صنوبر کو بڑی عاجزی و انکساری سے سجدہ کرتے آخر کار شیطان آتا اور

درخت کی ٹہنیوں کو ہلاتا اور اس کے اندر سے آواز بلند کرتا "انی قد رضیت عنکم عبادی" "میرے بندو میں تم سے راضی ہوں"۔ اس پر وہ خوش ہو جاتے کہ انہیں اپنے رب کی خوشنودی کا پروانہ مل گیا ہے۔ الغرض خدا نے اس قوم کے پاس یہودا ابن یعقوب کی نسل سے ایک نبی بھیجا جس نے اس قوم کو توحید پروردگار کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ صنوبر کا یہ درخت جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور نہ مار سکتا ہے اور نہ جلا سکتا ہے۔ یہ خدا نہیں ہے۔ مگر قوم نے ان کی آواز حق پر کوئی کان نہ دھرا۔ آخر کار نبی نے بد دعا دی اور اس درخت کے برگ و بار خشک ہو گئے۔ اس پر قوم کے دو گروہ بن گئے۔ بعض نے کہا کہ اس شخص نے جادو کیا ہے بعض نے کہا کہ اس شخص کی وجہ سے ہمارا خدا ناراض ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کی خوشنودی کی خاطر اسے سزائے موت دو۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ ایک گہرا کنواں کھودا جائے اور اس کو اس میں زندہ دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور کنویں کے تنگ دھانے پر بھاری بھرکم پتھر رکھ دیئے گئے۔ چنانچہ سارا دن نبی داد و فریاد کرتا رہا اور یہ سنتے رہے یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔ اس کے بعد خدا نے اس طرح ان سے انتقام لیا کہ زمین گرم تانبے کی طرح ہو گئی سروں پر سیاہ رنگ کا ایک بادل چھا گیا جس نے آگ کے انگارے برسائے۔ چنانچہ ان کے بدن اس طرح پگھل گئے جس طرح آگ میں قلعی پگھل جاتی ہے اور اس طرح وہ نشان عبرت بن گئے۔ **نعوذ باللہ من غضبہ و نزول نقمتہ**۔ (علل الشرائع، عیون الاخبار شیخ صدوق)

۳۵) وکلاً ضربنا لہ الامثال ۔۔۔ الآیۃ

خدا کا دستور ہے کہ وہ جب تک حجت تمام نہیں کرتا تب تک عذاب نازل نہیں کرتا۔ چنانچہ فرما رہا ہے کہ ہم نے ان سب ہلاک ہونے والوں کو وعظ و نصیحت کی اور ان سے پہلے ہلاک ہونے والی قوموں کے تذکرے ان کے سامنے پیش کئے تا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور سوچیں کہ اگر انہوں نے انہی قوموں کی طرح کفر و شرک اختیار کیا۔ اور عصیاں کاری کی تو ان کا انجام بھی انہی جیسا ہو گا۔ مگر جب انہوں نے اس سے کوئی سبق نہ لیا تو خدا نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔

۳۶) ولقد اتوا علی القریۃ ۔۔۔ الآیۃ

بالاتفاق اس بستی سے قوم لوط کی بستی مراد ہے جس پر بدترین قسم کی بارش یعنی پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے کہ **فلما جاء امرنا جعلنا عالیہا سافلہا وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل** (ھود۔ ۸۲) جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے الٹ کر اس کے اوپر کے حصے کو نیچے کا بنا دیا اور اس پر کھرنجے دار پتھروں کی بارش برسائی۔ چونکہ اہل حجاز کے تجارتی قافلے شام وغیرہ جاتے ہوئے اس تباہ

شدہ علاقے سے گزرتے تھے اوران کی بربادی کے آثار قدیمہ دیکھتے تھے اس لئے کہا جارہا ہے کہ یہ لوگ اس بستی کے پاس سے گزرتے تو ہیں جس پر بہت بُری بارش برسائی گئی تھی۔کیا انہوں نے اس کا حال نہں دیکھا ہوگا؟ اے کاش! کہ وہ اس عبرت کدہ سے کوئی درس عبرت حاصل کرتے۔

آہ ما اکثر العبر وما اقل الاعتبار؟

۳۷)واذارأوك ان۔۔۔الآية

کفار پیغمبرؐ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں

بچپن سے لے کر چالیس سال کی عمر تک یہ لوگ پیغمبرؐ اسلام کا کردار اوران کی روش ورفتار دیکھ چکے ہیں اورانہیں صادق وامین مان چکے ہیں چندسالوں سے سرزمین مکہ میں پورے خلوص اور ہمدردی خلائق کے جذبہ کے ساتھ ان کی دعوت حق کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں مگر بجائے اس کے کہ تقلیدی مذہب چھوڑ کر تحقیقی مذہب اختیار کرتے اورظلمت،کفر وشرک سے نکل کر اسلام کے بقعہ نور میں داخل ہوتے اس کے برعکس ان کی بدبختی کی انتہا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنے آبائی باطل مسلک پر ڈٹے رہنے کو ثابت قدمی کا اور اپنی قدیمی گمراہی کو ہدایت اور پیغمبر کی تعلیم کردہ رشد و ہدایت کو گمراہی کا نام دے رہے ہیں کہ ''قریب تھا کہ یہ شخص ہمیں اپنے خداؤں سے گمراہ کردیتا اگر ہم ثابت قدم نہ رہتے''۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خرد کا نام جنون رکھ دیا اور جنو ن کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اسے کہتے ہیں: ''الٹا چور کوتوال کوڈانٹے''۔

پھر تضاد بیانی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو آپ کو حقیر سمجھ کر آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دوسری طرف اس کی قوت بیان اور استدلال کی طاقت کا ان الفاظ کے ساتھ اقرار بھی کررہے ہیں کہ اگر ہم اپنے معبودوں کی خدائی پر ڈٹے نہ رہتے تو قریب تھا کہ یہ شخص ہمیں اس سے ہٹادے۔اس تقریر پر تغریر سے ان اکابر کا ایک مقصد اپنے اصاغر کو اس طرح متوجہ کرنا تھا کہ وہ پیغمبرؐ اسلام کی موثر اوردل نشین باتوں کو سن کر اپنے آبائی مذہب کو نہ چھوڑنا بلکہ ان کے قریب بھی نہ جانا اوران کی باتوں پر کان بھی نہ لگانا اوراپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر اڑے رہنا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون۔یعنی قرآن مت سنو اور شور مچاؤ تا کہ غالب آؤ ورنہ تم قرآن واسلام کی صداقت کے دلائل کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا وہ وقت دور نہیں ہے کہ یہ

لوگ جب عذاب الٰہی کا مشاہدہ کریں گے تو معلوم ہوجائے گا کہ کون زیادہ گم کردہ راہ ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس وقت کا معلوم ہونا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ابھی حق کو تلاش کر کے اسے اختیار کیا جائے۔

۳۸) افرأیت من اتخذ ... الآیۃ

خواہش نفس کو معبود بنانے کا مفہوم؟

دنیا کے مختلف ملل و مذاہب اور مختلف عقائد و نظریات رکھنے والی قوموں اور لوگوں میں بظاہر ایسا نہ کوئی مذہب نہیں ہے جو یہ کہے کہ خواہش نفس خدا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا گروہ یا شخص ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خواہش نفسانی خدا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ خواہش کو خدا سمجھنے کا مطلب خواہش کی اتباع اور اس کی پیروی کرنا ہے۔ یعنی ایسا شخص اپنی تمام تر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں یہ نہیں سوچتا کہ خدا اور رسول کا حکم کیا ہے؟ اور ان کی پسند کیا ہے؟ بلکہ وہ ہمیشہ یہ سوچ کر کوئی کام و اقدام کرتا ہے کہ اس کی خواہش کیا ہے اور اس کی پسند کیا ہے؟ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی زبان پر لا الہ ہوتا ہے اور دل میں اور صلاح ہوتی ہے۔ و نعم ما قیل

زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل ؟
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تونے؟

ایسا شخص چوپایوں سے زیادہ گمراہ اس لئے ہے کہ چونکہ چوپایوں میں جذبہ ہے خواہش ہے مگر عقل و خرد نہیں ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ لیکن اگر ایک انسان جو صاحب عقل و خرد ہے وہ بھی جذبات کی رو میں بہہ کر حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز نہ کرے اور خواہش نفس کا غلام بن کر خلاف عقل کام کرے تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ چوپایوں سے زیادہ گمراہ ہے۔

۳۹) ام تحسب ان اکثرھم ... الآیۃ

اکثریت کی حالت زار کا بیان

جو لوگ ہر وقت اپنی کثرت عددی پر فخر و مباہات کیا کرتے ہیں وہ آئیں اور اس قسم کی آیات کی روشنی میں اپنے نظریئے کا جائزہ لیں۔ صرف اسی آیت میں ہی نہیں بلکہ پورے قرآن میں ہر جگہ اکثریت کی مذمت کی گئی ہے کہیں اکثریت کو بے ایمان کہیں ناشکرا کہیں بے عقل اور کہیں اسے بے ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ اکثر الناس لا یومنون اکثر لناس لا یشکرون۔ اکثر الناس لا یعقلون۔ اکثر الناس لا یھتدون۔ یہاں بھی یہی حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟

یعنی ایسانہیں ہے بلکہ حضرت امیر علیہ السلامؑ کے فرمان کے مطابق یمیلون مع کل ناعق ۔جدھر کوا کرتا ہے کاں کاں، یہ ادھر کرتے ہیں ہاں ہاں ۔(نہج البلاغہ)

جس طرح بھیڑ بکریوں کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ ہانکنے والا انہیں بوچڑ خانے کی طرف لے جارہا ہے یا چراگاہ کی طرف پس وہ آنکھیں بند کر کے ہانکنے والے کے اشاروں پر چلتی رہتی ہیں ۔اسی طرح عوام کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ان کا نام نہاد مبلغ اور راہنما انہیں جنت کی طرف لے جارہا ہے یا جہنم کی طرف ۔لیکن بھیڑ بکری کو اس سلسلہ میں اس لئے مجبور و معذور سمجھا جاتا ہے کہ وہ نعمت عقل و شعور سے محروم ہے لیکن انسان صاحب عقل و شعور ہو کر بھی اگر بھیڑ بکری والا کردار پیش کرے اور راہبر و راہزن اور چرواہے اور قصائی میں فرق نہ کرے تو یہ۔

تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۙ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾
وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ
نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۙ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ
اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى
اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۖ﴿۵۱﴾
فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ
الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا
بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ
نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ قُلْ مَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا
مَنْ شَاۗءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْـحَيِّ الَّذِيْ لَا
يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَۨا ۝ الَّذِيْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔــلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا
لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝

ترجمۃ الآیات

کیاتم نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی) طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کیونکر پھیلا یا ہے ؟ اور اگر وہ چاہتا تو اسے (ایک جگہ) ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل راہ بنایا (۴۵) پھر ہم اس (سایہ) کو تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی طرف سمیٹتے جاتے ہیں (۴۶) اور وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ پوش اور نیند کو (باعث) راحت اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا (۴۷) اور وہ وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ اور ہم آسمان سے پاک اور پاک کرنے والا پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ کسی مردہ شہر (غیر آباد) کو زندہ کریں اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پلائیں (۴۹) اور ہم اس (پانی) کو طرح طرح سے لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا (۵۰) اور اگر ہم چاہتے تو ایک ایک بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے (۵۱) (اے نبیؐ) آپ کافروں کی پیروی نہ کریں اور اس (قرآن) کے ذریعہ سے ان سے بڑا جہاد کریں (۵۲) اور وہ وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا ہے یہ شیریں وخوشگوار ہے اور یہ سخت کھاری و تلخ ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل اور مضبوط رکاوٹ بنا دی ہے (۵۳)

اور وہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا اور پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور تمہارا پروردگار بڑی قدرت والا ہے (۵۴) اور وہ (مشرک) اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نفع نہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور کافر تو (ہمیشہ) اپنے پروردگار کے مقابلے میں (مخالفوں) کی پشت پناہی کرتا ہے (۵۵) اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر (۵۶) اور آپ کہہ دیجئے! کہ میں اس (کار رسالت) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اس کے جو چاہے اپنے پروردگار کا راستہ اختیار کرے (۵۷) (اے رسولؐ) آپ اس زندہ (خدا) پر بھروسہ کیجئے جس کے لئے موت نہیں ہے۔ اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے خود کافی ہے (۵۸) وہ خدا جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ (۶) دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر اقتدار قائم کیا۔ وہی (خدائے) رحمن ہے اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھو (۵۹) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ رحمن کیا چیز ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کے بارے میں تم ہمیں حکم دو۔ اور یہ چیز ان کے لئے نفرت میں اور اضافہ کر دیتی ہے (۶۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ سباتا...... کے معنی ہیں سکون و راحت۔

۲۔ نشور ...... کے اصلی معنی تو حیات بعد الموت کے ہیں اور یہاں پر روزی کمانے کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کے ہیں۔

۳۔ اناسی...... انسی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں انسان۔

۴۔ عذب فرات...... فرات کے معنی میٹھا اور خوشگوار کے ہیں۔

۵۔ ملح اجاج...... کے معنی ہیں نمکین اور کڑوا۔

۶۔ نسب...... کے معنی ہیں خونی رشتہ داری۔

۷۔ صہراً ...... کے معنی ہیں سسرالی رشتہ داری۔

۸۔ ظہیر ...... کے معنی ہیں پشت پناہ یعنی مددگار۔

تفسیر الآیات

(۴۰) الم تر الی ربك... الآیة

ظل اور فئے میں باریک فرق کا بیان

اکثر اہل لغت نے ظل اور فئے کو مترادف وہم معنی قرار دیا ہے۔ اور بعض نے ظل کو عام اور فئے کو خاص قرار دیا ہے اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ صبح کے وقت کے سایہ کو ظل اور دو پہر کے کے بعد والے سایہ کو فئے کہا جاتا ہے۔ بہر حال محسن حقیقی یہاں اپنی قدرت کاملہ کی بعض کرشمہ سازیوں اور قانون طبیعت کی بعض کرم نوازیاں بیان فرما رہا ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد چیزوں کا سایہ مغرب کی جانب پھیلا ہوا ہوتا ہے اور جوں جوں سورج بلند ہوتا ہے تو سایہ گھٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ دو پہر کے وقت بالکل گھٹ جاتا ہے اور دو پہر کے بعد مشرق کی جانب بڑھنے لگتا ہے حتیٰ کہ مغرب کے وقت بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ باری تعالیٰ کے ارادہ ومشیت کے تحت ہو رہا ہے۔ محض طبیعت اور نیچر کے تحت نہیں ہو رہا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ الدنیا ظل زائل۔ کہ دنیا ہو یا دنیا کی زندگی، دنیا کا مال ومنال ہو یا اس کا جاہ وجلال سب سایہ کی طرح فانی ہے۔ جس پر بھروسہ کرنا ایک عقلمند آدمی کا کام نہیں ہے۔

(۴۱) ثم جعلنا الشمس... الآیة

یعنی آفتاب کے طلوع اور اس کی بلندی کے سایہ کو بڑھنے اور گھٹنے کو ظاہری علامت قرار دیا ہے اگر وہ چاہتا تو اس چیز کو جس کی حرکت سے سایہ بڑھتا گھٹتا ہے ایک جگہ ٹھہرا دیتا تو پھر سایہ نہ بڑھتا نہ گھٹتا بلکہ ایک ہی حالت پر ٹھہر جاتا۔

(۴۲) الذی جعل لکم اللیل لباسا... الآیة

شب وروز کے بنانے کی حکمت کا تذکرہ

اس آیت میں خالق حکیم شب وروز کی تخلیق کی حکمت ومصلحت بیان فرما رہا ہے کہ اگر ہمیشہ رات ہوتی تو انسانی زندگی کے ساتھ حیوانی ونباتاتی زندگی کا بھی خاتمہ ہو جاتا اور لوگ سوسو کر ختم ہو جاتے اور اگر ہمیشہ دن ہی رہتا تو ایک تو لوگ کام کر کے مرمٹ جاتے اور دوسرا سورج کی تمازت چیزوں کو جلا دیتی اور رات کو برودت نہ

ہوتی تو چیزوں کی قوت روئیدگی ختم ہوجاتی۔ لہٰذا حکیم مطلق نے رات کو لباس یعنی پردہ پوش بنایا، نیند کو سکون و راحت کا ذریعہ قرار دیا اور دن کو روزی کمانے اور کھانے کا وسیلہ ٹھہرایا۔ سورہ قصص کی آیت ۷۳۔ گویا اس آیت کی تفسیر ہے جس میں خدا فرماتا ہے ومن رحمته جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه ولتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون۔ خدا نے اپنی خاص رحمت سے تمہارے لئے شب وروز بنائے تا کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

۴۳) وهو الذى ارسل الرياح... الآية

باران رحمت کے فوائد کا ایک شمہ

یہاں باران رحمت کے برکات کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اس کے برسنے سے پہلے ہم ٹھنڈی ہوائیں چلاتے ہیں جو باران رحمت کے برسنے کی بشارت ہوتی ہیں۔ پھر وہ بارش برساتے ہیں جس کے تین فائدے ہیں:

۱) وہ پانی طہور ہے جو خود پاک ہے اور دوسری نجس چیزوں کو پاک کرنے والا ہے۔

۲) اس سے مردہ شہروں اور مردہ زمینوں کو زندہ کرتے ہیں یہاں لفظ ''بلدہ'' استعمال ہوئی ہے اور سورہ اعراف آیت ۵۶ میں لفظ ''بلد'' موجود ہے۔ سقناه لبلد ميت اور کئی جگہ احيينا به الارض بعد موتها وارد ہے مطلب یہ ہے جہاں پہلے خاک اڑ رہی ہوتی ہے وہاں بارش برسنے کے بعد کھیت لہلاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور زمین سونا اگلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

۳) اور پھر یہ پانی بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پلاتے ہیں اور ان کو سیراب کرتے ہیں۔

۴۴) ولقد صرفناه بينهم... الآية

صرفناه کی ضمیر میں اختلاف ہے کہ اس کا مرجع کیا ہے؟ اکثر نے اس کا مرجع پانی کو قرار دیا ہے کہ ہم طرح طرح سے اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے رہتے ہیں کہ آج یہاں بارش برس رہی ہے اور کل وہاں۔ اگر ہمیشہ ایک ہی جگہ برستی تو لوگ پانی کی کثرت سے ڈوب کر مرجاتے اور اگر کسی جگہ کبھی نہ برستی تو وہاں کے لوگ شدت پیاس سے بلک بلک کر ہلاک ہوجاتے۔

اور بعض نے اس کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے بنا بریں اس کی تفسیر وہ آیت ہے جو سورہ اسراء کی آیت ۴۱ میں مذکور ہے ولقد صرفنا فی هذا القرآن ليذكروا وما يزيدهم الا نفوراً۔ ہم نے اس

قرآن میں طرح طرح سے (حقیقت) بیان کی تا کہ کسی طرح لوگ سمجھیں مگر ان کی تو نفرت ہی بڑھ رہی ہے۔

۴۵)ولو شئنا لبعثنا... الآیة

خدا نے بہت سے انبیاء کا کام صرف خاتم الانبیاء سے لیا

پیغمبر اسلامؐ کی آمد سے پہلے خداوند عالم ہر امت میں ایک ایک رسول بھیجا کرتا تھا **ولکل امة رسول** (یونس۔ ۴۷) لیکن خاتم الانبیاء کی تشریف آوری کے بعد خدا نے باب نبوت پر تالا لگا دیا۔ اب آفتاب قیامت کے سورج کے طلوع ہونے تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ سید الانبیاء بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی۔ اور آپ ابد الاباد تک تمام عالم انسانیت کے پیغمبر ہیں۔ یہ آنحضرتؐ پر خدا کے خصوصی فضل و کرم کا اظہار ہے کہ وہ جو کام صرف آپ کی ذات سے ہو رہا ہے۔ وہ کام وہ بہت سے انبیاء سے بھی لے سکتا تھا لہٰذا اس نے آپ کو بہت سے انبیاء کے فرائض کا ذمہ دار ٹھہرایا تا کہ جہاں آپ کی قدر و منزلت اجاگر ہو وہاں آپ کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہو۔

۴۶)فلا تطع الکافرین... الآیة

جہاد بالقرآن کا حکم

یہاں خطاب حضرت رسولؐ خدا کو ہے کہ کافروں کی اطاعت نہ کریں مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس ممانعت سے پہلے اس اطاعت کا کوئی امکان تھا ہرگز نہیں۔ قاعدہ ہے کہ کسی چیز کی قباحت ظاہر کرنے کے لئے مخاطب کو اس کام کرنے سے بھی منع کیا جاتا ہے اگرچہ یقین ہو کہ مخاطب یہ کام نہیں کرے گا۔ (تفسیر کاشف)

اور یہاں **جاھدھم بہ** میں اس ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ چونکہ یہ سورہ مکی ہے اور جہاد بالسیف کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔ لہٰذا یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ کافروں کی بات نہ مانیں اور جہاد باللسان جاری رکھیں۔ اور قرآنی تعلیمات برابر لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔ اور دلائل کے ساتھ باطل کو رد اور حق کا اثبات کرتے رہیں۔ اور یہی وہ جہاد ہے جو ورثہ انبیاء یعنی علماء کرام کا کام ہے۔

۴۷)وھو الذی مرج البحرین... الآیة

قادر مطلق کی قدرت کاملہ کی ایک کرشمہ سازی

یہ بات عجائبات قدرت میں سے ایک عجیب بات ہے کہ دو قسم کے مختلف الذائقہ پانی برابر برابر رواں دواں ہیں ایک انتہائی میٹھا اور خوشگوار ہے اور دوسرا انتہائی نمکین اور تلخ ہے۔ مگر مخلوط نہیں ہوتے۔ نہ میٹھا پانی

کھاری میں مل کراس کی نمکینی میں کمی کرتا ہے اور نہ کھاری پانی میٹھے میں شامل ہوکراس کی شیرینی متاثر کرتا ہے۔ قدرت مطلقہ نے اپنی قدرت سے ایک غیر مرئی رکاوٹ کھڑی کردی ہے جسے ''برزخ'' اور ''حجراً محجوراً'' کہا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ کوئی مادی رکاوٹ نہیں بلکہ قانون قدرت اور حکم خداوندی کی رکاوٹ ہے۔

ایک مفید حکایت

بعض کتب میں مذکور ہے کہ ایک عالم نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ دہریوں اور ملحدوں کے مقابلہ میں مجھ پر ایسی دلیل کا القا فرما جس میں کوئی فلسفی تشکیک جاری نہ ہوسکے۔ وہ عالم یہ دعا کر کے سوگیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان۔(رحمن) طبیعت اور نیچر کے پرستار بتائیں کہ جب پانی کی طبیعت کا تقاضا تو اتصال وامتزاج ہے تو کونسی چیز ہے جو آب شیریں کو آب شور کے ساتھ مل جانے سے مانع ہے آیا وہ قدرت ربانیہ اور مشیت الٰہیہ کے سوا کوئی چیز ہوسکتی ہے (احسن الفوائد)

۴۸)وهو الذى خلق من الماء... الآية

انسان نسبی وسببی رشتوں کا مرکز ہے

یہ قادر وقیوم خدا کا نظام قدرت ہے کہ اس نے ابتدائے آفرینش کائنات سے انسان کو نسبی وسببی رشتوں کا مرکز بنایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ عقد وازدواج اور توالد وتناسل قانون فطرت کے عین مطابق اور اس کی خلاف ورزی رہبانیت ہے۔ لا رهبانية فى الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔پیغمبرؐ اسلام کا ارشاد ہے النكاح من سنتى و من رغب عن سنتى فليس منى۔نکاح وبیاہ میری سنت ہے اور جو اس سے روگردانی کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔مروی ہے کہ نسباً سے مراد حضرت رسولؐ خدا ہیں اور صھراً سے مراد حضرت علی ہیں۔(مجمع البیان وصافی)

۴۹)ويعبدون من دون الله... الآية

یہ آیت سورہ یونس میں ۱۸ پر گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے۔کافر اپنے پروردگار کے مقابلے میں پشت پناہ ہے یعنی چونکہ وہ اپنے جیسے کافروں اور خدا اور رسول کے منکروں کی اطاعت کرتا ہے جو خدا کے دشمن ہیں اس لئے وہ خدا کے مقابلے میں پشت پناہ ہے۔

اسی بناء پر رسولؐ خدا کا ارشاد ہے من اعان ظالماً وهو يعلم انه ظالم فقد برى من

الاسلام ۔جوشخص کسی ظالم کی یہ جانتے ہوئے امداد کرے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے بری الذمہ ہوجاتا ہے ۔(تفسیر کاشف)

۵۰)وما ارسلنك الا۔۔۔ الآیة

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ سورہ اسراء میں آیت ۱۰۵ میں گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مطلب وہی ہے جو ما علی الرسول الا البلاغ۔کا ہے کہ دعوت حق دنیا اور تبلیغ دین کرنا نبی کا کام ہے زبردستی لوگوں سے منوانا اور راہ راست پر لانا اس کا کام نہیں ہے۔

۵۱)قل ما اسئلکم علیہ۔۔۔ الآیة

پیغمبر اسلامؐ نے جو اجر مانگا ہے وہ ہمارے فائدہ کے لئے ہے

کسی نبی نے بھی تبلیغ نبوت پر اپنی امت سے اجرت طلب نہیں کی۔بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ ان اجری الا علی اللہ پیغمبر اسلام نے فرمایا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔مگر قرابتداروں کی محبت۔یہاں فرمایا میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت اہلبیتؑ خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔اسی وجہ سے اور جگہ ارشاد رسالت ہے: ما سالتکم من اجرٍ فھو لکم۔(سبا۔۴۷)میں نے تم سے جو کچھ اجر مانگا ہے وہ تمہارے ہی (فائدہ) کے لئے ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ آدمؑ سے خاتم تک کبھی کسی نبی نے لوگوں سے کوئی ایسی اجرت نہیں مانگی جس کا فائدہ نبی کی ذات کو ہو۔اس سے بڑھ کر ان ذوات مقدسہ کے خلوص اور بے غرضی کی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟

۵۲)وتوکل علی الحی۔۔۔ الآیة

جب کوئی بندہ کسی بندہ پر بھروسہ کرتا ہے تو یہ خطرہ ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے کہ اگر وہ بندہ مر گیا تو پھر میرا سہارا کون ہوگا۔مگر جو بندہ خدا پر بھروسہ کرتا ہے اسے کبھی یہ اندیشہ نہیں ہوتا۔کیونکہ اس نے اس ذات پر بھروسہ کیا ہے جسے موت تو کیا نیند بھی نہیں آتی بلکہ اونگھ بھی نہیں آتی اور وہ کبھی اپنے او پر اعتماد کرنے والوں کے اعتماد کو ٹھیس نہیں لگاتا۔وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔

۵۳)الذی خلق سبع سموات۔۔۔ الآیة

یہ آیت قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۵۴ نیز سورہ ہود آیت ۷ میں گزر چکی ہے۔اور وہیں چھ دن میں

آسمان وزمین کی خلقت کا مفہوم اور استواء علی العرش کے معنی کی پوری تحقیق گزر چکی ہے۔لہٰذا اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے قارئین کرام ان حقائق کو سمجھنے کے لئے سورہ اعراف کے مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔

۵۴)واذا قیل لھم اسجدوا۔۔۔الآیۃ

یہ آیت بھی قبل ازیں گزر چکی ہے بہرحال دور جہالت کے لوگ لفظ رحمن سے آشنا نہ تھے اور لفظوں کے استعمال میں بھی اپنے باپ دادا کی روش سے ادھر ادھر ہٹنا نہیں چاہتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے مشرکین سے فرمایا: اعبد والرحمن ولا تعبدوالاصنام۔ کہ رحمن کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش نہ کرو۔تو وہ بول اٹھے یہ رحمن کیا چیز ہے؟ آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اطاعت کرکے اپنے بزرگوں کی نافرمانی کریں؟ اور اسے سجدہ کریں جسے آپ کہیں؟ اس طرح اس دعوت حق نے الٹا ان کی نفرت میں اضافہ کردیا۔سچ ہے کہ۔

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز دریا میں رہ کے عکس سرو کنار جو کا

آیات القرآن

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا
مُّنِیْرًا۝۶۱ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ
اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۝۶۲ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا
وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝۶۳ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ
سُجَّدًا وَّقِیَامًا۝۶۴ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ
جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۝۶۵ۖ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۝۶۶
وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ
قَوَامًا۝۶۷ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾
يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى
اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا
كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا
وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا
قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا
صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ
كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

ترجمۃ الآیات

بڑا بابرکت ہے وہ (خدا) جس نے آسمان میں (بارہ) برج بنائے اور ان میں ایک چراغ (سورج) اور ایک چمکتا ہوا چاند بنایا (٦١) اور وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا ہے اس شخص کے لئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے (٦٢) اور (خدائے) رحمن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ آہستہ (فروتنی کے ساتھ) چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تم کو سلام (٦٣) اور جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سجدہ اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں (٦٣) اور جو کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھ (٦٤) بے شک اس کا عذاب پوری ہلاکت ہے (٦٥) وہ (جہنم) بہت بُرا ٹھکانہ اور بہت بری جگہ ہے (٦٦) اور جب وہ

خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی (بلکہ) ان کا خرچ کرنا ان (دونوں) کے درمیان (حد اعتدال پر) ہوتا ہے (٦٧) اور وہ اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پکارتے اور جس جان (کے مارنے) کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ گناہ کی سزا پائے گا (٦٨) قیامت کے دن اس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلیل وخوار ہو کر ہمیشہ رہے گا (٦٩) سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے کہ اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (٧٠) اور جو کوئی توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ اللہ کی طرف اس طرح رجوع کرتا ہے جو رجوع کرنے کا حق ہے (٧١) اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے (یا جو زور یعنی غنا کی جگہ حاضر نہیں ہوتے) اور جو جب کسی بیہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ انداز سے گزر جاتے ہیں (٧٢) اور جب انہیں ان کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر ان پر گر نہیں پڑتے (بلکہ ان میں غور وفکر کرتے ہیں) (٧٣) اور وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں میں ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گار کاروں کا پیش رو بنا (٧٤) یہ وہ ہیں جنہیں ان کے صبر و ثبات کے صلہ میں بہشت میں بالاخانہ عطا کیا جائے گا۔ اور وہاں ان کا تحیہ وسلام سے استقبال کیا جائے گا (٧٥) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے کیا اچھا ہے وہ ٹھکانہ اور وہ مقام (٧٦) آپ کہہ دیجئے! اگر تمہاری دعا وپکار نہ ہو تو میرا پروردگار تمہاری کوئی پروانہ کرے سو اب جبکہ تم نے (رسول) کو جھٹلا دیا ہے تو یہ (تکذیب) عنقریب (تمہارے لئے) وبال جان بن کر رہے گی (٧٧)

تشریح الالفاظ

۱۔ **خلفہ اور خلیفہ**...... کے ایک ہی معنی ہیں یعنی جانشین۔

۲۔ **ھون**...... کے معنی ہیں سکون ووقار اور فروتنی سے چلنا۔

۳۔ **غراما**...... کے دوسرے معنوں کے علاوہ ایک معنی ہلاکت بھی ہیں۔

۴۔ **یقتروا**...... قتر کے معنی ہیں بخل اور کنجوسی۔

۵۔ قوام ...... کے معنی ہیں اعتدال اور میانہ روی۔
۶۔ اثام ...... کے معنی ہیں گناہ کا بدلہ۔
۷۔ زور ...... کے معنی جھوٹ اور غنا کے ہیں۔
۸۔ الغرفة ...... کے معنی بالا خانہ ہیں۔
۹۔ یعبأ ...... کے معنی پروا کرنے کے ہیں۔
۱۰۔ لزاما ...... کے معنی ہیں بہت چمٹنے والا وبال جان۔
۱۱۔ شھد ...... کے مصدر شہود ہو تو اس کے معنی حاضری کے ہوتے ہیں اور اگر شہادت ہو تو اس کے معنی گواہی کے ہوتے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۵) تبارك الذی جعل ... الآیة

بروج سے آفتاب و ماہتاب کی بارہ مشہور منزلیں مراد ہیں اور سراج سے آفتاب مراد ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ وجعل الشمس سراجاً (نوح۔۱۶)۔ اس قسم کی ایک آیت سورہ حجر میں نمبر ۱۶ پر گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۶) وھو الذی جعل اللیل ... الآیة

شب و روز کے ادلنے بدلنے کے فائدے

ابھی اوپر آیت ۴۵ کی تفسیر میں اس بات پر مختصر سا تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ شب و روز کے ادلنے بدلنے میں کیا حکمت کارفرما ہے۔ یعنی اگر دن ہی دن ہوتا، رات نہ ہوتی تو لوگ کام کر کے بے چین ہو جاتے اور اگر رات ہی رات ہوتی، اور دن نہ ہوتا تو لوگ سو سو کر پریشان ہو جاتے۔ لہٰذا منعم حقیقی کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ وہ یکساں طور پر قائم نہیں رہتے بلکہ ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ یہاں اس ادل بدل کے دو فائدے بیان فرمائے ہیں۔

پہلا فائدہ:

یہ ادل بدل اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ اس نظام کا مدبر (چلانے والا) حکیم و دانا ہے اور معصوم علیہ السلام سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ رات کا جو فریضہ فوت ہو جائے اس کی دن میں قضا کرو۔ اور جو فریضہ

دن میں رہ جائے اس کی رات میں قضا کرو (تفسیر صافی)

دوسرا فائدہ:

خدا کا شکر ادا کرنا ہے کہ جو شخص اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے اسے شب و روز کی اس ردوبدل پر بھی اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ نعمت بھی اس کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔

۵۷) وعباد الرحمن الذین... الآیۃ

خدائے رحمن کے خاص بندوں کے بعض صفات جلیلہ کا تذکرہ

خدا کے جس صفاتی نام رحمن سے مشرکین عرب وحشت محسوس کرتے تھے اور فرعون کی طرح جس نے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے کہا تھا **وما رب العالمین**؟ کہ رب العالمین کیا چیز ہے؟ یہ بھی کہتے تھے کہ **وما الرحمن**؟ کہ رحمن کیا چیز ہے؟

تو خدائے حکیم فرمارہا ہے کہ اگر رحمن کو پہچاننا چاہتے ہو تو میرے خاص بندوں کی سیرت و کردار اور ان کی روش و رفتار کو دیکھو اور پھر سوچو کہ جس رحمن کے بندے اتنے عظیم ہیں تو ان کا خالق و مالک خدائے رحمن کتنا عظیم تر اور برتر ہوگا۔ ان کی صفات درج ذیل ہیں:

پہلی صفت یہ کہ وہ فروتنی سے چلتے ہیں:

اللہ کے خاص بندوں کی وہ پہلی صفت جو یہاں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ زمین پر متکبرانہ چال سے نہیں چلتے بلکہ عاجزانہ چال سے چلتے ہیں۔ **ان اللہ لا یحب المتکبرین**۔ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس خاص چال چلنے کی وضاحت یوں کرتے ہیں **ھو الرجل یمشی علی سجیتہ التی جبل علیھا لا یتکلف ولا یتبختر**۔ یعنی وہ بڑے سکینہ و وقار کے ساتھ اپنی فطرت کے مطابق چلتے ہیں اور وہ چلنے میں کسی قسم کا تکلف اور تکبر نہیں کرتے اور اینٹھ کر نہیں چلتے۔ (مجمع البیان و تفسیر صافی و کاشف)

جس طرح کہ انبیاء و مرسلین اور آئمہ طاہرین اپنے اپنے حین حیات میں اسی طرح چلتے تھے۔

۵۸) واذا خاطبھم الجاھلون... الآیۃ

دوسری صفت:۔ وہ جاہلوں کی جاہلانہ گفتگو کا جواب جہالت سے نہیں دیتے

وہ جاہلوں کی جاہلانہ گفتگو کا جواب جہالت سے نہیں دیتے۔ جب کوئی جاہل یا متجاہل اور

بدتمیزی کے انداز میں ان سے مخاطبہ کرے اور ان کے حق میں بے ادبانہ کلمات کہے تو وہ اس کے جواب میں اسی جاہلانہ انداز میں گفتگو نہیں کرتے بلکہ سلام کہہ کر

تم سلامت رہو ہم دعا کر چلے

وہاں سے چلے جاتے ہیں اور اس سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں اور یہی وہ ہجر جمیل ہے جس کا پیغمبرؐ اسلام کو حکم دیا گیا تھا۔ واصبر علی ما یقولون واھجر ھم ھجرا جمیلا۔ (المزمل۔۱۰) اے رسولؐ! ان لوگوں کی باتوں پر صبر کرو۔ اور شائستہ انداز میں ان سے دور رہیں۔ کیونکہ رذیلوں سے ان کے لب ولہجہ میں بات کرنا شریفوں کا شیوہ وشعار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جفا کرتے رہے اور یہ وفا کرتے رہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ۔ (قصص۔۵۵) وہ دغا کرتے رہے اور یہ دعا کرتے رہے۔

۵۹) والذین یبیتون۔۔۔ الآیۃ

تیسری صفت:۔ یہ کہ وہ عبادت خدا میں شب بسر کرتے ہیں

رحمن کے خاص بندوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ ان کی راتیں شباب وشراب اور چنگ ورباب کی محفلوں میں نہیں کٹتیں اور نہ ہی عیاشی وبدمعاشی اور نہ ہی چوری چکاری اور قصہ گوئی وسینما بینی میں گزرتی ہیں بلکہ ان کی راتیں خدا کی عبادت اور اس کی دعا ومناجات میں بسر ہوتی ہیں۔ تتجا فی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا۔ (سجدہ۔۱۶) ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے وہ خوف وامید کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کی شان خدا نے ایک مقام پر یوں بیان کی ہے۔ کانو قلیلاً من اللیل ما یھجعون و باَلا سحارِ ھم یستغفرون (ذاریات۔ ۱۷۔۱۸) اور رات کے وقت بہت ہی کم سوتے تھے اور سحر کے وقت اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے۔

۶۰) والذین یقولون۔۔۔ الآیۃ

چوتھی صفت:۔ یہ ہے کہ وہ عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں

رحمن کے ان خاص بندوں کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ شب وروز اللہ کی عبادت کرنے، اس کی اطاعت میں جدو جہد کرنے کے باوجود اپنے گناہوں اور اپنے پروردگار کے حق میں کوتاہیوں کی وجہ سے اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اپنی نیکیوں کی وجہ سے یقینی بہشتی ہونے کے پندار میں گرفتار نہیں ہیں اس لئے اپنے عجز وقصور کا اقرار کرتے ہوئے اس کے عذاب سے بچنے کی دعائیں کرتے ہیں اور اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ کیونکہ اس کا عذاب تو پوری ہلاکت وتباہی ہے۔

۶۱)والذین اذانفقو... الآیۃ

پانچویں صفت:۔ یہ ہے کہ فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان اعتدال کی روش پر قائم رہتے ہیں

یہ ان لوگوں کی پانچویں صفت ہے کہ وہ نہ تو عیاشی اور بدمعاشی وغیرہ کے غلط کاموں میں فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی جائز کاموں میں پانی کی طرح دولت بہاتے ہیں اور نہ ہی بخل وکنجوسی کرتے ہیں کہ نہ خود کھائیں اور نہ بیوی، بچوں کی ضرورت پر اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں۔ بلکہ ساری توجہ دولت اکٹھی کرنے اور اس کے جوڑ جوڑ کر رکھنے پر ہی مبذول رکھیں۔نہیں۔ بلکہ وہ زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح یہاں بھی اعتدال اور میانہ روی کا دامن تھامتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس اسراف و اقتار اور قوام کے مفہوم کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ سنگریزوں سے مٹھی بھری اور پھر اسے یوں کھول دیا کہ سارے سنگریزے گر گئے۔ فرمایا یہ فضول خرچی ہے پھر مٹھی بھری اور اسے بند کرکے بیٹھ گئے۔فرمایا یہ کنجوسی ہے۔تیسری مرتبہ پھر مٹھی بھری اور اس میں اس طرح سوراخ کیا کہ کچھ سنگریزے نیچے گر گئے اور کچھ مٹھی میں رہ گئے۔فرمایا یہ میانہ روی ہے۔(کافی وصافی)

حدیث میں وارد ہے ما افتقر من اقتصد۔ جو میانہ روی سے کام لیتے ہیں وہ کبھی غریب ونادار نہیں ہوتے۔(جامع السعادات) و نعم ما قیل

عدل در قہر ورضا از کف مدہ قصد در فقر وغنا از کف مدہ

۶۲)ولا یدعون مع اللہ... الآیۃ

ان کی چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صفت یہ ہے کہ نہ وہ شرک کرتے ہیں نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں ان مثبت صفات جلیلہ کے تذکرہ کے بعد جن سے بندگان خدا آراستہ ہوتے ہیں اب چند منفی صفات ذمیمہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کی آلودگی سے بندگان خدا کا دامن صاف ہوتا ہے۔ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ شرک نہیں کرتے۔ دوسری یہ ہے کہ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور تیسری یہ ہے کہ وہ زنا نہیں کرتے۔ چونکہ قبل ازیں ان تینوں جرائم کی سنگینی پر ایک سے زائد بار مفصل تبصرہ کیا جاچکا ہے اور یہ وہ گناہان کبیرہ ہیں جو دور جاہلیت کے لوگ بڑے طمطراق اور فخر ومباہات سے کرتے تھے مگر اسلام سے ان کا قلع قمع کرنے میں کوئی کسر اٹھا

نہیں رکھی۔ بہرحال اختصار کے پیش نظر ان مطالب کے تکرار سے احتراز کیا جاتا ہے۔
جہنم کا عذاب ایک گنا بھی کیا کم ہے؟ مگر ان لوگوں کا عذاب دوگناہ کیا جائے گا۔ اور وہ ذلت ورسوائی کی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں پڑے رہیں گے۔ اور اس میں گلتے سڑتے رہیں گے۔ (العیاذ باللہ)
مخفی نہ رہے کہ یہاں آیت کے آخر میں وارد ہے کہ **ومن یفعل ذالك یلق اثاماً**۔ جو شخص مذکورہ بالا تین گناہ کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا۔ یعنی **اثاماً** سے گناہ کی سزا مراد ہے لیکن بعض روایات میں وارد ہے کہ اثام نامی جہنم میں ایک وادی ہے جس میں سخت ترین عذاب ہوگا اور اس میں مشرکوں، قاتلوں اور زانیوں کو ڈالا جائے گا۔ (تفسیر صافی)

۶۳) الا من تاب ۔۔۔ الآیۃ

توبہ کرنے سے برائیاں بھلائیاں سے بدل دی جاتی ہیں

یہ رحیم وکریم خدائے رحمن کی کرم نوازی ہے کہ باوجود کفر وشرک اور گناہ وعصیان کرنے کے آدمی جب بھی نادم و پیشمان ہوکر اپنے کفرو شرک اور گناہ وعصیان سے توبۃ النصوح کرے اور کفر کی جگہ اسلام لائے، گناہ وعصیان کی جگہ خدا کی اطاعت کرے اور نیک عمل بجالائے تو اسلام کی برکت سے نہ صرف یہ کہ کفر وشرک محو ہوجاتا ہے اور توبہ کی برکت سے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ بلکہ ان کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ ندامت کی نیکی، توبہ کی نیکی اور استغفار کی نیکی۔ الغرض توبہ کرنے کی نیکیاں اس کی برائیوں کو محو کردیتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے **ان الحسنات یذھبن السیئات** (ہود۔۱۱۶) اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ **التائب من الذنب کمن لا ذنب له**۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے بعض اخبار وآثار سے آشکار ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ایک گنہگار مومن کو یعنی جس کا عقیدہ درست تھا مگر اس میں کچھ عملی کمزوریاں پائی جاتی تھیں مقام حساب میں لایا جائے گا۔ تو خدائے رحمن ورحیم کسی ملک مقرب یا نبی ومرسل کو اس کے گناہوں پر مطلع کئے بغیر خود اپنے اس بندہ کو آگاہ فرمائے گا۔ اور وہ ان کا اقرار کرے گا اور اپنی قلبی ندامت اور شرمساری کا اظہار کرے گا تو خداوند عالم کاتبین سے فرمائے گا کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دو اور نیکیوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرو۔ چنانچہ عامۃ الناس یہ منظر دیکھ کر کہہ اٹھیں گے کہ اس بندہ نے کوئی ایک برائی بھی نہیں کی تھی۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے جنت میں داخل کیا جائے۔ (امالی، عیون، الاخبار، تفسیر صافی وغیرہ)۔ سچ ہے کہ

رحمت حق بہا نہ می جوید بہا نمی جوید

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی بعض روایات برادران اسلامی کی تفسیر قرطبی وغیرہ میں بھی بروایت، ابوذر، حضرت رسولؐ خدا سے موجود ہیں۔ (فراجع)

الغرض توبہ اور اس کی قبولیت خدائے رحمن کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے گناہ گاروں اور قصورواروں کی ڈھارس بندھتی ہے۔

۶۴) والذین لا یشھدون الزور... الآیۃ

نویں صفت

یہ ہے کہ وہ محفل غنا میں حاضر نہیں ہوتے۔ عام مفسرین نے تو اس آیت کے معنی یہ کئے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ کیونکہ جس طرح سچی گواہی کا چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی دینا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ مگر ہماری بہت سی احادیث میں وارد ہے کہ اس سے غنا اور لہو ولعب کی مجالس ومحافل مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام وامام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ھو الغنا کہ زور سے مراد غنا ہے۔ مجمع البیان، اصول کافی اور تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی تفسیر مروی ہے۔ اور مفسر قمی نے جو عموماً معصومین علیہم السلام کی بیان کردہ تفسیر ہی نقل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں **قال الغنا و مجالس اللھو**۔ یعنی معصومؑ نے فرمایا کہ اس سے غنا اور محافل لہو ولعب مراد ہیں۔ اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ غنا جو کہ آواز کی ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے خواہ غزل میں ہو یا آذان وقرآن میں قوالی میں ہو یا قصیدہ ومرثیہ میں۔ بہر حال حرام ہے۔ اس موضوع کی جملہ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۶۵) واذا مروا باللغو... الآیۃ

دسویں صفت یہ ہے کہ وہ کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ انداز میں گزر جاتے ہیں

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے خاص بندے اولاً تو بالارادہ ایسی بے ہودہ محافل میں شریک ہی نہیں ہوتے

اور اگر اتفاقاً سرراہ کوئی ایسی چیز آجائے تو وہ شریفانہ انداز میں وہاں سے گزر جاتے ہیں وہ اس گندگی سے لطف اندوز نہیں ہوتے بلکہ وہ گندگی کے اس ڈھیر پر نگاہ غلط انداز ڈالنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔

۶۶) والذین اذاذ کروا ... الآیۃ

گیارہویں صفت

یہ ہے کہ جب ان کو آیات الٰہیہ کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے تو وہ بہروں، اندھوں کی طرح ان پر گر نہیں پڑتے بلکہ سننے اور دیکھنے والے انسان کی طرح ان میں غور وفکر کرتے ہیں۔ وہ ان آیتوں کو گوش حقیقت نیوش سے سنتے ہیں۔ اور دیدہ عبرت بین سے دیکھتے ہیں پھر عقل خدا داد سے غور وفکر کرتے ہیں اور ان کے مطالب کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں اور زندگی گزارتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۶۷) والذین یقولون ... الآیۃ

بارہویں صفت

یہ ہے کہ وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیوی بچوں کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور خود انہیں متقیوں کا پیشرو بنائے۔ بے شک بیوی، بچوں کی صحت وسلامتی اور ان کی اچھی شکل وصورت بھی انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوتی ہے مگر خدا کے ایک خاص بندہ کی آنکھوں کی ٹھندک اس میں ہے کہ اس کی بیوی بچے بھی اس کی طرح خدا کے مطیع وفرمانبردار اور عبادت گزار ہوں اور متقی لوگ ہماری اقتداء کریں۔

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اس خاص جماعت سے ہم اہلبیت نبوتؐ مراد ہیں اور ازواجنا سے جناب خدیجۃ الکبریٰ، ذریاتنا سے جناب فاطمۃ الزہراؑ قرۃ العین سے امام حسن اور امام حسین علیہم السلام اور واجعلنا للمتقین اماما سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ نیز اسی تفسیر میں انہی حضرت سے اہلبیت کی قرائت واجعل لنا من المتقین اماماً مروی ہے۔ (کذا فی الصافی)

۶۸) اولئك یجزون الغرفۃ ... الآیۃ

یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر وحق پر استقامت کے صلے میں جنت الفردوس میں اعلیٰ غرفات اور بلند درجات عطا کئے جائیں گے اور تحیہ وسلام سے فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور جنت کیسا اچھا ٹھکانہ اور اچھا مقام ہے۔ یہ ہیں وہ خدا کے خاص بندے جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ کہ جس کے خاص بندوں کا یہ کردار ہے۔

ان کے خدا کی کیا شان ہوگی؟ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خدا کے منکروں کے مقابلے میں خدا کے ماننے والوں کی ذمہ داری اکہری ہے کہ ان کا کردار ایسا ہو کہ انہیں دیکھ کر خدا کا تعارف کرایا جا سکے۔ اور خدا کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کے نام لیوؤں کی ذمہ داری دوہری ہے کہ ان کی روش رفتار سے پیغمبرؐ اسلام کا تعارف کرایا جا سکے اور محبان علیؑ اور آئمہ اہلبیتؑ کے نام لیوؤں کی ذمہ داری تہری ہے کہ وہ ایسا مثالی کردار اور ایسے انفرادی اخلاق و اطوار پیش کریں کہ اس سے آل محمدؐ کا تعارف کرایا جا سکے اور دنیا کو بتایا جا سکے کہ جن کے نام لیواؤں کا یہ کردار ہے ان کے پیشواؤں کا کردار کتنا بلند ہوگا اور ان کی سیرت کس قدر پاکیزہ ہوگی؟

۶۹) قل ما یعبو ابکم ربی... آلایۃ

چونکہ انسان کی وجہ خلقت ہی خدا کی عبادت کرنا ہے **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون**۔ اس لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تمہاری دعا و پکار اور عبادت و اطاعت نہ ہو تو خدا تمہاری کوئی پروانہ کرے اور نہ ہی تم اس کی خصوصی رحمت کے مستحق قرار پاؤ۔ ورنہ تمہارے بغیر اس کا کوئی کام رکا ہوا نہیں ہے۔ پس اگر اس کی رحمت و رائفت اور اس کی توجہ و التفات کو تمہاری طرف متوجہ کرتی ہے۔ تو وہ اس کی بارگاہ میں تمہاری دعا و التجا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ قرآن کی زیادہ تلاوت کرنا افضل ہے یا زیادہ دعا کرنا؟ فرمایا زیادہ دعا کرنا افضل ہے اور پھر یہ آیت پڑھی۔ (تفسیر عیاشی واصافی)

۷۰) فقد کذبتم... الآیۃ

لیکن جب تم نے خدا سے دعا و التجا کرنے اور اس کی عبادت و اطاعت کرنے کی بجائے الٹا اسلام کی دعوت حق کو جھٹلا دیا ہے۔ تو پھر تمہیں داعیان حق کی دعوت کو جھٹلانے والوں کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس کے نتائج و عواقب کو بھگتنا پڑے گا اور وہ تمہارے لئے ایسے وبال جان بنیں گے کہ جن سے تمہیں جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔

واخر و دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بفضلہ و حسن توفیقہ

آج بتاریخ ۳ رجب المرجب
بمطابق ۱۱ ستمبر بروز بدھ بوقت ۱ بجے دن سورہ فرقان کی تفسیر
اختتام پزیر ہوئی۔ والحمد للہ

سُوۡرَۃُ الشُّعَرَآءِ

نام:

چونکہ اس سورہ کی آیت ۲۲۴ میں **والشعراء یتبعھم الغاوون**۔ مذکور ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

سورۃ الفرقان میں جن انبیاء کرام کے حالات کی طرف اجمالی اشاروں پر اکتفا کی گئی تھی۔ اس سورہ میں ان کے تفصیلی حالات وکوائف بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے یہ سورہ اس سورہ کے مثنیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سورہ کے مضامین وعناوین اور انداز بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ سورہ فرقان کی طرح پیغمبر اسلامؐ کے مکی عہد کے وسطانی دور میں نازل ہوئی ہے۔ ہاں البتہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس کی آخری چار آیتیں **والشعراء یتبعھم الغاوون** سے لے کر تا آخر مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (مجمع البیان وخزائن العرفان)

اجمالی فہرست مضامین

۱۔ پیغمبرؐ اسلام کا شب وروز تبلیغ وتذکر کرنا اور قوم کا مسلسل اباء وانکار اور کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ اور اس کا جواب۔

۲۔ کفار کا پیغمبرؐ اسلام پر کاہن وشاعر ہونے کا الزام اور اس کی تردید۔

۳۔ جناب موسیٰ وفرعون کی باہمی مفصل گفتگو۔

۴۔ جناب موسیٰ کے جادوگران فرعون سے مقابلے کی مفصل روئیداد۔

۵۔ جناب ابراہیم کی دعوت حق۔

۶۔ کارخ جہاں قدرت کی نشانیوں سے بھرا ہوا ہے۔ مگر ہٹ دھرم لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۷۔ پیغمبرؐ اسلام کو دلاسا دیا گیا ہے اور کفار کے اسلام نہ لانے پر جان گھلانے کی مناہی۔

۸۔ جناب نوحؑ کی دعوت حق اور تبلیغ اور قوم کا جواب۔

۹۔ جناب ہود کا وعظ اور تبلیغ اور قوم کی حالت اور اس کا انجام۔

۱۰۔جناب صالح کا قوم کو پند ونصیحت، ان کی ناقہ اور قوم کا اس کے ساتھ سلوک اور اس کا انجام۔

۱۱۔جناب لوطؑ کی اپنی قوم کو تبلیغ اور زجر وتوبیخ کرنا اور اس کا انجام۔

۱۲۔جناب شعیبؑ کی تبلیغ حق اور قوم کا انکار وانجام۔

۱۳۔قرآن کا پیغمبرؐ اسلام کے قلب مقدس پر نازل ہونے کا بیان۔

۱۴۔قرآن کا عربی مبین میں نازل ہونا۔

۱۵۔اس کی صداقت کے دلائل کا سابقہ انبیاء کے صحیفوں میں موجود ہونا۔

۱۶۔پیغمبرؐ اسلام کے آباؤ اجداد کا مسلمان اور خدا کا عبادت گزار ہونا۔

۱۷۔عربوں کے مقابلے میں غیر عرب قوموں کا غیر متعصب ہونا۔

۱۸۔شعراء اور ان کے کردار کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔

اس سورہ کی تلاوت کے فضائل

۱۔ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص شب جمعہ تینوں (طواسین) سورتوں شعراء، نمل اور قصص کی تلاوت کرے تو وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہوگا۔ اور وہ اس کے جوار مھبط انوار میں جنت عدن میں ہوگا۔ انبیاء ومرسلین اور اوصیاء وراشدین کی معیت میں ہوگا۔ جو عام جنت کے وسط میں ہے اور دنیا میں کبھی اسے فقر وفاقہ نہ چھوئے گا اور اس کو صلہ میں جنت کی جاگیر ملے گی اور ایک سو حوروں سے خدا اس کی شادی کرے گا۔ (مجمع البیان۔صافی)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ طٰسٓمّٓ ① تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ②
لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ③ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ
مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ④ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ
ذِكۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهُ مُعۡرِضِيۡنَ ⑤ فَقَدۡ كَذَّبُوۡا
فَسَيَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ⑥ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ

كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے ط، سین، میم (۱) یہ ایک واضح کتاب کی آیتیں ہیں (۲) شاید آپ (اس غم میں) جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (۳) اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتاریں جس کے آگے ان کی گردنیں جھک جائیں (۴) اور جب بھی ان کے پاس خدائے رحمن کی طرف سے کوئی نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (۵) بے شک یہ جھٹلا چکے ہیں تو عنقریب ان کے سامنے اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا یہ مذاق اڑاتے ہیں (۶) کیا انہوں نے زمین کی طرف (غور سے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی کثرت سے عمدہ نباتات اگائی ہیں (۷) بے شک اس کے اندر ایک بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر ایمان نہیں لانے والے ہیں (۸) اور بے شک آپ کا پروردگار بڑا غالب، بڑا رحم کرنے والا ہے (۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ باخع، بخع یبخع ...... کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔ بناء بریں بخاع ہلاک کرنے والے کو کہتے ہیں۔

۲۔ اعناق ...... عنق کی جمع ہے جس کے معنی گردن کے ہیں۔

۳۔ خضع ...... کے معنی جھکنے کے ہیں۔

۴۔ زوج ...... کے معنی جہاں جوڑے کے ہیں وہاں اس کے معنی صنف اور قسم کے بھی ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) طا، سین، میم ... الآیۃ

قبل ازیں سورہ شعراء، آل عمران اور اعراف وغیرہ کے آغاز میں ہم اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقی تاویل خدا اور اسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ویسے بعض اخبار و آثار میں ان اشارات کی کچھ تشریحات وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں وارد ہے کہ طا سے مراد طور سیناء، سین سے اسکندر یہ اور میم سے مکہ مراد ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

دوسری روایات میں وارد ہے کہ طا سے مراد شجرہ طوبیٰ، سین سے سدرۃ المنتہی اور میم سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ (ایضاً)۔ اور ایک اور روایت میں اس کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں کہ انا الطالب السمیع المبدی المعید۔ میں طلب کرنے والا، سننے والا اور آغاز کرنے اور لوٹانے والا ہوں۔ (معانی الاخبار)۔ واللہ العالم۔

۲) تلك آيات ... الآية

قرآن کے واضح کتاب ہونے کا بیان

کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت اور رشد و ہدایت کے اعتبار سے ایسی واضح اور روشن کتاب ہے اور بموجب

آفتاب آمد دلیل آفتاب

یہ اپنی صداقت و حقانیت کے اثبات میں ایسی خود کفیل ہے کہ کسی اور خارجی شہادت کی محتاج نہیں جو اس کی موجودگی میں مزید کسی معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں ان کا مطالبہ بالکل بے جا ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے بھلا دنیا وآخرت کا وہ کونسا عقدہ ہے جو اس کتاب نے نہیں کھولا اور عقیدہ کا وہ کونسا لاینحل مسئلہ ہے جو اس نے حل نہیں کیا؟

۳) لعلك باخع ... الآية

پیغمبرؐ اسلام کی غمگساری امت کا بیان

بالکل اسی جیسی ایک آیت سورہ کہف میں نمبر ۶ پر گزر چکی ہے ''فلعلك باخع نفسك علی آثار هم ان لم'' ''شاید آپ اس رنج و افسوس میں ان کے پیچھے اپنی جان دے دیں گے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لاتے۔ اور اسی مقام پر اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے اس سے باآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کس قدر لوگوں کے غمخوار و غمگسار تھے۔ کہ خود خدائے دو جہاں کے بیان کے مطابق اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اس رنج و غم میں

کڑھ کڑھ کر اپنی جان سے بھی ہاتھ نہ دھوبیٹھیں کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ خدائے علیم وحکیم آپ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کا کام صرف دعوت تبلیغ حق کرنا اور میرا پیغام میرے بندوں تک پہنچانا ہے وبس۔ اب ایمان لانا یا نہ لانا خود لوگوں کا کام ہے۔

لہٰذا اس پر اس قدر حزن وملال اور جان گھلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ حق ہو یا کسی کے ہدایت پانے پر خوشی یا ہدایت نہ پانے پر غم ہر چیز میں اعتدال ضروری ہے کسی کو جبراً مومن بنانا، خالق حکیم کے نظام حکمت کے خلاف ہے۔

۴) ان نشاء ننزل علیھم... الآیۃ

پیغمبر اسلام کی تسکین قلب اور تسلی خاطر کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر جبری وقہری طور پر ہم لوگوں کو مومن بنانا چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے کہ ان کے سامنے آسمان سے عذاب نازل کر کے ان سے کہتے کہ ایمان لاؤ یا پھر تہس نہس ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ تو اس طرح سب کی گردنیں جھک جاتیں اور سب ایمان لے آتے۔

مگر ایسا اقدام خالق حکیم کے نظام حکمت کے خلاف ہے گویا یہ آیت اس آیت کی طرح ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ **ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم جمیعاً**۔ کہ اگر خدا اپنی مشیت قاہرہ سے چاہتا تو سب اہل زمین ایمان لے آتے اور دنیا میں ایک کافر کا بھی وجود نظر نہ آتا۔ (یونس۔ ۹۹)

۵) وما یاتیھم من ذکر... الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت سورہ انعام میں گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر کی جا چکی ہے۔ اور واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ آیت اس بات کی محکم دلیل ہے کہ قرآن حادث ہے قدیم نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کا فعل ہے جس کا اس کی ذات یا صفات ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا فعل جو حِکم ومصالح کی بناء پر کبھی صادر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ کمالا یخفی

۶) فقد کذبوا... الآیۃ

ہر خبر کے پورا ہونے کا ایک وقت ہوتا ہے (**لکل نباء مستقر**)۔ لہٰذا وہ عذاب الٰہی جس کی خبریں سن کر یہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اب جب وہ مجسم ہو کر ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ تب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس کی شدت والمنا کی کا احساس ہوگا۔ مگر اس کے نزول کے بعد یہ احساس بے کار ہوگا۔

۷)اولم یروا۔۔۔الآیۃ

ہر ورق دفتریست معرفت پروردگار

اس قسم کی آیات قبل ازیں سورہ انعام آیت نمبر ۹۹ پر اور سورہ رعد آیت نمبر ۴ پر مع تفسیر گزر چکی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ پیغمبرؐ اسلام اور قرآن کی صداقت پر معجزے طلب کرتے ہیں وہ زمین میں پھیلے ہوئے باغات و گوناگوں قسم کے نباتات کو کیوں نہیں دیکھتے۔ جن کا پتہ پتہ قادر مطلق کی قدرت اور صناع ازل کی صنعت پر دلالت کرتا ہے۔

سچ ہے:

وجمیع اوراق الحصون دفاتر
مشحونة بأدلة التوحید

یعنی:

ہر گیا ہے کہ از زمین روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

خلاصہ یہ ہے کہ:

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے ۔

مخفی نہ رہے کہ زوج کے عام متداول معنی (جوڑے) کے علاوہ صنف اور قسم کے بھی ہیں اور کریم کے معنی عمدہ اور مفید کے ہیں۔ یعنی ہم نے ہر قسم کے اعلیٰ اور مفید نباتات اُگائے ہیں۔

۸)ان فی ذالك۔۔۔الآیۃ

یعنی اگرچہ اس میں ہماری قدرت کی بڑی نشانی موجود ہے مگر اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ ان هم الا کالا نعام بل هم اضل۔ وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر۔ بے شک خدا بڑا غالب ہے تمام منکرین توحید اور مکذبین رسل کو چاہے تو پل بھر میں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ سراپا رحم و کرم ہے اس لئے وہ جلد بازی سے کام نہیں لیتا بلکہ مسلسل ڈھیل پر ڈھیل دیتا رہتا ہے تاکہ شاید وہ راہ راست پر آ جائیں اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں۔ ولذالك خلقهم

آیات القرآن

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَۙ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا
يَتَّقُوْنَ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِؕ۝۱۲ وَيَضِيْقُ صَدْرِیْ وَلَا
يَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ
یَّقْتُلُوْنِۚ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۝۱۵ فَاْتِیَا
فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ
اِسْرَآءِیْلَؕ۝۱۷ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ
سِنِیْنَۙ۝۱۸ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۝۱۹ قَالَ
فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَؕ۝۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ
لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۝۲۱ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ
عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَؕ۝۲۲ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَؕ۝۲۳ قَالَ رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ۝۲۴ قَالَ لِمَنْ
حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ۝۲۵ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ۝۲۶ قَالَ اِنَّ
رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ۝۲۷ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۝۲۸ قَالَ لَىٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا
غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ۝۲۹ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ
مُّبِیْنٍۚ۝۳۰ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۝۳۱ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا
هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌۚۖ۝۳۲ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ۝۳۳

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) وہ وقت یاد کرو جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم قوم کے پاس جاؤ (۱۰) یعنی فرعون کی قوم کے پاس۔ کیا وہ نہیں ڈرتے (۱۱) موسیٰؑ نے کہا! اے میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے (۱۲) اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی سو ہارون کے پاس (وحی) بھیج (کہ وہ میرا ساتھ دے) (۱۳) اور ان لوگوں کا میرے ذمہ ایک جرم بھی ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے (۱۴) ارشاد ہوا ہرگز نہیں! تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ (سب کچھ) سن رہے ہیں (۱۵) پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اس سے کہو کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں (۱۶) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے (۱۷) فرعون نے کہا (اے موسیٰؑ) کیا تمہارے بچپن میں ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی ہے؟ اور تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہم میں گزارے ہیں (۱۸) اور تو نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو کی تھی اور تو ناشکروں میں سے ہے (۱۹) موسیٰ نے کہا ہاں میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں راستہ سے بھٹکا ہوا تھا (۲۰) تو جب میں تم سے ڈرا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میرے پروردگار نے مجھے علم و حکمت عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے قرار دے دیا (۲۱) اور یہی (پرورش وغیرہ کا) احسان ہے جو تو مجھے جتا رہا ہے جب کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے (۲۲) فرعون نے کہا اور یہ رب العالمین کیا چیز ہے (۲۳) موسیٰ نے کہا وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو (۲۴) فرعون نے اپنے اردگرد والوں سے کہا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ (۲۵) موسیٰ نے کہا وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے آباؤ اجداد کا بھی پروردگار (۲۶) فرعون نے کہا تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو بالکل دیوانہ ہے (۲۷) موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے اگر تم عقل سے کام لو (۲۸) فرعون نے کہا کہ اگر تو نے میرے سوا کوئی معبود بنایا تو میں تمہیں قیدیوں میں شامل کر دوں گا (۲۹) موسیٰ نے کہا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح نشانی بھی لے کر آؤں؟ (۳۰) فرعون نے کہا اچھا تو

لے آ۔اگر تو سچا ہے(۳۱)اس پر موسیٰ نے اپنا عصا پھینک دیا تو ایک دم وہ کھلا ہوا اژدھا بن گیا(۳۲)اس نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ ایک دم دیکھنے والوں کے لئے چمک رہا تھا(۳۳)

تشریح الالفاظ

۱۔ الم نربك...... یہ تربیت سے مشتق ہے جس کے معنی پرورش کرنے کے ہیں۔

۲۔ ولید...... بمعنی مولود ہے یعنی پیدا شدہ بچہ۔

۳۔ عبدت...... کے معنی ہیں کسی کو غلام بنانا۔

۴۔ ثعبان...... کے معنی اژدہا کے ہیں۔

۵۔ بیضاء...... کے معنی تو سفید و براق کے ہیں مگر یہاں چمکدار اور روشن مراد ہے۔

تفسیر الآیات

۹) واذنادی ربك... الآیة

جناب موسیٰؑ کے قصص و حکامات کے بار بار تکرار کے وجوہ واسباب

جناب موسیٰؑ کا قصہ قبل ازیں درج ذیل مقامات پر گزر چکا ہے سورہ اعراف آیات ۱۰۳ تا ۱۳۷، سورہ یونس آیت ۷۵ تا ۹۲، سورہ بنی اسرائیل آیات ۱۰ تا ۱۰۴ اور سورہ طہٰ آیات ۹ تا ۷۹ اور پھر یہاں سورہ شعراء آیات ۱۰ تا ۶۸ اس تکرار کی بعض مفسرین نے بعض وجوہ بیان کی ہیں:

پہلی وجہ:

جناب موسیٰؑ کی قوم (بنی اسرائیل) تمام اقوام عالم میں سے بدترین قوم تھی۔ جس کی طرف آپ بھیجے گئے تھے اور جسے وہ امر و نہی اور وعظ نصیحت کرتے تھے تو جب بھی خدا اس قوم کی مذمت کرتا ہے تو جناب موسیٰؑ کا ذکر بھی ساتھ آ ہی جاتا ہے۔

دوسری وجہ:

جناب موسیٰؑ کے جناب شعیب کی خدمت میں رہ کر ان کی شبانی کرنے، اللہ کے ایک خاص بندے

(خضرؑ) کی خدمت میں رہنے، قبطی کو قتل کر کے فرار کرنے اور نبوت کے ملنے اور حکیمی کی منزل پر فائز ہونے میں بڑے پند و نصائح مضمر ہیں۔

تیسری وجہ:

جناب موسیٰؑ کی پوری زندگی (بچپن، جوانی اور بڑھاپا) عبرتوں کا مرقع ہے۔ اور پیغمبرؐ اسلام اور دوسرے اہل ایمان کے لئے تسکین و تسلی کا موجب ہے پیدا ہوتے ہی سمندر کی موجوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں پھر فرعون کے گھر میں پلتے ہیں پھر دیس سے بے دیس ہو جاتے ہیں اور درختوں کے پتوں سے گزر بسر کرتے ہیں۔ پھر جناب شعیبؑ کے ہاں بکریاں چراتے ہیں۔ واپسی پر خدا کی ہم کلامی سے مشرف ہوتے ہیں اور پھر فرعون جیسے دعویدار خدائی کے دربار میں دعوت حق کا فریضہ ادا کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور بنی اسرائیل جیسی اکھڑ مزاج قوم کی ہدایت پر مامور ہوتے ہیں۔ اور چالیس سال تک غریب الوطنی کی مشکلیں جھیلتیں ہیں مگر عزم و استقلال میں فرق نہیں آیا اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے ہیں۔ تو ان حالات میں ان کے قصص و حکایات کو بالتکرار بیان نہ کیا جائے تو اور کس کا ذکر خیر کیا جائے؟ (تفسیر کاشف ج ۵، بذیل آیت ۹، از سورہ طہ)

بہرحال چونکہ جناب موسیٰؑ کے اکثر و بیشتر حالات و واقعات پہلے پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں لہٰذا ہم بڑے اختصار سے کام لیں گے۔ البتہ جب کوئی نئی بات بیان ہوگی تو اس کی قدرے وضاحت کر دیں گے۔

۱۰) قال رب انی اخاف... الآیۃ

جناب موسیٰؑ کو دربار فرعون میں جانے کا حکم اور جناب موسیٰؑ کی استدعا

جب خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کو حکم دیا کہ فرعون جیسے سرکش اور اس کی ظالم قوم کے پاس جائیں تو انہوں نے تین وجوہ بیان کر کے تنہا جانے کی بجائے جناب ہارونؑ کو بھی اپنے ہمراہ لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔

۱۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

۲۔ میری زبان زیادہ رواں نہیں ہے۔

۳۔ میرے ذمہ ان کا ایک جرم بھی ہے یعنی اس قبطی کو قتل کرنا جو اسرائیلی سے لڑ رہا تھا۔ لہٰذا کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

ان وجوہ کی بناء پر میرے بھائی ہارونؑ کو میرے ساتھ بھیج۔ چنانچہ آپ کی درخواست رب العزت کی

بارگاہ میں منظور ہوئی اور دونوں بھائیوں کو فرعون کے دربار میں بھیجا گیا اور ارشاد فرمایا بے خوف وخطر جاؤ۔ فریضہ تبلیغ ادا کرو۔ فرعون تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ میں خود تمہارے ساتھ ہوں اور تم سب کی باتیں سن رہا ہوں۔

درس عبرت:

کہا جاتا ہے کہ جب خدا نے موسیٰؑ کو فرعون کے دربار میں جانے کا حکم دیا تو انہوں نے بہانا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہانہ اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جب کوئی کام نہ کرنا ہو تو اس کے لئے کوئی بہانہ تلاش کیا جائے لیکن جب کوئی کام کرنا تو بہرحال ہو۔ تو ایسی چیزوں کو فراہم کرنا یا حاکم سے ان کے فراہم کرنے کی استدعا کرنا جو اس حکم کی تعمیل میں ممد و معاون ہوں تو یہ بات بہانہ جوئی کے ذیل میں نہیں آتی۔ لہٰذا ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

۱۱) قال لم نربك... الآية

جناب موسیٰؑ و ہارون فرعون کے دربار میں جاتے ہیں

چنانچہ حسب الحکم جناب موسیٰؑ و ہارونؑ اس حال میں فرعون کے دربار میں تشریف لے گئے کہ صوف کے دو جبے در بر اور دو عمامے برسر اور ہاتھوں میں عصا لے گئے اور دعوت توحید دی اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ اگر وہ اسلام لے آیا اور خدا کی اطاعت کی تو یہ حکومت وسلطنت برقرار رہے گی۔ ورنہ نہ تخت رہے گا اور نہ بخت اور پھر اس سے مطالبہ کیا کہ ہماری قوم جسے تو نے اپنا غلام بنا رکھا ہے اور اس سے سخت مزدوری کا کام لیتا ہے اسے آزاد کر کے ہمارے ساتھ بھیج دے۔ بھلا جو فرعون خود خدائی کا دعوے دار تھا وہ کسی دوسرے خدا کا نام کسی طرح سننا گوارہ کرتا۔ اور ہزاروں مزدوروں سے محروم ہونا کس طرح برداشت کرتا۔ لہٰذا کھسیانی بلی کی طرح کھنبا نوچتے ہوئے جناب موسیٰؑ کے ماضی کے حوالے سے کچھ باتیں کیں:

۱۔ کیا ہم نے تیری بچپن میں پرورش نہیں کی؟
۲۔ کیا تو اپنی عمر کے کئی سال ہم میں نہیں رہا؟
۳۔ اور کیا تو نے وہ کام (قبطی کے قتل والا) نہیں کیا؟
۴۔ پھر تم کس طرح ہمارے منہ لگ سکتے ہو؟ اور کس طرح ہم سے یہ مطالبہ کر سکتے ہو؟

۱۲) قال فعلتها اذاً وانا من الضالين... الآية

جناب موسیٰؑ کے اس جواب کا صحیح مفہوم

جناب موسیٰؑ کے اس جواب کا مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کو خاصی الجھن کا سامنا کرنا پڑا ہے کیونکہ ایک طرف انبیاء کی عصمت ہے جو ہر قسم کے گناہ وعصیاں سے مانع ہے اور دوسری طرف آیت کے یہ ظاہری الفاظ **وانا من الضالین** ہیں اس کا صحیح جواب وہی ہے جو حضرت امام رضا علیہ السلام نے عصمت انبیاء کے بارے میں مامون عباسی کے سوالوں کے جواب میں دیا تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ **انا من الضالین عن الطریق بوقوعی الی مدینة من مداینك** ۔یعنی میں نے قبطی کو ایک مظلوم اسرائیلی کی حمایت میں مکا اس وقت مارا تھا۔ جب میں اپنے راستے سے بھٹک کر اس شہر میں اتفاقاً جا پہنچا جہاں یہ لڑ رہے تھے اور مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس مکا سے اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ (تفسیر کاشف وصافی)

بہر حال اس واقعہ کے بعد جب مجھے تم سے خوف ہوا تو میں بھاگ کھڑا ہوا اور مدین پہنچا۔ کچھ عرصہ وہاں رہا۔ واپسی پر خدا نے مجھے علم وحکمت یعنی نبوت عطا فرمائی۔ اور شرف ہمکلامی سے مشرف فرمایا۔ اور اس وقت تیرے دربار میں فریضہ رسالت ادا کر رہا ہوں۔

۱۳) وتلك نعمة ... الآیة

اے فرعون تو جو میری پرورش کرنے کا احسان جتا رہا ہے تو ذرا مجھے یہ تو بتا کہ اس کا سبب کون تھا؟ کس کے حکم سے بنی اسرائیل کے بچے قتل کئے جاتے تھے اور کس کے خوف سے میری ماں نے مجھے نیل کی لہروں کے حوالے کیا تھا؟ اور پھر جب یتیموں کی طرح تیرے گھر میں پلا تو اس کا سبب کون تھا؟ اور پھر تو نے میری ساری قوم کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اور اس سے سخت ترین مشقت کے کام لیتا ہے کیا تیرا یہی احسان ہے جو مجھے جتا رہا ہے؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

۱۴) قال فرعون وما رب العالمین ... الآیة

پیغمبرانہ گفتگو اور بحث کا نادر نمونہ

بہت دفعہ اس پر روشنی ڈالی جاتی رہی ہے کہ قرآن مجید نے واقعات کی وہ کڑیاں جنہیں انسان کا ذہن خود بخود سمجھ سکتا ہے چھوڑ دی ہیں یہاں یہی صورت ہے خالق کے ارشاد میں پہلے آچکا ہے کہ فرعون کے پاس جا کر کہو۔ **انا رسول رب العالمین** ۔ہم تمام جہانوں کے پروردگار کے پیغمبر ہیں۔ اب اس سے سننے والوں کو خود ہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ گئے اور انہوں نے فرعون سے یہی الفاظ کہے کہ **انا رسول رب العالمین** کہ ہم

رب العالمین کی طرف سے رسول ہیں۔

اب فرعون کی جو گفتگو یہاں بیان ہوئی ہے وہ اسی کے تعلق سے شروع ہوتی ہے کہ اس نے کہا **وما رب العالمین** یہ رب العالمین یعنی چہ؟ اور اب اسی رب العالمین کی تشریح ہے جسے جناب موسیٰؑ نے **رب السموت والارض وما بینھما** اور پھر **ربکم و رب آبائو کم الاولین** اور پھر **رب المشرق و المغرب وما بینھما**۔ کے تعبیرات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

پھر یہ انداز دیکھنے کا ہے کہ فرعون ان کے حق آگین جملوں پر طرح طرح کی باتیں کر رہا ہے اور دل آزاری کے طریقے اختیار کر رہا ہے اور ہر بات آپ پر اس کی کہی اور اپنی سنی ہوئی بات کو جیسے ان کہی اور ان سنی قرار دے کر اپنی ہی پہلی بات کو تعبیر بدل کر پیش کر دیتا ہے۔ وہ اپنے مجمع سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ سن رہے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اور آپ جیسے اب پورے مجمع سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں ہاں سنو۔ کیا کہہ رہا ہوں؟ یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ سب کا پروردگار ہے اور تمہارے باپ داداؤں کا بھی۔ وہ ان کے قول **انا رسول رب العالمین**۔ کی بناء پر طنزیہ طور پر مجمع سے کہتا ہے کہ یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے اور آپ فرما دیتے ہیں ارے وہ مشرق و مغرب سب کا پروردگار ہے اگر تم عقل سے کام لو۔

مجنون کی لفظ سننے کے بعد **ان کنتم تعقلون** کی بلاغت دیکھئے۔ یہ گویا اشارہ ہے کہ اس کی طرف کہ میں خیر تم سب کو دیوانہ تو نہیں کہتا اس لئے کہ واقعی دیوانے ہوتے تو مستوجب سزا ہی کب ہوتے۔ مگر افسوس تم عاقل ہوتے ہوئے بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یعنی تمہارے افعال و اعمال ضرور عاقلانہ ہیں جس پر تم کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ انبیاء کا طریقہ دعوت حق ہے کہ مخالفین کے طعن و تشنیع، بہتان و افتراء سب کو سنو اور بات اپنی کہتے رہو اور اس پر زور دیتے رہو۔ آخر میں جب تعصب و عناد کا جوش ختم ہوگا تو وہ تمہاری باتوں کو سننے اور ان پر غور کرنے لگیں گے۔ اور پھر بہت سی سعید روحیں اس پیغام کو قبول بھی کر لیں گی (فصل الخطاب ج ۵)

۱۵)لئن اتخذت الھاً ... الآیۃ

جب فرعون جناب موسیٰؑ کی باتوں کا کوئی توڑ نہ کر سکا تو یہ عاجزی کا مظاہرہ تھا کہ وہ اپنے سطوت و اقتدار شاہی سے انہیں ڈرانے لگا۔ مگر حضرت موسیٰؑ اس سے بالکل ڈرے نہیں۔ بلکہ اس دھمکی کو نامعقول ثابت کرنے کے لئے کہا کہ اگر میں کوئی معجزہ تمہارے سامنے پیش کر دوں۔ تب بھی مجھے قید خانہ میں ڈال دو گے؟ اس کے جواب میں وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ ہاں معجزہ بھی تم نے پیش کیا تو بھی ایسا کروں گا اس کا طنطنہ شاہی اس سوال سے ہی دھیما ہو گیا اور اب وہ بحسب ادعائے خود خدائے وقت تھا تذبذب کا شکار ہو گیا جو اس کی ان لفظوں سے ظاہر

ہے کہ اگر تم سچے ہو تو جو کہتے وہ پیش کرو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم سچے ثابت ہوئے تو مجھے ماننا ہی پڑے گا۔ اب اگر معجزہ دکھانے کے بعد وہ نہ مانے جیسا کہ اس نے نہیں مانا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے ضمیر کی عدالت کے فیصلہ کے مطابق مجرم ہے۔ (ایضاً)

آیات القرآن

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ
اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ
لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ
قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ
وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ
مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا
لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى
وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ
عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا
مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

فرعون نے اپنے اردگرد کے عمائدین سے کہا کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے (۳۴) یہ اپنے جادو (کے زور) سے تمہیں اپنے ملک سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔اب تم کیا رائے دیتے ہو؟ (۳۵) انہوں نے کہا کہ اسے اوراس کے بھائی کو روک لیجئے اور تمام شہروں میں جمع کرنے والے آدمی (ہرکارے) بھیجئے (۳۶) جو ہر بڑے جادگر کو تمہارے پاس لے آئیں چنانچہ تمام جادوگر ایک خاص مقررہ وقت پر جمع کر لئے گئے (۳۸) اور عام لوگوں سے کہا گیا۔کیا تم لوگ بھی (مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گے؟ (۳۹) تا کہ اگر جادوگر غالب آجائیں تو ہم سب ان کی پیروی کریں (۴۰) تو جب جادوگر (میدان میں) آگئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کچھ صلہ تو ملے گا (۴۱) فرعون نے کہا ہاں ضرور! اور تم اس وقت مقرب بارگاہ ہوجاؤ گے (۴۲) موسیٰ نے ان سے کہا کہ تم پھینکو جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے (۴۳) چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں پھینک دیں اور کہا کہ فرعون کے جلال واقبال کی قسم ہم ہی غالب آئیں گے (۴۴) پھر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ایک دم ان کے بنائے ہوئے جھوٹ کو نگلنے لگا (۴۵) (یہ معجزہ دیکھ کر) سب جادوگر سجدہ میں گر پڑے (۴۶) اور کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے (۴۷) جو موسیٰ وہارون کا رب ہے فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کہ میں تمہیں اجازت دوں یقینا یہ تمہارا بڑا (جادوگر) ہے (۴۸) جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے ابھی تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہوجائے گا کہ میں تمہارے ڈھیل ہاتھ پاؤں کی مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا۔اور تم سب کو سولی چڑھا دوں گا (۴۹) انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہم اپنے پروردگار کی بارگاہ میں لوٹ جائیں گے (۵۰) ہمیں امید ہے کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے گا کیونکہ ہم سب پہلے ایمان لا رہے ہیں (۵۱)

تشریح الالفاظ

۱۔ ملاء...... کے معنی ہیں قوم کے بڑے لوگ۔

۲۔ ارجه ارجاء...... کے معنی ہیں موخر کرنا اور ڈھیل دینا۔

۳۔ تلقف لقف یلفق ...... کے معنی نگلنے کے ہیں۔

۴۔ یافکون، افك ...... کے معنی ہیں جھوٹ موٹ کی گھڑی ہوئی چیز۔

۵۔ عزت ...... کے معنی ہیں بخت واقبال۔

۶۔ لاضیر ...... کے معنی ہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور کوئی حرج نہیں ہے۔

تفسیر الآیات

۱۶) قال للملاء... الآیة

یہ آیتیں قبل ازیں سورہ اعراف میں ۱۰۹ سے ۱۲۵ گزر چکی ہیں اور وہیں ان کی تفسیر بھی گزر چکی ہیں لہٰذا ان مطالب کا اعادہ وتکرار کرنے کی بجائے ہم قارئین کرام کو مشورہ دیں گے کہ مذکورہ مقام کی طرف رجوع کریں۔

۱۷) قالو ارجه و اخاه... الآیة

ایک عجیب واقعہ

بعض روایات میں وارد ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب ظالم ان کے پسماندگان کو کوفہ اور پھر شام لے گئے تو جب یہ لٹا ہوا قافلہ دربار یزید میں پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ اب ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ تو بعض درباریوں نے اسے مشورہ دیا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیے۔ یہ سن کر امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید سے کہا کہ تیرے درباریوں سے فرعون کے درباری اچھے تھے کیونکہ جب اس نے موسیٰؑ و ہارونؑ کے بارے میں ان سے مشورہ کیا تھا تو انہوں نے کہا ارجه و اخاه کہ ان کو روکے رکھئے۔ ان کے قتل کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ اس پر یزید اور اس کے درباری خجل وخوار ہوئے اور اس ارادہ سے باز آئے۔ (بحوالہ سعادۃ الدارین)

۱۸) فلما جاء السحرة... الآیة

اس آیت سے لے کر آیت ۵۰ تک یعنی انا الی ربنا منقلبون تک سورہ اعراف میں ۱۱۳ سے لے کر ۱۲۹ تک معمولی اختلاف الفاظ کے ساتھ مع تفسیر گزر چکی ہیں۔ لہٰذا اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۹) انا نطمع ان یغفر لنا... الآیة

ایک ایراداوراس کا جواب

جادوگروں کا یہ کہنا کہ چونکہ ہم پہلے ایمان لانے والے ہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ ہمارا پروردگار ہماری خطا معاف کرے گا۔ یہ کس طرح درست ہوسکتا ہے جبکہ بنی اسرائیل کے کئی لوگ ان سے پہلے ایمان لا چکے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرعون کی قوم بنی قبط سے پہلے ایمان لانے والے تھے اور جہاں تک مومن آل فرعون کا تعلق ہے تو وہ اگرچہ ان سے پہلے ایمان لا چکا تھا لیکن وہ تقیہ کی حالت میں زندگی گزار رہا تھا (کان یکتم ایمانہ) لہٰذا وہ منظر عام پر نہ تھا۔ لہٰذا حسب ظاہر قوم فرعون سے ایمان لانے والے یہ پہلے خوش قسمت لوگ تھے۔

آیات القرآن

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝۵۲ فَاَرْسَلَ
فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝۵۳ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝۵۴
وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝۵۵ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝۵۶ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ
جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۵۷ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝۵۸ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِىْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ۝۵۹ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝۶۰ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ
مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝۶۱ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ۝۶۲ فَاَوْحَيْنَآ
اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ
كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝۶۳ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝۶۴ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ
مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝۶۵ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝۶۶ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۶۷ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶۸

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے موسیٰؑ کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ کیونکہ تمہارا پیچھا کیا

جائے گا (۵۲) پس فرعون نے تمام شہروں میں (لشکر) جمع کرنے والے (ہرکارے) بھیجے (۵۳) (اور کہلا بھیجا کہ) یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہے (۵۴) اور انہوں نے ہمیں بہت غصہ دلایا ہے (۵۵) اور بے شک ہم پوری طرح محتاط اور چوکنا ہیں (۵۶) پھر ہم نے انہیں (مصر کے) باغوں اور چشموں (۵۷) اور خزانوں اور شاندار عمدہ مکانوں سے نکال باہر کیا (۵۸) ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا (۵۹) چنانچہ صبح تڑکے وہ لوگ (فرعونی) ان کے تعاقب میں نکلے (۶۰) پس جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں (آمنے سامنے ہوئیں) تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے (گھبرا کر) کہا کہ بس ہم تو پکڑے گئے (۶۱) موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں! یقیناً میرا پروردگار میرے ساتھ ہے جو ضرور میری راہنمائی کرے گا (۶۲) سو ہم نے موسیٰؑ کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا پر مارو۔ چنانچہ وہ دریا پھٹ گیا اور (پانی کا) ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا (۶۲) اور ہم وہاں دوسرے فریق کو بھی نزدیک لائے (۶۳) اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی (۶۴) اور پھر ہم نے دوسرے فریق کو غرق کر دیا (۶۵) بے شک اس واقعہ میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں (۶۷) اور بے شک آپ کا پروردگار بڑا غالب آنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۶۸)

تشریح الالفاظ

۱۔ **متبعون**......اس کے معنی ہیں وہ لوگ جن کا تعاقب کیا جائے۔

۲۔ **شرذمه**......اس کے معنی ہیں لوگوں کی چھوٹی سی جماعت۔

۳۔ **لغائظون**......یہ غیظ سے مشتق ہے غصہ دلانے والے لوگ۔

۴۔ **حذر**......اس کے معنی ہیں چوکنا ہوشیار ہونا اور اسی ترجمہ کے مطابق ہم نے ترجمہ کیا ہے اور اس کے معنی ڈرنے کے بھی ہیں۔ بنابریں ترجمہ ہوگا کہ ہمیں اس قلیل جماعت سے خطرہ ہے۔

۵۔ **مشرقین**......اس کے معنی ہیں صبح تڑکے۔

۶۔ **الطود**......اس کے معنی ہیں پہاڑ۔

تفسیر الآیات

۲۰)واوحینا الی موسیٰ۔۔۔ الآیۃ

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جناب موسیٰؑ اور جادوگران فرعون کے مقابلہ کرنے اور جناب موسیٰؑ کے فتح یاب ہونے اور جادوگروں کے ایمان لانے کے فوراً بعد خدا نے جناب موسیٰؑ کو یہ حکم دیا اور وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر نکل کھڑے ہوئے اور فرعون اور اس کا لشکر ان کے تعاقب میں نکلا اور وہ غرق ہوگئے۔ بلکہ اس واقعہ اور جناب موسیٰؑ کے مصر سے نکلنے اور فرعون اور فرعونیوں کے غرق ہونے کے درمیان کئی سال کا فاصلہ ہے۔ یہاں تو صرف اس واقعہ کا آغاز اور اس کا انجام بیان کیا گیا ہے اور درمیان کی کڑیاں کچھ سورہ اعراف کے رکوع ۱۵۔۱۶ اور کچھ سورہ یونس کے رکوع ۹ میں بیان کی جا چکی ہیں اور کچھ تفصیلات آگے سورہ مومن رکوع ۶۔۵ اور سورہ زخرف رکوع ۵ میں آرہی ہیں۔

۲۱)فاخرجناھم من جنات۔۔۔ الآیۃ

مطلب یہ ہے کہ فرعون اور فرعونی بنی اسرائیل کے تعاقب میں جن سرسبز و شاداب باغات اور بہتے ہوئے چشموں اور عالیشان محلات کو چھوڑ کر مصر سے نکلے تھے انہیں پھر واپس لوٹ کر آنا اور ان چیزوں سے بہرہ مند ہونا نصیب نہ ہوا۔ بلکہ سب کے سب غرق ہوگئے اور فنا کے گھاٹ اتر گئے۔

درس عبرت:

اس واقعہ اور اس جیسے بیسیوں واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند عالم کا دستور ہے کہ وہ ظالموں و ستم کیشوں سے دیر یا سویر پر انتقام ضرور لیتا ہے اور مظلوموں کے ہاتھوں سے یا کسی اور ذریعہ سے انہیں نیست و نابود کرتا ہے۔

۲۲) کذلک واورثنا۔۔۔ الآیۃ

فرعون کے باغات اور عیون و محلات کا بنی اسرائیل کو کس طرح وارث بنایا گیا؟

اور ہم نے ان سے سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔ مگر کس طرح وارث بنایا؟ اس میں سخت

اختلاف ہے۔ آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد ان کے باغوں، چشموں، خزانوں اور عالیشان مکانوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا گیا اور یہی نظریہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اور فاضل طبری نے تفسیر ابن جریر میں اور ابوحیان اندلسی نے تفسیر بحر محیط میں اختیار کیا ہے مگر اس نظریہ پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کی غرقابی و ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کا واپس مصر لوٹنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دوسری قرآنی آیات اور تاریخی تصریحات سے ثابت ہے کہ وہ اپنے اصلی وطن ارض مقدس شام (فلسطین) کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر چونکہ حکم تھا کہ وہاں کی کافر و جبار قوم سے جہاد کر کے اور شہر فتح کر کے وہاں داخل ہو جس کا بنی اسرائیل نے انکار کر دیا اور اس کی پاداش میں چالیس سال تک وادی تیہ میں پریشان و سرگرداں چکر لگاتے رہے اور وہیں جناب موسیٰؑ و ہارون کا انتقال پر ملال ہوا اور پھر وہیں دفن ہوئے اور بعد ازاں بھی وہ شام ہی گئے تھے ان کا اجتماعی طور پر واپس مصر آنا اور ان چیزوں پر قابض ہونا ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا اس وراثت کی چند صورتیں متصور ہوسکتی ہیں:

۱۔ اول یہ کہ ممکن ہے کہ عرصہ دراز کے بعد جناب داؤدؑ و سلیمانؑ کے عہد نبوت میں بنی اسرائیل واپس مصر آئے ہوں۔ اور ان چیزوں کے وارث قرار پائے ہوں۔

۲۔ جب بنی اسرائیل جناب موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکل رہے تھے تو ممکن ہے کہ اس کے کچھ پس افتادہ اور معذور افراد باقی رہ گئے ہوں۔ اور وہی افراد فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد ان کی جائیدادوں پر قابض ہو گئے ہوں اور اس طرح ان کے وارث قرار پائے ہوں۔

۳۔ ممکن ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کے کچھ لوگ جناب موسیٰؑ کے ہمراہ ارض مقدس کے لئے روانہ نہ ہوئے ہوں۔ بلکہ واپس مصر پہنچ کر ان کے مالوں اور جائیدادوں پر قابض ہو گئے ہوں۔ (فصل الخطاب)

۴۔ اگرچہ آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل فرعون اور اس کی قوم کے چھوڑے ہوئے باغات، خزائن اور محلات کے وارث بنائے گئے ہوں مگر یہاں اس تاویل کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ کہ اسرائیل کو ارض مقدس شام میں فرعون اور اس کی قوم کے مصری باغات اور محلات وغیرہ۔ جیسے باغات و محلات وغیرہ دیئے گئے ہوں جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت ۱۲۶ تا ۱۲۷ سے مستفاد ہوتا ہے۔ فانتقمنا منھم فاغرقنا ھم فی الیم بانھم کذبوا بایاتنا و کانو اعنھا غافلین واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا التی بارکنا فیھا۔ ہم نے ان (فرعونیوں اور اس

کی قوم) سے انتقام لیا۔ اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی۔ اور ان سے غافل ہو گئے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جنہیں کمزور بنایا تھا۔ اس ملک کے مشرق و مغرب کا وارث بنایا۔ جس میں ہم نے برکت قرار دی ہے۔ اور کئی آیات میں شام و فلسطین کے لئے بارکنا حولہ (بنی اسرائیل) یا بارکنا فیہا (انبیاء) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ واللہ العالم۔ (روح المعانی)

۲۳) فلما تراء الجمعان... الآیۃ

جب فرعون اپنے لشکر جرار کے ساتھ تعاقب کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ ہر دو فریق نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو بنی اسرائیل گھبرا گئے کہ آگے سمندر پیچھے فرعون۔ بولے ہم پکڑے گئے۔ یہ منظر دیکھ کر پیکر عزم و استقلال موسیٰؑ نے انہیں تسلی دی کہ **کلاّ**۔ گھبراؤ نہیں وہ ہمیں ہرگز نہیں پکڑ سکتا۔ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ ان مشکل حالات میں میری دستگیری اور راہنمائی فرمائے گا۔ چنانچہ وحی الٰہی کے مطابق آپ نے عصا سے سمندر پر ضرب لگائی۔ پانی رک گیا راستہ بن گیا۔ بنی اسرائیل سمندر کے اس پار ہو گئے۔ فرعون بھی یہ منظر دیکھ کر اور یہ سمجھ کر یہ راستہ اسی طرح بنا رہے گا۔ لہٰذا وہ بھی اپنے لشکر جرار کے ساتھ چل پڑا اور سمندر میں داخل ہو گیا اور دریا پورے زور و شور سے رواں دواں ہو گیا۔ اور فرعون اور اس کے فرعونیوں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گیا۔ اس قصہ کی باقی تفصیلات چونکہ اعراف، یونس اور طٰہٰ وغیرہ میں کئی بار گزر چکی ہیں اس لئے ہم نے یہاں بڑے اختصار سے کام لیا ہے۔

۲۴) ان فی ذلك... الآیۃ

اس واقعہ میں بڑا خارق عادت معجزہ ہے۔ مگر اس کے باوجود بنی اسرائیل ہوں یا دوسرے لوگ ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا ماجرا سورہ اعراف آیت ۱۳۸ میں گزر چکا ہے کہ سمندر پار کر کے اور یہ عظیم معجزہ دیکھ کر جب دوسری طرف پہنچے تو کچھ لوگوں کو مخصوص بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو جناب موسیٰؑ سے کہنے لگے **اجعل لنا الها کما لهم الهة**۔ جس طرح ان لوگوں کے خدا ہیں آپ ہمیں بھی ایک ایسا خدا بنا کر دیں۔ بایں ہمہ چونکہ خدائے تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا ہے اس لئے وہ ڈھیل پر ڈھیل دیتا رہتا ہے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

آیات القرآن

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝۶۹ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۷۰
قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝۷۱ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ
تَدْعُوْنَ ۝۷۲ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝۷۳ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا
كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۷۴ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۷۵ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝۷۶ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۷ الَّذِيْ
خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝۷۸ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝۷۹ وَاِذَا مَرِضْتُ
فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝۸۰ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝۸۱ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ
لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۸۲ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ
بِالصّٰلِحِيْنَ ۝۸۳ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۸۴ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ
وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝۸۵ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۸۶ وَلَا
تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝۸۷ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝۸۸ اِلَّا مَنْ اَتَى
اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝۸۹ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۹۰ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
لِلْغٰوِيْنَ ۝۹۱ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۹۲ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۹۳ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝۹۴
وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝۹۵ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝۹۶ تَاللّٰهِ اِنْ
كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۹۷ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹۸ وَمَآ اَضَلَّنَآ
اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۹۹ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝۱۰۰ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝۱۰۱ فَلَوْ

اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

ترجمة الآيات

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیجئے (۶۹) جب انہوں نے اپنے باپ (یعنی چچا) اور اپنی قوم کو کہا کہ تم کس چیز کی پرستش کرتے ہو؟ (۷۰) انہوں نے کہا کہ ہم تو بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور اس پر قائم ہیں (۷۱) ابراہیم نے کہا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری آواز سنتے ہیں (۷۲) یا تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ (۷۳) انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایسے ہی کرتے پایا ہے (۷۴) ابراہیمؑ نے کہا کیا تم نے ان چیزوں کی (اصلی حقیقت) دیکھی ہے کہ جن کی تم (۷۵) اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے ہیں (کہ وہ کیا ہے؟) (۷۶) بہرکیف یہ سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے (۷۷) جس نے مجھے پیدا کیا ہے پھر وہی میری راہنمائی کرتا ہے (۷۸) اور وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا بھی (۷۹) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے (۸۰) اور جو مجھے موت دے گا اور پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا (۸۱) اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ جزا وسزا کے دن میری خطا معاف کرے گا (۸۲) اے میرے پروردگار! مجھے (علم وحکمت) عطا فرما۔ اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما (۸۳) اور آئندہ آنے والوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ (۸۴) اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما (۸۵) اور میرے باپ (یعنی چچا) کی مغفرت فرما۔ بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا (۸۶) اور جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے اس دن مجھے رسوا نہ کر (۸۷) جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولاد (۸۸) اور سوائے اس کے جو اللہ کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہو گا (۸۹) اور جنت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی (۹۰) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی (۹۱) اور ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے (۹۲) اور ابلیس اور اس کے سارے لشکر

اس (دوزخ) میں اندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے (۹۵) اور وہ دوزخ میں باہم جھگڑتے ہوئے کہیں گے (۹۶) خدا کی قسم ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے (۹۷) جب تمہیں رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے (۹۸) اور ہم کو تو بس (بڑے) مجرموں نے گمراہ کیا تھا (۹۹) نہ اب ہمارا کوئی سفارشی ہے (۱۰۰) اور نہ کوئی مخلص دوست (۱۰۱) کاش! ہم دوبارہ (دنیا میں) بھیجے جاتے۔ تو ضرور ہم اہل ایمان سے ہو جاتے (۱۰۲) بے شک اس میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں (۱۰۳)۔ اور یقیناً آپ کا پروردگار بڑا غالب اور بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۰۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ نباء...... کے معنی خبر کے ہیں۔

۲۔ سلیم ...... کے معنی سالم کے بھی ہیں جو کفر و نفاق اور ریا وغیرہ جیسی قلبی بیماریوں سے سالم ہو اور اس کے ایک معنی سانپ سے ڈسے ہوئے کے بھی ہیں۔

۳۔ ازلفت زلفی...... کے معنی قریب کے ہیں۔

۴۔ کبکبوا ...... کب اکب اور کبکب کے معنی اوندھے منہ پچھاڑنے اور گرانے کے ہیں۔

۵۔ نسویکم ......سوی کے معنی بالکل برابر قرار دینے کے ہیں۔

۶۔ حمیم ...... کے معنی قریبی عزیز اور مخلص دوست کے ہیں۔

۷۔ کرۃ...... کے معنی ایک بار لوٹنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۵) واتل علیھم نباء ابراھیم... الآیۃ

جناب ابراہیم خلیل اللہ کی حیات مقدسہ کے مختلف حالات قبل ازیں چند مقامات پر بیان کئے جا چکے ہیں۔ جیسے سورہ بقرہ آیت ۲۵۸ الم تر الی الذی حاج ابراھیم الآیۃ۔ اور سورہ آل عمران آیت ۶۷ ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا الآیۃ تا آیت ۶۸ سورۃ انعام آیت ۷۵ اذ قال ابراھیم لابیہ الآیۃ تا آیت ۹۰ سورہ مریم۔ آیت ۴۱ واذکر فی الکتاب ابراھیم الآیۃ تا آیت ۵۰ ولقد

آتینا ابراھیم رشدہ الآیۃ تا آیت ۷۳ اور کچھ حالات سورہ صف آیت ۸۳ وان من شیعتہ لا براھیم تا آیت ۱۱۳ اور سورہ ممتحنہ آیت ۴ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم الآیۃ تا آیت ۶ میں بیان کئے جائیں گے اور کچھ خصوصی اور تفصیلی واقعات یہاں بیان کئے جارہے ہیں۔

جناب ابراہیم خلیل کے حالات کی تکرار کی وجہ

چونکہ عام عرب عموماً اور خاندان قریش خصوصاً اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو کار سمجھتے تھے اور بالخصوص قریش تو ان کو اپنا جد اعلیٰ بھی سمجھتے تھے اور ان کے علاوہ یہود ونصاریٰ بھی انہیں اپنے دین کا پیشوا اور راہنما مانتے تھے اس لئے قرآن ان لوگوں کو بار بار اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ تو بت شکن تھے بت پرست تو نہیں تھے اور وہ جو دین لائے تھے ان کا دین تو پیغمبر اسلامؑ کے دین اسلام جیسا تھا۔ تو اگر تم ان کے پیرو ہو تو پھر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو؟ اور دین اسلام کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ نیز وہ یہودی اور نصرانی بھی نہ تھے کیونکہ یہ مذاہب تو ان کے صدیوں بعد وجود میں آئے ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلماً (آل عمران۔ ۶۷/۶۸)

۲۶) قال ھل یسمعو نکم اذتدعون... الآیۃ

جناب خلیلؑ خدا کا اپنے چچا اور اپنی قوم سے سوال وجواب

جب جناب ابراہیمؑ نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم سے یہ سوال کیا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو؟ اور انہوں نے جواب دیا کہ یہ کچھ بت ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں اور ہمہ وقت اس میں مشغول ہیں جس طرح جناب ابراہیمؑ کا مقصد ان بتوں کی اصل حقیقت معلوم کرنا نہ تھا اور نہ وہ خود دیکھ رہے تھے کہ وہ بتوں کی پرستش کرتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کے جواب کا مقصد بھی صرف یہ بتانا نہیں تھا کہ وہ بتوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیونکہ یہ بات تو عیاں را چہ بیان کی مصداق تھی۔ بلکہ اپنے اس باطل عقیدے پر اپنے ثبات واستقلال کا اظہار تھا کہ ہم ان کی پرستش میں مشغول ہیں۔ اس پر جناب خلیلؑ نے ان سے پوچھا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو یہ تمہاری دعا و پکار کو سنتے ہیں یا یہ تمہیں نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں؟ تو جب قوم اس سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکی بلکہ خاموشی سے اپنے معبودوں کی عاجزی و بے بسی کا اقرار کرلیا۔ تو اب اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کا سہارا لیا۔ کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی پرستش کرتے دیکھا ہے اس لئے ہم بھی کرتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے واضح طور پر اعتراف کرلیا کہ ان کے پاس بت پرستی کے جواز پر اندھی تقلید کے سوا کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے۔

صد ہزار لعنت برایں تقلید باد

۲۷)قال افرائتیم ما کنتم... الآیة

جن کی تم اور تمہارے گزشتہ باپ دادے پرستش کرتے رہے۔کبھی ان کی اصل حقیقت کو بھی دیکھا اور کیا کبھی ان کے بارے میں غور وفکر کیا ہے؟ کہ ان میں معبود اور خدا ہونے کی کوئی صفت پائی جاتی ہے؟ بہر حال رب العالمین کے سوا میرے تو یہ سب دشمن ہیں کیونکہ انہی کی وجہ سے شرک پھیل رہا ہے اور لوگ تباہ و برباد ہو رہے ہیں گویا کہ جناب خلیل اس پیرایہ میں قوم کو بتا رہے ہیں کہ یہ تمہارے بھی دشمن ہیں جو تمہاری ہلاکت کا باعث ہیں۔

۲۸)الذی خلقنی... الآیة

جناب خلیلؑ اور کائنات کے حقیقی معبود کے چند صفات عالیہ کا تذکرہ

جناب خلیلؑ کا مقصد چونکہ ان لوگوں کو ان کی غلطی پر متوجہ کرنا اور معبود حقیقی کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانا تھا فرمایا تم جن کی چاہو پرستش کرو اور اپنے اندھے بہرے اور بے بس معبودوں کے بارے میں جو چاہو کہو۔لیکن میں تو اس رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے(۶) جو مجھے موت کا ذائقہ چکھائے گا(۷) اور پھر مجھے دوبارہ زندہ کرے گا(۸) جس سے میں امید کرتا ہوں کہ جزا وسزا کے دن میری خطا معاف کر دے گا۔

جناب ابراہیمؑ کے اس بیان حقیقت ترجمان سے یہ باب واضح وعیاں ہوتی ہے کہ پیدا کرنے، حقیقی راہنمائی کرنے، خورد ونوش کی چیزیں مہیا کرنے، بیمار کرنے اور شفا دینے اور مارنے اور زندہ کرنے اور خطاؤں کو معاف کرنے کی باگ ڈور خدائے واحد لاشریک کے قبضہ قدرت میں ہے۔کوئی دیوتا، دیوی یا کوئی نبی کوئی ولی اور کوئی وصی و امام اس کا شریک نہیں ہے تو حید پروردگار کی کیا اعلیٰ تعلیم ہے اور ادب واحترام کی کیا عمدہ تلقین ہے۔ باوجودیکہ بیمار بھی اللہ کرتا ہے اور شفاء بھی وہی دیتا ہے مگر خلیل خدا کہتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے بیماری جو کہ ایک نقص ہے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں اور شفا دینا جو ایک کمال ہے اس کا انتساب خدا کی طرف کرتے ہیں۔اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ باوجود معصوم عن الخطاء ہونے کی اور ساری زندگی اس کی عبادت واطاعت میں بسر کرنے کے اور تمام عمر اس کے دین کی نشر واشاعت میں جدوجہد کرنے کے پھر بھی ادب واحترام خداوندی، اور اپنی تواضع وفروتنی کا عالم یہ ہے کہ خوف وخشیت الٰہی سے دل لبریز ہے اور نا کردہ

خطاؤں کا اعتراف کر کے کہتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار میری خطا معاف فرمائے گا۔

۲۹) رب ھب لی۔۔۔ الآیۃ

جناب ابراہیمؑ خلیل اللہ کی چند دعائیں

جنابؑ خلیل اپنے معبود برحق کی حمد وثناء کرنے کے بعد اس کی بارگاہ میں چند التجائیں پیش کرتے ہیں۔ جو یہ ہیں:

۱۔اے میرے پروردگار مجھے علم وحکمت اور فصل الخطاب عطا کر۔ جیسا کہ سورہ ص آیت ۲۰ میں جناب داؤد کے بارے میں وارد ہے۔ **وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب۔**

۲۔اور مجھے اپنے صالح اور نیکوکار بندوں میں شامل فرما۔ اور مجھے ان کی طرح نیک عمل کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

۳۔اور آنے والے لوگوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھے حقیقی ناموری عطا فرما۔

واضح رہے کہ اس دعا ''**واجعل لی لسان صدق الآیۃ**'' کا جواب سورہ مریم کی آیت ۵۰ میں مذکور ہے **وجعلنا لہ لسان صدق علیاً** اور وہیں اس کا صحیح مفہوم بیان کیا جاچکا ہے۔ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

بہرحال جنابؑ خلیل اللہ کی اسی دعا کا اثر ہے کہ دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت، نصرانیت اور اسلام، حضرت ابراہیمؑ کی جلالت قدر اور عظمت شان پر متفق ہیں۔

۴۔ مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما۔

۵۔اور میرے باپ (یعنی میرے چچا آذر) کی مغفرت فرما۔

مخفی نہ رہے کہ ہم سورہ انعام کی آیت ۷۴ **واذ قال ابراھیم لابیہ آذر الآیۃ**۔ کی تفسیر میں ناقابل تاریخی شواہد ودلائل کی روشنی میں ثابت کرآئے ہیں کہ آذر جناب ابراہیمؑ کا چچا اور منہ بولا باپ تھا اور ان کے حقیقی باپ کا نام تارخ تھا جو موحد ومسلمان تھا۔ تفصیل کے خواہشمند اس مقام کی طرف رجوع کریں۔ نیز جنابؑ خلیل کی یہ دعا مغفرت بھی محض ایک وعدے کی وجہ سے تھی اور جب ان پر واضح ہوگیا کہ یہ شخص دشمن خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کیا تھا **وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃٍ وعدھا۔۔** الآیۃ۔ (التوبہ: ۱۱۴)

۶۔اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ اولا دسوائے اس کے جو ایسا قلب لے کر حاضر ہوگا جو کفر وشرک ونفاق اور فسق وفجور اور ریا کاری کے جذبات سے پاک وصاف ہوگا۔ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قلب سلیم کی تفسیر اس قلب سے کی گئی ہے جو محبت دنیا سے خالی ہو۔ (مجمع البیان)

اور دوسری روایت میں اس کی تشریح اس قلب سے کی گئی ہے جس میں حاضری والے دن خدا کے سوا اور کوئی نہ ہواور فرمایا جس قلب میں شرک یا شک پایا جائے وہ ساقط ہے۔(ایضاً)

۳۰)وازلفت الجنة للمتقين... الآية

پرہیزگاروں کی بلندی شان کا بیان

صحیح ہے کہ جنت متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے کہ تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين۔مگر ان کی شان کی بلندی قابل دیدوداد ہے کہ قیامت کے دن خود جنت ان کی طرف بڑھادی جائے گی۔تاکہ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوں اور انہیں اس میں داخلہ کی بشارت دی جاسکے۔

اور دوسری طرف گمراہوں کے سامنے جہنم ظاہر کردی جائے گی تاکہ اس میں داخلہ سے پہلے اسے دیکھ کر محزون ومغموم ہوں اور ان کی افسردگی اور بے چارگی میں اضافہ ہوجائے۔

۳۱)وقيل لهم اينما كنتم... الآية

معبودان باطل اور ان کے پجاریوں کا انجام

ان گمراہوں سے پوچھا جائے گا کہ آج وہ کہاں ہیں جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے؟ کیا آج وہ تمہاری یا خود اپنی کوئی مدد کرسکتے ہیں؟ پھر ان معبودوں اور پیروں کو ان کے گمراہ مریدوں اور پجاریوں کو اور ابلیس کے سب لشکروں کو اور پیروں کو اندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔وہاں بتوں اور ان کے پجاریوں کی اور شیطان اور اس کے پیروکاروں کی یا دوسرے لفظوں میں پیروں اور اندھے مریدوں کی تو تو میں میں اور باہمی نوک جھونک شروع ہوجائے گی۔اور پجاری اور مرید کہیں گے خدا کی قسم ہم کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔ جو تمہیں رب العالمین کی برابری کا درجہ دیتے تھے اور ہمیں مجرموں نے گمراہ کیا۔تم عین مشکل وقت میں ہمیں دھوکہ دیتے ہو۔

ہائے افسوس آج نہ کوئی ہمارا سفارشی اور نہ کوئی مخلص اور غمگسار مومن دوست ہے محاسن برقی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ شافعین سے مراد آئمہ طاہرین ہیں اور تفسیر قمی میں امامین علیہما السلام سے مروی ہے فرمایا ہے ہم اپنے گناہ گار شیعوں کی اس قدر شفاعت کریں گے کہ ہمارے دشمن یہ منظر دیکھ کر کہہ اٹھیں گے کہ ہمارا تو کوئی سفارشی نہیں ہے۔(القمی)

سورہ اعراف میں گزر چکا ہے کہ **كلما دخلت امة لعنت اختها... الآية** - ہر گروہ جب جہنم میں داخل ہوگا اور اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کر رہا ہوگا۔ اور جب سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو آخری گروہ پہلے گروہ کے بارے میں کہے گا اے ہمارے پروردگار انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا لہٰذا ان کو آگ کا دوہرا عذاب دے۔(اعراف۔۲۸)

اذاتبرأالذين اتبعوا من الذين اتبعوا وراؤا العذاب و تقطت بهم الا سباب۔ وہ وقت کتنا سخت ہوگا جب پیرو پیشوا اپنے مریدوں سے تبرا (بیزاری کا اعلان) کریں گے اور مرید و پیروکار اپنے پیروں سے تبرا کریں گے اور خدا کا عذاب سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ بندہ مومن بھی اپنے پڑوسیوں اور اپنے ساتھ نیکی کرنے والوں کے حق میں شفاعت کرے گا۔(اصولی کافی) نیز یہ بھی وارد ہے کہ ایک بندہ مومن کم از کم تیس آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ یہ ماجرا دیکھ کر مخالفین کہیں گے کہ افسوس ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے۔(ایضاً)

آیات القرآن

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ࣙالْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۰۵ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ۝۱۰۶ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۰۷ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۰۸ وَمَآ
اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۹ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۱۰ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝۱۱۱ قَالَ وَمَا
عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱۲ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝۱۱۳
وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۴ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۵ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ

تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ
كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ
اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

نوحؑ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا (۱۰۵) جب کہ ان کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۰۶) بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۰۷) سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۰۸) اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۰۹) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۱۰) انہوں نے کہا ہم کس طرح تجھے مان لیں (اور اطاعت کریں) جبکہ رذیل لوگ تمہاری پیروی کررہے ہیں (۱۱۱) آپ نے کہا مجھے اس کی کیا خبر (اور کیا غرض؟) جو وہ کرتے رہے ہیں؟ (۱۱۲) ان کا حساب کتاب کرنا تو میرے پروردگار ہی کا کام ہے کاش تم شعور سے کام لیتے (۱۱۳) اور میں اہل ایمان کو دھتکارنے والا نہیں ہوں (۱۱۴) میں تو صرف ایک کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں (۱۱۵) ان لوگوں نے کہا اے نوحؑ! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے (۱۱۶) آپ نے کہا اے میرے پروردگار! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا ہے (۱۱۷) پس اب تو ہی میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما اور مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دے (۱۱۸) پس ہم نے انہیں اور جو اس بھری ہوئی کشتی میں ان کے ساتھ تھے سب کو نجات دی (۱۱۹) پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا (۱۲۰) بے شک اس میں ایک بڑی کامیابی ہے (مگر) ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لانے والے ہیں (۱۲۱) اور آپ کا پروردگار بڑا غالب ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۲۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ آمن ...... کا صلہ جب ب ہے جیسے آمن بہ تو اس کے معنی ایمان لانے اور تصدیق کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کا صلہ لام ہو جیسے آمن لہ تو اس کے معنی اطاعت کرنے کے ہوتے ہیں۔

۲۔ ارذلون ... ارذل کی جمع جس کی جمع تکثیر اراذل ہے جس کے معنی ہیں پست اور گھٹیا طبقہ کے لوگ۔

۳۔ طارد ...... کے معنی دھتکارنے والا۔

۴۔ المرجومین ......رجم کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں۔

۵۔ انفلك المشحون ...... کے معنی ہیں بھری ہوئی کشتی۔

۶۔ فتح ...... کے معنی ہیں قطعی فیصلہ۔

تفسیر الآیات

۳۲) کذبت قوم نوح المرسلین ... الآیة

جناب نوح کے حالات وواقعات درج ذیل مقامات پر مذکور ہیں

سورہ اعراف از آیت ۵۹ تا ۶۴۔سورہ یونس از آیت ۷۱ تا ۷۳،سورہ ہود از آیت ۲۵ تا ۴۸۔سورہ بنی اسرائیل آیت ۳ سورہ الانبیاء از آیت ۷۶ تا ۷۷۔سورہ المومنون از آیت ۲۳ تا ۳۰۔سورۃ الفرقان آیت ۳۷۔ علاوہ بریں حسب ذیل سورتوں میں بھی ان کے حالات موجود ہیں۔سورہ عنکبوت از آیت ۱۴ تا ۱۵۔ سورہ الصافات از آیت ۷۵ تا ۸۲۔سورۃ القمر از آیت ۹ تا ۱۵ اور پوری سورہ نوح۔

اگرچہ حسب ظاہر نوح کی قوم نے ایک رسول (نوحؑ) کو جھٹلایا تھا۔مگر انہیں سب پیغمبروں کو جھٹلانے والا اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ایک رسول کی تکذیب سب رسولوں کی تکذیب کے مترادف ہے۔کیونکہ کسی رسول کی تکذیب دراصل اس پیغام اور دعوت حق کی تکذیب ہے جو وہ منجانب اللہ لاتا ہے۔اور وہ دعوت حق سب کی ایک ہے نیز کسی بھی ایسے رسول کی تکذیب جس کی رسالت قرآن سے ثابت ہو۔تکذیب قرآن کے مترادف ہے۔اور یہ کفر ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ ان لوگوں نے ان سب رسولوں کو جھٹلایا تھا

جو حضرت آدمؑ و جناب نوحؑ کے درمیان تھے۔(مجمع البیان)

۳۳)اذ قال اخوهم نوح... الآية

یہاں بھائی چارے سے قومی اور نسبی بھائی چارہ مراد ہے۔ دینی و ایمانی بھائی چارہ مراد نہیں ہے۔ یہاں جناب نوحؑ کا پہلا خطاب اجمالاً الا تتقون ہے کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ کیونکہ جب تک کسی شخص یا جماعت کے دل و دماغ میں اپنے کام کے بُرے انجام کا خوف نہ ہو تب تک وہ کسی مصلح کی بات پر توجہ نہیں کرتا۔ اور جب تک حق کی جستجو نہ کی جائے تب تک خدا سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔ والذین جاهدو افینا لنهدینهم سبلنا۔ مگر دوسرے مقامات پر ابتدائی خطاب یوں نقل ہوا ہے۔ اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعونی۔ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس سے ڈرو۔ اور میری اطاعت کرو۔(سورہ نوح۔ ۳)

۳۴)انی رسول امین... الآية

میرا بچپن اور جوانی تمہارے سامنے ہے۔ میں صادق اور امین رسول ہوں اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔ خدا کے معاملہ اور پیغام رسانی میں کس طرح خیانت کر سکتا ہوں۔ یہ استدلال ایسا ہی ہے جیسا پیغمبرؐ اسلام نے قوم کے سامنے پیش کیا تھا کہ لقد لبثت فیکم عمراً من قبله۔ کہ میں اعلان رسالت سے پہلے اپنی زندگی کے چالیس سن و سال تمہارے درمیان گزار چکا ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ میں صادق بھی ہوں اور امین بھی۔ اس لئے اللہ سے ڈرو۔ اور میری اطاعت کرو تا کہ دنیا و آخرت میں فلاح پاؤ۔

۳۵)وما اسئلکم علیه من اجر... الآية

مجھے تم سے نہ کوئی طمع ہے اور نہ کوئی لالچ میں ایک بے غرض آدمی ہوں اور میرے سامنے کوئی مادی منفعت نہیں ہے لہٰذا تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا معاوضہ تو میرے بھیجنے والے کے ذمہ ہے۔ میری تمام کد و کاوش اور میری تمام دلسوزی جان گدازی کا مقصد صرف تمہیں راہ راست پر لانا ہے اور اس کے نتیجہ میں جاگیر جنت کا تمہیں پٹہ دلوانا اور جہنم سے بچانا۔ وبس۔ واضح رہے کہ یہ آیت قبل ازیں سورہ انعام آیت ۹۱ اور سورہ ہود آیت ۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۶)قالو انؤمن لك... الآية

قوم کے اکابر اور سرداروں نے جناب نوحؑ کی دعوت حق کا یہ جواب دیا کہ ہم آپ پر کس طرح ایمان لا سکتے ہیں اور کس طرح آپ کی اطاعت کر سکتے ہیں جبکہ آپ پر وہ لوگ ایمان لائے ہیں جو معاشرہ میں رذیل

اور گھٹیا سمجھے جاتے ہیں اور ان کے پاس نہ کوئی مال ومنال ہے اور نہ کوئی جاہ وجلال۔ تو ہم معزز لوگ ایسے پست طبقہ کے لوگوں کے پیشوا پر ایمان لا کر اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنی سبکی کرائیں؟ لہٰذا ان لوگوں کو جناب نوحؑ کی نبوت پر صرف یہی اعتراض تھا اس لئے کہتے تھے کہ اگر وہ سچے نبی ہوتے اور ان کے دعویٰ و دلیل میں کوئی وزن ہوتا تو ہمارے امراء اور اشراف ان پر ایمان کیوں نہ لاتے؟ عجیب بات ہے کہ کفار مکہ بھی یہی بات پیغمبرؐ اسلام کے بارے میں کہتے تھے۔ سچ ہے الکفر ملة واحدہ۔ وہ یہ حقیقت نہیں جانتے تھے کہ دین اور دین کے علمبرداروں کا ساتھ ہمیشہ غرباء ومساکین نے دیا ہے اور امراء ورؤساء عموماً اس سعادت سے محروم رہے ہیں۔ سچ ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یعنی:

این سعادت بزور بازو نیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ

۳۷) وما علمی بما کانوا... الآیۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کفار ان اہل ایمان کے پیشے اور حرفت پر اعتراض کرتے تھے کہ وہ پست ہیں اور کچھ ان کی نیت پر معترض تھے کہ انہوں نے نوحؑ کی دعوت کو حق سمجھ کر قبول نہیں کیا۔ بلکہ اپنی تشہیر وغیرہ کی نیت سے قبول کیا ہے۔ اس جملہ میں ان جملہ ایرادوں کا جواب ہے کہ مجھے ان کے پیشہ سے یا نیت سے کیا غرض؟ حسب ظاہر ان کا قول وعمل صحیح ہے اور نیت کا معاملہ خدا سے متعلق ہے کاش کہ تمہیں معلوم ہوتا کہ کسی بھی انسان کی قدر وقیمت اس کے ایمان وعمل سے ہوتی ہے۔ مال ومنال اور دنیوی جاہ وجلال سے نہیں ہوتی۔

۳۸) وما انا بطارد... الآیۃ

اس آیت کے انداز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان بڑے لوگوں نے جناب نوحؑ سے یہ مطالبہ کیا ہوگا کہ ان رذیل لوگوں کو اپنی بزم سے باہر نکالو تو پھر ہم آ سکتے ہیں۔ جناب نوحؑ ان منکروں کے اس مطالبہ کو پائے استحقار سے ٹھکراتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ میں ایمان وعمل کی دولت سے بہرہ مند لوگوں کو اپنی بزم نبوت سے دھتکار کر باہر نہیں نکال سکتا۔ اس قسم کی ایک آیت سورہ ہود میں نمبر ۲۹ پر گزر چکی ہے۔ یہی مطالبہ قریش نے بھی پیغمبرؐ اسلام سے کیا تھا جسے آپ نے حکم الٰہی سے ٹھکرا دیا تھا۔ ارشاد قدرت ہے کہ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ الآیۃ۔ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو اپنے پروردگار کی خوشنودی کی خاطر صبح وشام اسے پکارتے ہیں۔ (الانعام۔ ۵۲)

۳۹)قالو الئن لم تنته۔۔۔الآیۃ

جب قوم نوحؑ کے بڑے کافر لوگ دلیل و برہان سے بات نہ کر سکے تو باطل پرستوں کی پرانی عادت پر اتر آئے یعنی دھونس و دھاندلی اور طاقت کے بل بوتے پر انہیں دبانا چاہا۔ اس تبلیغ سے باز آ جاؤ۔ ورنہ سنگسار کر دیئے جاؤ گے؟ مگر حق اور حق والے کب باطل اور باطل نوازوں کی گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب ہوتے ہیں؟

باطل آخر داغ حسرت میری است

۴۰)وقال رب نجنی ومن معی۔۔۔الآیۃ

نوحؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے پروردگار میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ اب تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے یعنی مجھے اور میرے ساتھیوں کو نجات دے اور سب کافروں کو غرق کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایضاح:

یقیناً جناب نوحؑ اور ان کے ساتھی اہل ایمان کشتی نوحؑ میں سوار ہو کر ہلاکت سے بچ گئے اور باقی سب لوگ غرق ہو کر نیست و نابود ہو گئے مگر ان آیتوں کے ظاہری ترجمہ سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ سب کچھ پہلے دن ہی ہو گیا کہ جناب نوحؑ نے دعوائے نبوت کیا ادھر کفار نے انکار کیا۔ پھر کچھ بحث و تمحیص ہوئی اور آخر کار جناب نوحؑ کی بددعا پر سب معاملہ ختم ہو گیا۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ تو نوح اور ان کی قوم کے درمیان اس طویل کشمکش کا اجمالی تذکرہ ہے جو ساڑھے نو سو سال تک جناب نوحؑ اور ان کی کافر و نافرمان قوم کے درمیان جاری و ساری رہی۔ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما۔ (عنکبوت۔ ۱۴)

اور اس مدت مدید کے بعد جب کسی کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ تب نوحؑ نے بددعا کی اور قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ یہ بات قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۶۴ اور سورہ ہود کی آیت ۴۰ میں گزر چکی ہے۔

آیات القرآن

كَذَّبَتْ عَادُ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي
لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً
تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ
بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ
بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَّجَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْۤ
اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ
اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ
بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

(اسی طرح قوم) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا(۱۲۳) جبکہ ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۲۴) بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۲۵) سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۲۶) اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۲۷) کیا تم ہر بلندی پر بے فائدہ ایک یادگار تعمیر کرتے ہو (۱۲۸) اور تم بڑے محل تعمیر کرتے ہو شاید کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے (۱۲۹) اور جب تم کسی پر حملہ کرتے ہو تو جبار و سرکش بن کر حملہ کرتے ہو (۱۳۰) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۳۱) اور اس ذات سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری مدد کی ہے جنہیں تم جانتے ہو (۱۳۲) (یعنی) اس نے مویشیوں اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائی (۱۳۳) اور باغات اور چشموں سے (۱۳۴) میں تمہارے متعلق ایک بہت بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۱۳۵) ان لوگوں نے کہا کہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو۔ ہمارے لئے برابر ہے (۱۳۶) یہ (ڈراوا) تو بس اگلے لوگوں کی عادت ہے (۱۳۷) اور ہم کبھی عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں ہیں (۱۳۸) پس انہوں نے اس (ہود) کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں ہلاک

کردیا۔ بے شک اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لائے نہیں تھے(۱۳۹)اور یقیناً آپ کا پروردگار بڑا غالب بڑا رحم کرنے والا ہے(۱۴۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ ریع...... کے معنی ہیں بلند ٹیلہ، اونچی جگہ اور دو پہاڑوں کے درمیان کھلا راستہ۔

۲۔ آیۃ...... کے معنی نشانی، معجزہ اور علامت کے ہیں اور یہاں اس سے یادگاری مکان مراد ہے۔

۳۔ عبث...... کے معنی ہیں بے فائدہ اور بے کار کام۔

۴۔ مصانع۔ مصنع...... کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بارش کا پانی جمع کرنے کا حوض اور قلعہ و محل۔

۵۔ بطشتم ......بطش کے معنی حملہ کرنے، پکڑنے اور دار و گیر کرنے کے ہیں۔

۶۔ خلق...... کے معنی ہیں عادت اور طور طریقے۔

تفسیر الآیات

(۱) کذبت عاد المرسلین... الآیۃ

وہ مقامات جہاں جناب ہودؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ موجود ہے

سورہ اعراف از آیت ۶۵ تا ۷۲۔ سورہ ہود از آیت ۵۰ تا ۶۰۔ پھر یہاں سورہ شعراء علاوہ ازیں درج ذیل مقامات پر بھی ان کے واقعات مذکور ہیں۔ سورہ حم السجدہ ۱۳ تا ۱۶۔ سورہ الاحقاف از آیت ۲۱ تا ۲۶۔ سورہ الذاریات از آیت ۴۱ تا ۴۵۔ سورہ القمر از آیت ۱۸ تا ۲۲۔ سورہ الحاقہ از آیت ۴ تا ۸ اور سورہ الفجر ۶ تا ۷)

قوم عاد کے بعض خصائل و عادات کا بیان

پورے سلسلہ انبیاء کے بنیادی پیغام کی وحدت بتاتی ہے کہ سب کا مقصد وحید توحید پروردگار کا اثبات اور شرک کی نفی کرنا ہے۔ ہاں البتہ ہر ہر نبی اپنی امت کے خصوصی حالات و صفات کے تحت خصوصی اوامر اور نواہی بھی پہنچاتا رہا اور اپنی قوم کے خصوصی جرائم کی روک تھام کا اہتمام کرتا رہا۔ مگر سب کا اصل الاصول ہمیشہ ایک رہا ہے۔ بہرحال قوم عاد کی وہ چند خصوصیات جو قرآن کی مختلف آیات سے معلوم ہوئی ہیں یہ ہیں:

۱۔ قوم نوحؑ کی بربادی کے بعد جس قوم کو خصوصی عروج حاصل ہوا وہ یہی قوم ہے۔ (سورہ اعراف

آیت۔۲۹)

۲۔جسمانی ڈیل ڈول اور جسمانی قوت وطاقت اور صحت وسلامتی میں اپنی مثال آپ تھے۔(ایضاً و سورۃ الفجر ۸)

۳۔اونچے ستونوں والی بلند وبالا عمارتیں بنانے میں بڑے ماہر تھے۔(الفجر۔آیت ۷/۶)

۴۔اپنی ترقی اور جسمانی قوت کی وجہ سے بڑی متکبر قوم تھی۔(حم السجدہ آیت ۱۵)

۵۔خود بھی جبار وسرکش تھے اور بڑے بڑے جباروں کے پیروکار تھے۔(ہود۔۵۹)

۶۔گووہ خدا کی ہستی کے منکر نہ تھے ہاں البتہ شرک فی العبادۃ میں مبتلا تھے۔(اعراف۔۷۰)

اس قوم کی اصلاح کی خاطر جناب ہودؑ کو بھیجا گیا تھا جس کی مجموعی طور پر مخالفت اور حکم عدولی کی گئی اور انجام کار وہ قوم تہس نہس کردی گئی اور آنے والی قوم کے لئے نشان عبرت بنادی گئی۔

۴۲)اذ قال اخوھم ... الآیۃ

اس آیت سے لے کر آیت ۱۲۷ تک ان پانچ آیتوں میں بعینہ وہی مطالب ومعانی بیان کئے گئے ہیں جو ابھی اوپر آیت ۱۰۶ سے لے کر ۱۰۱ تک بیان کئے گئے ہیں۔صرف نام کا فرق ہے کہ وہاں قوم نوحؑ ہے اور اس کے ہادی نوح ہیں اور یہاں قوم عاد ہے اور اس کے داعی ہودؑ ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ سب انبیاء کی دعوت ایک ہے پیغام ایک ہے کہ معبود ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور ہر امر ونہی میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری بندوں پر واجب ولازم ہے۔

۴۳)أتبنون بکل ریع ... الآیۃ

ضرورت کے مطابق مکانات بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے

دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے لہٰذا اپنی ضروریات اور حیثیت کے مطابق مکان یا مکانات بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عقلی یا شرعی قباحت اور خرابی ہے ہاں البتہ محض اپنی دولت کی نمائش کرنے اور لوگوں میں فخر ومباہات کرنے کے لئے یادگاری عمارات تعمیر کرنا عقلاً اور شرعاً ایک قبیح اور عبث کام ہے۔جیسا کہ قوم عاد والوں کا دستور تھا کہ جہاں کوئی ٹیلہ یا اونچا مقام دیکھا وہیں یادگار کے طور پر کوئی بلند وبالا عمارت کھڑی کردی جس طرح کہ آج کل بھی رواج ہے کہ اونچے اونچے لاٹ بنائے جاتے ہیں جو سکونت کے کسی کام میں نہیں آتے بس صرف نام ونمود کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

۴۴)و تتخذون مصانع ... الآیة

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنی ضروریات کے رہائشی مکان بھی عالی شان اور شاندار مزین محلات کی شکل میں تعمیر کرتے تھے اوران پر بے دریغ دولت خرچ کرتے تھے۔ جیسے دنیا میں ہمیشہ رہنے کا انتظام کررہے ہوں جو اگر حرام نہیں ہیں تو کوئی مستحسن کام بھی نہیں ہے اس لئے جناب ہودؑ نے ان کی زجرو تیخ کی ہے اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے بھی یہ کوئی پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔ چنانچہ انصاری کے مکان کے گنبد والے واقعہ سے عیاں ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے ایک انصاری کے مکان کا اونچا گنبد دیکھ کرنا گواری محسوس کی تھی۔ اور جب اس نے اسے منہدم کرادیا تو آپؐ خوش ہو گئے اور فرمایا ان لکل بناٌ بنی و بال علی صاحبه یوم القیامة الا لا بد منه۔ ہر عمارت جو تعمیر کی جائے وہ اپنے بانی کے لئے بروز قیامت وبال جان ہوگی۔ سوائے ضرورت کی عمارت کے۔ (مجمع البیان)

بہرحال اپنی ضروریات زندگی کے تحت عمدہ مکان بنانے اور اس میں ضروریات زندگی مہیا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر صرف تزک و احتشام اور نمائش کی خاطر اس میں غیر ضروری اجزاء کا بنوانا شرعاً کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے اور اگر دولت کی فراوانی ہو تو اسے نہ صرف برادران اسلام بلکہ تمام بنی نوع انسان کے حاجتمندوں کی حاجت برآری اور انہیں آسائش و آرام پر صرف کرنا بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

۴۵)واذبطشتم ... الآیة

ایک طرف تو یادگاریں تعمیر کرنے عالی شان محلات بنانے اور پانی کی طرح دولت بہانے میں وہ دریا دلی اور دوسری طرف بنی نوع انسان کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں یہ سنگدلی کہ کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کے مقابلہ میں تمہارے دلوں میں رحم کا کوئی رمق ہی نہیں ہے جو ہتھے چڑھ گیا اس کا کام تمام کر دیا اور جس سے کوئی غلطی سرزد ہوئی اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

۴۶)واتقوا الذی... الآیة

جناب ہودؑ ایک ایک کرکے منعم حقیقی کے بعض بڑے بڑے انعامات کا تذکرہ کر کے انہیں تقوائے الٰہی اختیار کرنے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ مگر ان پر اس وعظ و نصیحت کا کوئی اثر

نہیں ہوتا بلکہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ آپ خواہ وعظ کریں اور خواہ نہ کریں۔دونوں باتیں ہمارے لئے برابر ہیں۔ہم کوئی بھی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔مخفی نہ رہے کہ ان احسانات اور نوازشات کا تفصیلی تذکرہ سورہ اعراف میں کیا جا چکا ہے۔

۴۷)ان هذا الا خلق۔۔۔ الآية

اس آیت کے مفہوم کا تعین؟

اس آیت میں جو اسم اشارہ ''هذا'' موجود ہے اس کے مشار الیہ میں اختلاف ہے بعض نے اس سے ان کا طور وطریق اور طرز بود و ماند اور بت پرستی مراد لی ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ ہمارے آباؤ اجداد بھی یہی کام کرتے چلے آرہے ہیں۔تو ان پر کونسا پہاڑ گر پڑا تھا جو ہم پر گرے گا۔بعض نے اس سے جناب ہودؑ کا وعظ و نصیحت کرنا اور انہیں خدا کی بندگی کرنے پر آمادہ کرنا مراد لیا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اگلے زمانہ کے ہادی اور داعی بھی ایسی باتیں کرتے رہے ہیں مگر دنیا کی گاڑی جوں کی توں چل رہی ہے اور یونہی چلتی رہے گی اور بعض نے اس سے وہ ڈراوا مراد لیا ہے جو جناب ہودؑ ایمان نہ لانے اور خدا کی اطاعت نہ کرنے کی صورت میں دیا کرتے تھے کہ خدا تم پر ایسا عذاب نازل کرے گا جو تمہیں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔اس سے اگلی آیت وما کنا بمعذ بین اس بات کا صریح قرینہ اور شاہد صادق ہے کہ یہاں هذا کا اشارہ اسی عذاب والے ڈراوے کی طرف ہے جسے وہ لوگ سمجھ بھی گئے تھے مگر اس سے سبق حاصل نہ کیا اور اس عذاب سے بچنے کی کوئی تدبیر اختیار نہ کی یہاں تک کہ عذاب نازل ہوا اور ان کا نام ونشان مٹ گیا۔

۴۸)فکذبوه فاهلکنا هم۔۔۔ آلاية

ان لوگوں نے جناب ہودؑ کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔جس کی تفصیل سورۃ الاحقاف اور سورۃ الحاقہ میں مذکور ہے اور ہم سورہ اعراف میں بھی بیان کر چکے ہیں۔فراجع

آیات القرآن

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا
هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِىْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾
وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا
تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا
يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا
شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ
عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ
الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾

ترجمۃ الآیات

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا (۱۴۱) جبکہ ان کے بھائی صالحؑ نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو (۱۴۲) میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۴۳) سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۴۴) اور میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۴۵) کیا تمہیں ان چیزوں میں جو یہاں ہیں امن واطمینان سے چھوڑ دیا جائے گا (۱۴۶) (یعنی) باغوں اور چشموں میں (۱۴۷) اور ان کھجوروں میں جن کے خوشے نرم اور خوب بھرے ہوئے ہیں (۱۴۸) اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے ہو (یا مہارت سے) مکانات بناتے ہو (۱۴۹) پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۵۰) اور ان حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو (۱۵۱) جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے (۱۵۲) ان لوگوں نے کہا (اے صالحؑ) تم ان

لوگوں میں سے ہو جن پر سخت (یا بار بار) جادو کر دیا گیا ہے (۱۵۳) تم تو بس ہمارے جیسے ایک بندہ ہو۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ لاؤ (۱۵۴) صالحؑ نے کہا یہ ایک اونٹنی ہے ایک دن اس کے پانی پینے کا ہوگا اور ایک مقررہ دن کا پانی تمہارے پینے کے لئے ہوگا (۱۵۵) اور خبردار اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں ایک دن بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا (۱۵۶) پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر پشیمان ہوئے (۱۵۷) پھر ان کو عذاب نے آ پکڑا بیشک اس (واقعہ) میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے (۱۵۸) اور یقیناً آپ کا پروردگار بڑا غالب ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۵۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ طلع ...... کے معنی ہیں خوشہ و گوشہ۔

۲۔ هَضِيمٌ ...... کے معنی نرم و نازک کے بھی ہیں اور دوسرے معنی پھل سے لدے ہوئے خوشے جو نیچے جھکے ہوئے ہوں اور جن کا پھل پک چکنے کے بعد نرمی و رطوبت کی وجہ سے پھٹ رہا ہو۔

۳۔ تنحتون ......نحت کے معنی پہاڑ کھودنا اور سنگ تراشی کرنا۔

۴۔ فارهين ...... یہ فارہ کی جمع ہے جو فرہ سے مشتق ہے جس کے معنی اترانے کے ہیں اور مہارت کے بھی۔

۵۔ المسخرين...... کے معنی سخت سحرزدہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۴۹۔ كذبت ثمود المرسلين ... الآیة

وہ مقامات جہاں جناب صالحؑ اور ان کی قوم ثمود کے حالات و واقعات مذکور ہیں

سورہ اعراف از آیت ۷۳ تا ۷۹۔ سورہ ہود از آیت ۶۱ تا ۶۸۔ سورہ الحجر از آیت ۸۰ تا ۸۴۔ سورہ

بنی اسرائیل از آیت ۵۹۔مزید برآں سورہ نمل از آیت ۴۵ تا ۵۳۔سورہ الذاریات از آیت ۴۳ تا ۴۵۔سورہ القمر از آیت ۲۳ تا ۳۱۔سورہ الحاقہ ۴ تا ۵۔سورہ الفجر ۹ اور الشمس ۱۱ میں بھی کچھ تفصیلات مذکور ہیں۔

قوم ثمود کے مزید کچھ حالات وخصوصیات

ثمود نامی ایک مشہور سامی قوم عرب قدیم میں گزری ہے بڑی پرقوت وشوکت اصل نام قوم کے مورث اعلیٰ کا تھا اور اسی کے نام پر اس وقت کے دستور کے مطابق قوم کا نام بھی پڑ گیا۔شجرہ نسب جو زیادہ مشہور ہے۔یہ ہے ثمود بن جثر بن ارم بن سام بن نوحؑ۔ان کی سلطنت عرب کے شمالی ومغربی حصہ میں قائم تھی۔دارالحکومت کا نام الحجر تھا اب اسے مدائن صالحؑ کہتے ہیں۔تعمیرات وانجینئرنگ اور سنگ تراشی اس قوم کے نمایاں جوہر رہے ہیں۔(اعلام القرآن۔دریادی)

قوم عاد کے بعد جس قوم کو بڑا عروج ہوا وہ یہی قوم تھی۔پہاڑوں کو کھود کھود کر غاروں میں مکان بنانا اور عام میدانی علاقوں میں شاندار محلات تعمیر کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ان کے معاشرہ میں بت پرستی کا دور دورہ تھا۔اگر چہ اس قوم کے اکثر افراد بھی مفسد تھے مگر ان کے بڑے بدتر قسم کے مفسد تھے۔خدا نے انہیں دنیوی نعمتوں یعنی باغوں، چشموں، کھیتوں اور بہترین کھجوروں سے نوازا تھا مگر کفران نعمت کی وجہ سے جہاں یہ سب نعمتیں سلب کر لی گئیں۔وہاں ان کے اپنے کفر وشرک اور تکذیب رسل کی وجہ سے خود بھی ہلاک وبرباد ہو کر دوسرے لوگوں کے لئے نشان عبرت بن گئے۔

۵۰)اذقال لهم اخوهم ... الآية

اس آیت سے لے کر آیت ۱۴۵ تک وہی گفتگو ہے جو جناب نوحؑ اور ان کی قوم اور جناب ہودؑ اور ان کی قوم کے درمیان ہوئی ہے جو اوپر مذکور ہے۔صرف نام بدلا ہوا ہے ورنہ بات وہی ہے اور یہ سب انبیاء کے پیغام اور دعوت کی وحدت کی دلیل جمیل ہے۔

۵۱)اتترکون فی ما ... الآية

ان لوگوں سے پوچھا جا رہا ہے کہ آیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں آرام واطمینان کے ساتھ ان نعمتوں یعنی باغوں، چشموں اور کھجور کے درختوں میں چھوڑ دیا جائے گا۔اور تمہیں موت نہیں آئے گی۔اور تم دوسرے جہاں کی طرف منتقل نہیں ہوگے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو تو تمہاری سوچ کا زاویہ غلط ہے۔تم نے ہمیشہ یہاں نہیں رہنا اور ایک دن دنیا چھوڑ جانا ہے۔

واضح رہے کہ هضيم کے ایک معنی نرم ونازک کے ہیں اس بناء پر معنی یہ ہوں گے کہ ان کے خوشے

نرم ہیں اور دوسرے معنی ہیں کھجور کے وہ خوشے جو پھل سے اس قدر لد گئے ہوں کہ نیچے جھک گئے ہوں اور جن کا پھل پک چکنے کے بعد نرمی اور رطوبت کی وجہ سے پھٹ رہا ہو۔

۵۲) و تنحتون من الجبال ... الآیۃ

یہ بات تو ابھی او پر اس قوم کے حالات میں بیان ہو چکی ہے کہ یہ لوگ سنگ تراشی کر کے پہاڑوں میں بھی مکان بناتے تھے اور میدانی علاقوں میں بھی۔ مگر یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ فارھین کا مفہوم کیا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ فارہ کی جمع ہے۔ مگر فرہ کے دو معنی ہیں خوشی ونشاط اور اترانا اور کسی کام میں مہارت رکھنا۔ بناء بریں اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم اتراتے ہوئے پہاڑوں میں مکان بناتے ہو اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ تم بڑی مہارت سے عمدہ مکان بناتے ہو۔

۵۳) ولا تطیعو اامر ... الآیۃ

میری اطاعت کرو اور اپنے ان مفسد سرداروں اور بڑوں کی اطاعت نہ کرو۔ جو فساد تو پھیلاتے ہیں مگر اصلاح احوال کی کوشش نہیں کرتے اور یہی ہر دور میں بڑے لوگوں کی عادت رہی ہے۔ اور پھر ظاہر ہے کہ عام لوگ عموماً بڑے لوگوں کے ہی نقش قدم پر چلتے ہیں۔

۵۴) قالو انما انت ... الآیۃ

اس بدبخت اور نابکار قوم نے جناب صالحؑ کی مشفقانہ وناصحانہ گفتگو کا یہ جواب دیا کہ تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم پر بار بار جادو کیا گیا ہے یا تم پر بڑا سخت جادو کیا گیا ہے۔ جس سے تمہاری عقل جاتی رہی ہے۔ اس لئے یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ نیز تم تو ہماری مانند ایک بشر ہو تو تم رسول کس طرح ہو سکتے ہو؟ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ احمق بھی عام کفار ومشرکین کی طرح نبوت وبشریت کو ایک دوسرے کی ضد جانتے تھے کہ جو بشر ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ جس کی قرآن نے بار بار تردید کی ہے اچھا تو اگر تم سچے ہو تو کوئی معجزہ لاؤ اور ہمیں دکھاؤ۔

۵۵) قال ھذہ ناقۃ ... الآیۃ

اس پر آپ نے باذن اللہ پہاڑ سے ایک ناقہ لا کر پیش کیا اور ان سے فرمایا کہ ایک دن یہ ناقہ پانی پیئے گی اور دوسرے دن تم پینا اور دیکھو اسے تکلیف نہ پہنچانا۔ ورنہ سخت عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ مگر ان بدبختوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اس کی پاداش میں انہیں سخت عذاب نے آ پکڑا اور وہ تہس نہس ہو گئے۔ ان امور کی تفصیلات قبل ازیں سورہ اعراف ۷۷ تا ۷۹ میں گزر چکی ہیں۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ ۖ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿١٦١﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ
اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ
الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ
اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ
نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي
الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ
مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾

ترجمۃ الآیات

قوم لوطؑ نے رسولوں کو جھٹلایا (۱۶۰) جبکہ ان کے بھائی لوطؑ نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو (۱۶۱) میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۶۲) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۶۳) اور میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۶۴) کیا تم دنیا جہان والوں میں سے (بدفعلی کے لئے) مردوں کے پاس ہی جاتے ہو (۱۶۵) اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے جو بیویاں پیدا کی ہیں انہیں چھوڑ دیتے ہو۔ بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو (۱۶۶) ان لوگوں نے کہا اے لوطؑ! (اگر تم ان باتوں سے) باز نہ آئے تو تمہیں ضرور باہر نکال دیا جائے گا

(۱۶۷) آپ نے کہا میں تمہارے (اس) کردار سے سخت نفرت کرنے والوں میں سے ہوں (۱۶۸) اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عمل (کے وبال) سے جو یہ کرتے ہیں نجات عطا فرما (۱۶۹) چنانچہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات عطا کی (۱۷۰) سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی (۱۷۱) پھر ہم نے دوسرے سب لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا (۱۷۲) اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی ۔سو کیا بُری بارش تھی جو ڈرائے ہوؤں پر برسی (۱۷۳) بے شک اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے (۱۷۴) اور یقینا آپ کا پروردگار بڑا غالب ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۷۵)

تشریح الالفاظ

۱۔ تذرون۔ وذر، یذر ...... کے معنی ترک کرنے اور چھوڑنے کے ہیں۔

۲۔ عادون ...... عادی کی جمع ہے اور عدا یعدو کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور یہ دوڑنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ القالین ۔ قلی ...... سے مشتق اور قلا یقلو کے معنی بغض و عدالت کے ہیں اور اس کے دوسرے معنی گوشت پکانے کے بھی ہیں۔

۴۔ دمرنا، دمرید مر تدمیر کے معنی ہیں کسی کو تباہ و برباد کرنا۔

۵۔ الغابرین ...... یہ غابر کی جمع ہے جس کے معنی پیچھے رہ جانے والے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۶) کذبت قوم لوط ... الآیة

قرآن مجید کے وہ مقامات جہاں جناب لوطؑ اور ان کی قوم کے حالات مذکور ہیں

مندرجہ ذیل مقامات پر جناب لوطؑ اور ان کی قوم کے حالات و واقعات مذکور ہیں ارباب تحقیق ان مقامات کی طرف رجوع کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔سورہ اعراف از آیت ۸۰ تا ۸۴۔سورہ ہود از

آیت ۴۷ تا ۸۳۔سورہ الحجر از آیت ۵۷ تا ۷۷۔سورہ الانبیاء از آیت ۷۱ تا ۷۵ اور بعد ازاں درج ذیل مقامات پر بھی مذکور ہیں۔سورہ النمل از آیت ۵۴ تا ۵۸۔سورہ العنکبوت از آیت ۲۸ تا ۳۵۔سورہ الصافات از آیت ۱۳۳ تا ۱۳۸۔سورہ القمر از آیت ۳۳ تا ۳۹۔

آپ کی نافرمان اور جرائم پیشہ امت علاوہ بے دینی کے طرح طرح کی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں میں مبتلا تھی۔آخر فرشتوں کے ذریعہ عذاب الٰہی آیا اور وہ بستی الٹ دی گئی۔(اعلام القرآن۔دریابادی)

۵۷) اذقال اخوهم لوط... الآية

اس آیت ۶۰ سے لے کر آیت ۱۶۴ تک ان پانچ آیتوں کا مطلب ومفہوم وہی ہے جو گزشتہ ان آیتوں کا ہے جو قوم نوحؑ، قوم عادؑ اور قوم ثمود کے حالات میں گزر چکی ہیں۔فراجع

۵۸) اتأتون الذكران... الآية

یہاں قوم لوط کے اس خلاف وضع فطری شہوت رانی کا تذکرہ کیا جارہا ہے جس کے تصور سے بھی طبیعت کو گھن آتی ہے مگر وہ نابجار لوگ آج کل کی بعض نام نہاد متمدن ومہذب قوموں کی طرح بری طرح اس میں مبتلا تھے۔جس کی تفصیل مع اس کی مذمت کے سورہ اعراف کی آیت ۸۰ اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين۔کی تفسیر میں ہم بیان کرآئے ہیں۔اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔تکرار کی ضرورت نہیں ہے اسی بناء پر اس قوم کو ''عادون'' حد سے تجاوز کرنے والی قوم کہا گیا ہے کہ یہ وہ قبیح فعل ہے جو جانور بھی نہیں کرتے۔

۵۹) قالوا لئن لم تنته... الآية

بجائے اس کے کہ یہ بدبخت قوم جناب لوطؑ کے پیغمبرانہ وعظ ونصیحت سے کوئی اثر لیتی اور اس فعل شنیع کو ترک کرتی الٹا اس نے ان کو دھمکیاں دینا شروع کردیں کہ اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے تو آپ بھی ان بستیوں سے نکالے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بستیوں کے رہنے والوں میں سے جو کوئی شریف آدمی ان بدمعاشوں کی ان کی ان مجرمانہ سرگرمیوں سے روکتا تھا وہ اسے وہاں سے نکال دیتے تھے۔اسی بناء پر انہوں نے کہا تھا اخرجوا آل لوط من قريتكم انهم اناس يتطهرون۔لوط اور اس کے خانوادہ کو اپنی بستی سے نکال دو کہ یہ بڑے پاکدامن بنتے ہیں۔

ایضاح:

بعض مغربی ممالک میں نہ صرف اس فعل کو بلکہ مرد کی مرد سے شادی کرنے کو قانونی جواز حاصل ہے اور ان ممالک نے لوگوں کو یہ قانونی جواز مہیا کر کے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ انسانی اور اخلاقی اقدار میں چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ اولئك كالانعام بل هم اضل

۱۶۰) قال انی لعملکم... الآیة

چونکہ داعیان حق باطل نوازوں کی گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب نہیں ہوا کرتے کیونکہ ؎

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

لہٰذا جناب لوطؑ نے بھی بڑے جرأتمندانہ انداز میں فرمایا کہ میں تمہارے اس بدکرداری سے انتہائی بیزار ہوں اور اسے بُرا سمجھتا ہوں۔ لہٰذا اس کے خلاف برملا اپنی تبلیغ جاری رکھوں گا۔ پھر بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کی۔ بارالہا! مجھے اور میرے خاندان کو اس فعل بد کے اثرات اور نتائج سے نجات عطا فرما۔

چنانچہ جب اس بدکردار قوم پر عذاب الٰہی زلزلے اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش کی صورت میں نازل ہوا تو جناب لوطؑ ان کے خاندان اور جملہ اہل ایمان کو بچا لیا گیا اور باقی سب لوگ بڑھیا عورت سمیت (جس سے جناب لوطؑ کی بیوی مراد ہے) اس کی لپیٹ میں آ کر تہس نہس ہو گئے۔ جس کی تفصیل سورہ اعراف آیت ۸۴ اور سورہ ہود آیت ۸۲۔۸۳ میں بیان کی جا چکی ہے۔ فراجع

آیاتُ القرآن

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡـَٔيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۖۚ‏ ﴿۱۷۶﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ اَلَا
تَتَّقُوۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ۙ‏ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ‌ ۚ‏ ﴿۱۷۹﴾ وَمَاۤ
اَسۡـَٔـلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ‏ ﴿۱۸۰﴾ اَوۡفُوا
الۡـكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ
الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ ۚ‏ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى
الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالۡجِـبِلَّةَ الۡاَوَّلِيۡنَ ؕ‏ ﴿۱۸۴﴾

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ
فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ
الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾

ترجمۃ الآیات

ایکہ والوں نے رسولوں کوجھٹلایا (۱۷۶) جبکہ ان کے بھائی شعیبؑ نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو (۱۷۷) میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۷۸) پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۷۹) اور میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۸۰) (دیکھو) پورا ناپ کرو (پیمانہ بھرا کرو) اور نقصان پہنچانے والوں میں سے نہ ہو (۱۸۱) اور صحیح ترازو سے تولا کرو (ڈنڈی سیدھی رکھا کرو) (۱۸۲) اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (۱۸۳) اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا ہے (۱۸۴) ان لوگوں نے کہا کہ تم تو بس سخت سحر زدہ آدمی ہو (۱۸۵) اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو (۱۸۷) آپ نے کہا میرا پروردگار بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو (۱۸۸) پس ان لوگوں نے ان (شعیبؑ) کو جھٹلایا تو سائبان والے دن کے عذاب نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ بے شک وہ ایک بڑے سخت دن کا عذاب تھا (۱۵۹) بے شک اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے (۱۹۰) اور بے شک آپ کا پروردگار بڑا غالب بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۹۱)

تشریح الالفاظ

۱۔ ایکه...... کے معنی ہیں گنجان اور گھنا درخت۔

۲۔ کیل... کال یکیل کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں گندم وغیرہ کسی چیز کی مقدار کو کسی پیمانہ سے ناپنا۔

۳۔ قسطاس...... کے معنی ترازو کے ہیں۔

۴۔ ولا تبخسوا ...... یہ بخس سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گھٹانے کے۔

۵۔ ولا تعثوا ...... یہ عثوو عثیان سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں فساد اور کفر وغیرہ پھیلانے میں مبالغہ کرنا۔

۶۔ کسف... کسفه کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ٹکڑا۔

۷۔ جبله...... کے معنی ہیں طبیعت اور خلقت۔

۸۔ الظله ...... کے معنی ہیں تنگ سائبان یا چھوٹا سا بادل۔

تفسیر الآیات

(۶۱) کذب اصحاب الایکه... الآیة

وہ مقامات جہاں شعیبؑ اوران کی قوم کے حالات وواقعات مذکور ہیں

اصحاب ایکہ سے مراد اہل مدین ہیں جن کی طرف جناب شعیب بھیجے گئے تھے وہ مقامات جہاں شعیبؑ اوران کی قوم کے حالات وواقعات مذکور ہیں۔سورہ اعراف از آیت ۸۵ تا ۹۳۔سورہ ہود از آیت ۸۴ تا ۹۵ اور سورہ عنکبوت از آیت ۳۶ تا ۳۷۔قبل ازیں سورہ اعراف وہود میں اس قوم کے خصوصی حالات کا اجمالی تذکرہ کیا جا چکا ہے اور یہ کہ ایکہ اور مدین والے دو الگ قبیلے تھے مگر ان کے جد اعلیٰ ایک ہی تھے۔یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ان دونوں قبیلوں کے ایک ہی رسول بھیجے گئے تھے۔یعنی جناب شعیبؑ۔یہ وہ قبیلے تھے جہاں عقیدہ توحید سے تہی دست تھے اور شرک جیسے موذی مرض میں گرفتار تھے۔وہاں ان میں عملی کمزوریاں بھی بہت تھیں چونکہ یہ قبیلے تجارت پیشہ تھے اس لئے ان میں نمایاں کمزوری ناپ تول میں کمی بیشی کرنا تھی۔ ہر چند کہ

جناب شعیبؑ نے بڑی جانفشانی سے انہیں تبلیغ کی۔مگر وہ شرک اور اس ہیرا پھیری سے باز نہ آئے یہاں تک کہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر لقمہ اجل بن گئے۔ چونکہ جہاں وہ رہتے تھے۔وہاں گھنے درخت اور ان کے جھنڈ موجود تھے۔اس لئے اصحاب الایکہ کہلائے کیونکہ ایکہ کی معنی گنجان اور گھنے درخت کے ہیں۔

٦٢)اذقال لهم... الآية

آیت ۷٦ سے لے کر آیت ۸۰ تک ان پانچ آیتوں کا مطلب ومفہوم وہی ہے۔ جو ابھی اوپر کئی بار پیش کردہ آیتوں کا ہے۔

٦٣)اوفوا الكيل... الآية

اس قسم کی آیت قبل ازیں سورہ اعراف میں نمبر ۸۵ پر اور سورہ ہود میں نمبر ۸۴ اور ۸۵ پر گزر چکی ہے اور اس کی مکمل تفسیر بھی وہیں گزر چکی ہے لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔تکرار واعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

٦٤)فاتقوا الذى... الآية

سبحان اللہ کیا عمدہ انداز تبلیغ ہے اور پند ونصیحت کا کیا احسن انداز ہے کہ جس نے تمہیں اور تم سے پہلے والی مخلوق کو پیدا کیا ہے اس لئے وہ تمہارا منعم ومحسن ہے اس کی معرفت حاصل کرو۔اس کی عبادت کرو،اس کی نافرمانی سے ڈرو اور اگر اس نے اگلے لوگوں کو ان کی غلط اندیشی اور غلط کاری پر سزا دی ہے تو اگر تم بھی اس کی عصیاں کاری پر اصرار کرتے رہو گے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہیں ہوگا۔

٦٥)قالوا انما انت... الآية

جناب شعیبؑ کی بدقسمت قوم نے آنجنابؑ کے مخلصانہ اور دردمندانہ وعظ ونصیحت کا یہ اثر لیا کہ الٹا ان کے دماغ پر حملہ کر دیا کہ تم جو یہ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم پر سخت جادو کیا گیا ہے۔جس کی وجہ سے تمہاری عقل ماری گئی ہے یہ وہی جواب ہے جو جناب صالحؑ کی قوم ثمود نے دیا تھا۔قدیم دور کے لوگ جسے دیوانہ کہنا چاہتے تھے اسے مجنون یا مسحور ومسحر کہتے تھے کیونکہ ان کا تصور یہ تھا کہ جب کوئی پاگل ہوتا ہے تو وہ جادو یا جن کے اثر سے ہوتا ہے۔

٦٦)وما انت الا بشر مثلنا... الآية

وہی پرانا گھسا پٹا بہانہ کہ جب تم ہمارے جیسے آدمی ہو تو پھر رسول کس طرح ہو سکتے ہو؟ وہ کوئی آسمان کا فرشتہ ہونا چاہیے۔لہٰذا ہم تو تمہیں جھوٹا دعویدار رسالت سمجھتے ہیں۔اور سچا رسول ماننے

کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۶۷) فاسقط علینا ... الآیة

مزید برآں ان بدبختوں نے یہ کہہ کر عذاب الٰہی کو دعوت دی کہ اگر تم خدا کے سچے رسول ہو تو ہم جو تمہاری تکذیب کر رہے ہیں تو ہم پر آسمان کے کچھ ٹکڑے گراؤ تا کہ ثابت ہو جائے کہ تم سچے رسول ہو۔

۶۸) قال ربی اعلم ... الآیة

ان لوگوں کے جوش دلانے کے باوجود جناب شعیبؑ بڑے تحمل و بردباری سے اور بڑے ٹھنڈے دل و دماغ سے جواب دیتے ہیں کہ عذاب نازل کرنا میرا کام نہیں ہے اور جس کا کام ہے وہ تمہارے کرتوتوں کو دیکھ رہا ہے تمہاری باتوں کو سن رہا ہے اور جب چاہے گا اور جیسا چاہے گا ظاہر فرمائے گا جلدی کا ہے کی ہے۔

۶۹) فکذبوہ فاخذھم ... الآیة

سورہ اعراف کی آیت ۹۱ سے اور یہاں سورہ شعراء کی آیت ۱۸۹ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ کے عذاب کی کیفیت جدا جدا تھی۔ یعنی اول الذکر زلزلے کے جھٹکوں سے تہس نہس ہوئے تھے اور ثانی الذکر سائبان والے عذاب سے یعنی چھتری کی طرح ان پر بادل چھا گیا۔ لوگ دھوپ کی شدت سے بے قرار تھے وہ اس کی طرف دوڑے کہ اس کے سایہ میں سکون حاصل کریں مگر اس سے پانی کی بجائے آگ برسنے لگی جس نے انہیں جلا کر بھسم کر دیا۔ (تفسیر جلالین)

اور بعض مفسرین نے دونوں عذابوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ واللہ العالم

۷۰) ان فی ذلك لاية ... الآیة

یقیناً اس واقعہ میں ایک بہت بڑی نشانی اور درس عبرت ہے مگر ہر دور میں عبرت حاصل کرنے والے لوگ اقل قلیل رہے ہیں اور جہاں تک اکثریت کا تعلق ہے تو وہ ہمیشہ **وما کان اکثر ھم مومنین** کا مصداق رہی ہے۔ سچ ہے:

کاخ جہاں پراست زذکر گذشتگان
لیکن کسے کہ گوش نہد ایں صدا کم است

آیات القرآن

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ
لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾
وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾
فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ
اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا
مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ
الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ
لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ
عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي
السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ
الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ
فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا
ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے (۱۹۲) جسے روح الا مین (جبرائیل) نے آپ کے دل پر اتارا ہے (۱۹۳) تا کہ آپ (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں (۱۹۴) یہ کھلی ہوئی عربی زبان میں ہے (۱۹۵) اور یہ پہلے لوگوں کی کتابوں میں (بھی) ہے (۱۹۶) کیا یہ نشانی اس (اہل مکہ) کے لئے کافی نہیں ہے کہ اس (قرآن) کو بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں (۱۹۷) اور اگر ہم اسے کسی عجمی (غیر عرب) پر نازل کرتے (۱۹۸) پھر وہ اسے پڑھ کر ان کو سناتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاتے (۱۹۹) اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے (۲۰۰) یہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب کو نہیں دیکھ لیں گے (۲۰۱) چنانچہ وہ (عذاب) اس طرح اچانک ان پر آ جائے گا کہ انہیں احساس بھی نہ ہوگا (۲۰۲) تب وہ کہیں گے کیا مہلت مل سکتی ہے؟ (۲۰۳) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں (۲۰۴) کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر ہم انہیں کئی سال تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیں (۲۰۵) پھر ان پر وہ عذاب آ جائے جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا (۲۰۶) تو وہ سب ساز و سامان جس سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے تھے انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا (۲۰۷) اور ہم نے کبھی کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک اس کے پاس عذاب الٰہی سے ڈرانے والے نہ آ چکے ہوں (۲۰۸) نصیحت اور یاد دہانی کے لئے! اور ہم کبھی ظالم نہیں تھے (۲۰۹) اور اس (قرآن) کو شیطانوں نے نہیں اتارا (۲۱۰) اور نہ ہی یہ ان کے لئے مناسب ہے اور نہ ہی وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں (۲۱۱) وہ تو اس (وحی) کے سننے سے بھی معزول کئے جا چکے ہیں

(۲۱۲) پس آپ اللہ کے ساتھ کسی اور الہ کو نہ پکاریں ورنہ آپ بھی سزا پانے والوں میں شامل ہوجائیں گے (۲۱۳) اور (اے رسول) اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈراؤ (۲۱۴) اور جو اہل ایمان آپ کی پیروی کریں ان کے لئے اپنا بازو و جھکاؤ (ان کے ساتھ تواضع و فروتنی سے پیش آؤ (۲۱۵) اور اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں اس سے بیزار ہوں جو کچھ تم کرتے ہو (۲۱۶) اور اس (پروردگار) پر بھروسہ کیجئے جو غالب ہے اور بڑا رحم کرنے والا ہے (۲۱۷) جو آپ کو اس وقت دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ سجدہ کرنے والوں میں نشست و برخاست کرتے ہیں تب بھی دیکھتا ہے (۲۱۹) بے شک وہ بڑا سننے والا، بڑا علم والا ہے (۲۲۰) کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں (۲۲۱) وہ ہر جھوٹ گھڑنے والے گنہگار پر اترتے ہیں (۲۲۲) جو ان (شیاطین) کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں (۲۲۳) اور جو شعراء ہیں ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں (۲۲۴) کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں حیران و سرگرداں پھرا کرتے ہیں (۲۲۵) اور وہ کہتے ہیں ایسی باتیں جو کرتے نہیں ہیں (۲۲۶) سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا اور بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور انہوں نے بدلہ لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹ کر جارہے ہیں (۲۲۷)

تشریح الالفاظ

۱۔ روح الامین...... سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

۲۔ زبر ... زبور کی جمع ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔

۳۔ اعجمین...... اعجم کی جمع ہے جس کے ایک معنی تو یہ ہیں جو عربی نہ بول سکے اور دوسرے معنی ہیں جو بالکل کلام نہ کرسکے۔ عام اس سے کہ حیوان ہو یا انسان جبکہ عجمی کے معنی ہیں جو عربی نہ ہو اور اعجمی کے معنی ہیں جو فصیح الکلام نہ ہو۔

۴۔ سلکناہ...... کے معنی چلنے اور چلانے کے ہیں۔

۵۔ افاك...... افک سے مشتق ہے جس کے معنی کذب و افتراء کے ہیں۔

۶۔ اثیم ......اثم سے مشتق ہے جس کے معنی گنہگار کے ہیں۔

۷۔ یھیمون......یہ ہیم سے مشتق ہے جس کے معنی حیرانی وسرگردانی کے ہیں۔

۸۔ منقلب......کے معنی لوٹ کر آنے کی جگہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۷)وانہ لتنزیل رب...الآیۃ

اس سورہ کے آغاز میں بیان کیا گیا تھا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام حق ترجمان ہے مگر کفار اسے تسلیم نہیں کرتے۔ بعدازاں پیغمبرؐ اسلام کی تسلی کی خاطر چند انبیاء اوران کی ناہنجار قوموں کے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں اورحق کا انکار کرتے ہیں اب سورہ کے اختتام پر ایک بار پھر کفار کے ایرادات اوران کے جوابات بیان کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کی جارہی ہے کہ یہ قرآن کسی بندہ کا کلام نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا نازل کردہ کلام حق ترجمان ہے۔

۲۷)نزل بہ الروح الامین...الآیۃ

روح امین سے مراد بالاتفاق جبرائیل امین ہیں انہیں روح اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ قرآن لائے ہیں جوارواح کے لئے باعث ہدایت وشفا ہے۔ قل ھو للذین اٰمنو ھدی و شفاء (فصلت۔ ۴۴) اور امین اس لئے کہ وہ اللہ کی وحی اوراس کا پیغام بے کم وکاست انبیاء تک پہنچاتے ہیں۔

واضح رہے کہ جناب جبرائیل قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں لاتے تھے۔ چونکہ وہ پیغمبرؐ اسلام کے قلب مقدس پر لائے تو اس سے معلوم ہوا کہ معانی لائے۔ عربی زبان میں لائے اس سے واضح ہوا کہ الفاظ بھی لائے اوراس سے یہ حقیقت بھی روشن ہوتی ہے کہ قرآن مکتوبی شکل میں نازل نہیں ہوا۔ ورنہ وہ پیغمبرؐ اسلام کے ہاتھوں پر نازل ہوتا نہ کہ دل پر۔ بہرکیف چونکہ قرآن کے معانی اورالفاظ ہردومنجانب اللہ ہیں۔ اس لئے وہ کلام اللہ ہے رسول یا کسی اورمخلوق کا کلام نہیں ہے۔

۳۷)بلسان عربی مبین...الآیۃ

سورہ یوسف کی آیت ۲ میں قرآن مجید کے عربی زبان میں نازل ہونے کے بعض حکم ومصالح کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

۷۴)وانہ لفی زبر ۔۔۔ الآیۃ

انہ میں ''ہ'' کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے کہ قرآن اور پیغمبرؐ اسلام کا مقدس تذکرہ بعض سابق آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ وان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔ جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت ۱۵۷ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل ۔۔۔ الآیۃ۔ اور اس کے معنی میں بھی وہ سابقہ کتابوں میں مذکور ہے کہ قرآن جس توحید کے اثبات اور شرک کی نفی اور خدا کی عبادت و اطاعت کا علمبردار ہے وہی باتیں سابقہ آسمانی صحف و کتب میں بھی مذکور ہیں۔ نیز اس ضمیر کا مرجع پیغمبرؐ اسلام کی ذات گرامی صفات کو بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ کما لا یخفی

۷۵)اولم یکن لھم ایۃ ۔۔۔ الآیۃ

لھم کا مرجع کفار قریش ہیں اور یعلمہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع قرآن بھی ہوسکتا ہے اور پیغمبرؐ اسلام بھی ہوسکتے ہیں۔ یہود کے علماء اپنی آسمانی کتاب توراۃ کی آسمانی بشارات کے مطابق قرآن اور پیغمبرؐ اسلام کو برحق جانتے تھے اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کی بشارت دیتے تھے اور اہل عرب پر آپ کی برکت سے نصرت و فتح طلب کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ کے آنے کے بعد بعض علماء یہود عبداللہ بن سلام اور اس کے اصحاب ایمان بھی لائے اور دوسرے بعض مخصوص مصلحتوں کا شکار ہوکر اس سعادت سے محروم رہے۔ بہرحال بنی اسرائیل کے علماء کا اس حقیقت کو جاننا کہ تعلیم قرآن وہی ہے جو سابقہ آسمانی کتابوں کی ہے اور پیغمبرؐ اسلام کی آمد کی نوید صحف سماوی میں مذکور ہے ان کی صداقت کی ناقابل انکار دلیل ہے۔

۷۶)ولو نزلناہ علی بعض ۔۔۔ الآیۃ

کفار و مشرکین کا ایک اعتراض قرآن پر یہ بھی تھا کہ یہ خدا کا نہیں بلکہ پیغمبر اسلامؐ کا اپنا کلام ہے جو کہ ایک فصیح و بلیغ شخص ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا ہے تو تم یہ اعتراض کرتے ہو اور اگر غیر عربی میں نازل کرتے تو تمہاری عصبیت کی رگ پھڑک اٹھتی کہ ہم عرب میں اور ہماری کتاب عجمی پر نازل کی گئی ہے تم ایمان نہ لاتے۔

سچ ہے کہ

خوئے بدرا بہانہ بسیار

اس آیت سے عربوں کی عصبیت کی شکایت کا پہلو بھی نمایاں ہے کہ اگر کسی غیر عرب کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو اس پر ایمان نہ لاتے۔ مگر غیر عرب قوموں میں یہ تعصب نہیں ہے۔ چنانچہ پیغمبرؐ اسلام کے عربی نسل ہونے کے باوجود بھی وہ آپ کو خدا کا رسول تسلیم کر کے آپ کا کلمہ پڑھ رہی ہیں۔ یہی مفہوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ (تفسیر قمی)

۷۷) کذلك سلکناہ... الآیة

سلکناہ کی ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے۔ برادران اسلامی کے اکثر مفسرین نے اس کا مرجع ایمان نہ لانے، حق کا اباو انکار کرنے کو قرار دیا ہے۔ جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جب اللہ نے کفار کے دلوں میں یہ انکار کرنا اور ایمان نہ لانا ڈال دیا ہے تو پھر وہ کس طرح ایمان لا سکتے ہیں۔ حالانکہ **لا جبرو لا تفویض بل الامر بین الامرین**۔ اور اگر اس کا مرجع قرآن اور حق کو قرار دیا جائے جیسا کہ اس کی بعد والی آیت **لا یؤمنون به**۔ میں اس بہ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے تو یہ جبر والا تو ہم ختم ہو جاتا ہے اور مطلب بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ ہم نے قرآن اور حق پیغمبرؐ اسلام کے دشمنوں کو بھی پڑھ کر سنایا ہے اسے ان کے دلوں میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے گر بموجب:

زمین شور سنبل بر نیارو

ان کے دلوں کی بنجر زمین اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ (مجمع البیان، تفسیر الکاشف)

۷۸) لا یومنون به حتی یروا... الآیة

وہ جب تک دردناک عذاب کا مشاہدہ نہیں کریں گے تب تک ایمان نہیں لائیں گے اور جب عذاب سامنے آجائے پھر مہلت طلب کرتے ہیں کہ کچھ مہلت مل جائے۔ مگر اس وقت نہ مہلت ملتی ہے اور نہ ہی اس وقت کا جبری ایمان لانا کوئی فائدہ دیتا ہے۔

۷۹) افرایت ان متعناهم... الآیة

ارشاد قدرت ہے کہ کفار جو مہلت طلب کرتے ہیں تو بالفرض اگر ان کو سال ہائے دراز تک مہلت دے بھی دی جائے اور وہ بڑے عیش و آرام سے ایام زندگی گزارتے رہیں تو جب انجام کار عذاب الٰہی آدھمکے گا تو کیا آرام و آسائش کی طویل زندگی انہیں کوئی فائدہ دے گی؟ بلکہ جوں جوں مہلت زیادہ ملتی جائے گی توں توں اس کے عذاب و عقاب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور آخر کار ان کو ہلاک و برباد کر دیا جائے گا۔

۸۰)وما اھلکنا من قریۃ۔۔۔الآیۃ

یہ آیت ویسی ہے جیسی یہ آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔(اسرار۔۱۵۰)
مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ عادل ہے اس لئے وہ جب تک نبی و رسول بھیج کر لوگوں پر حجت تمام نہ کرے تب تک ان پر عذاب نازل نہیں کرتا۔اور جب وہ ایسے لوگوں کو تہس نہس کرتا ہے تو وہ ظالم نہیں ہوتا۔ہاں البتہ اگر وہ اتمام حجت کرنے سے پہلے ایسا کرتا تو پھر وہ ظالم ہوتا مگر وہ ایسا نہیں کرتا۔

۸۱)وما تنزلت بہ الشیاطین۔۔۔الآیۃ

کفار و مشرکین پیغمبرؐ اسلام کی دعوت کو ناکام بنانے اور قرآن کی تاثیر کو بے اثر کرنے کی خاطر عوام کالا نعام میں یہ پراپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ پیغمبرؐ اسلام)العیاذ باللہ) کاہن ہیں اور شیطاطین ان پر یہ کلام القا کرتے ہیں وہ خیال کرتے تھے کہ اس طرح اصل حقیقت مشتبہ ہو جائے گی۔اور انہیں کس طرح معلوم ہوگا کہ پیغمبرؐ اسلام پر کوئی فرشتہ یہ کلام لاتا ہے یا کوئی شیطان القا کرتا ہے؟اس غلط پراپیگنڈہ کا جواب دیا جارہا ہے۔

الف۔یہ قرآن شیاطین نے نہیں اتارا۔

ب۔قرآن سراسر رشد و ہدایت سے بھرپور اور آیات بینات والی کتاب ہے اور شیاطین کو ان باتوں سے کیا کام؟

ج۔شیاطین ایسا معجزانہ کلام لانے سے قاصر و عاجز ہیں ورنہ کاہن تمہارے پاس موجود ہیں اور ان کے شیاطین بھی موجود۔قرآن جیسی ایک سورہ ہی بنا کر کیوں پیش نہیں کرتے تا کہ قرآن کے اس چیلنج کا جواب مل جائے جو بار بار کہہ رہا ہے۔ قل لئن اجتمعت الا نس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ۔

د۔شیاطین آسمانی کلام سننے سے معزول و ممنوع ہیں۔لہٰذا ایسا کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

۸۲)فلا تدع مع اللہ۔۔۔الآیۃ

گو بظاہر یہ خطاب پیغمبرؐ اسلام کو ہے مگر اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں یعنی یہ فرمایا تو رسول سے جارہا ہے مگر سنایا اوروں کو جارہا ہے کہ اگر بفرض محال پیغمبرؐ اسلام جیسی عظیم الشان ہستی بھی شرک کا ارتکاب کرے تو وہ عذاب سے نہیں بچ سکے گی۔

تا بہ دیگراں چہ رسد؟

۸۳)وانذر عشیر تك الا قربین۔۔۔الآیۃ

دعوت ذوالعشیرہ کا مختصر تذکرہ

اگرچہ پیغمبرؐ اسلام ساری کائنات کوڈرانے پر مامور تھے جیسا کہ ارشادقدرت ہے یا ایھا المدثر قم فانذر۔ اے (کپڑا اوڑھنے والے رسول) اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ یا جیسے یونس میں حکم ہوتا ہے۔ ان انذر الناس و بشر الذین آمنوا۔ کہ عام لوگوں کو ڈراؤ۔ اور اہل ایمان کو بشارت دو مگر یہاں خصوصی طور پر اپنے خاندان والوں کوڈرانے کا حکم دیا جارہا ہے کیونکہ کسی بھی اچھے ہادی اور داعی کا یہ اخلاقی فریضہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اپنی ذات کی اصلاح کرے بعدازاں اپنے اہل وعیال اور خاندان کی اصلاح کرے اور پھر عام لوگوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائے۔ چنانچہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو باتفاق فریقین حضرت پیغمبرؐ اسلام نے اس فریضہ کی ادائیگی کا یوں اہتمام کیا کہ حضرت علیؑ کو بلا کر دعوت کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ پس آپ نے مہمانی کا انتظام کیا اور پھر آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق بنی عبدالمطلب کو بلایا اور جن کی تعداد ان دنوں چالیس تھی۔ چنانچہ انہیں کھانا کھلایا گیا۔ اوراس سے فارغ ہوکر آنحضرتؐ نے جوتقریر فرمائی اس کا خلاصہ یہ تھا۔ فرمایا یا بنی عبدالمطلب ما اعلم شابا فی العرب جاء قومه بأفضل مما قد جئتكم به جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ ادعو کم الیه فایکم یو ازرنی علی ھذا الا مر علی ان یکون اخی ووصی و خلیفتی فیکم۔

''اے اولاد عبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب نوجوان اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر چیز لایا ہو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ میں دنیاوآخرت کا بہترین تحفہ (اسلام) لایا ہوں اور مجھے خدا نے حکم دیا کہ میں تمہیں اس کی دعوت دوں''۔

توتم میں سے کون ہے جواس سلسلہ میں میرے ساتھ تعاون کرے تاکہ وہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا خلیفہ وجانشین قرار پائے یہ سن کرسب لوگ خاموش رہے اور کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔ ہاں البتہ حضرت علیؑ نے جوسن وسال کے لحاظ سے سب سے کم عمر تھے کھڑے ہوکرعرض کیا یارسول اللہؐ! میں حاضر ہوں۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ھذا اخی ووصیی خلیفتی فاسمعو اله واطیعوا۔ یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا جانشین ہے تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ یہ واقعہ بہت سی کتب تفسیر وحدیث اور تاریخ میں موجود ہے۔ مثلاً تفسیر درمنثور، سیوطی، ابن کثیر، معالم التنزیل، ترجمان القرآن، خازن، مسند احمد بن حنبل،

کنز العمال، معارج النبوۃ، تاریخ طبری، کامل ابن کثیر، سیرتِ حلبیہ وغیرہ وغیرہ۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اعلان نبوت کے ساتھ ساتھ اپنی خلافت کا بھی فیصلہ کر دیا تھا اور میدان خم غدیر میں تو صرف رسم ولی عہدی اور دستار بندی ادا کی تھی۔ وبس

۸۴) واخفض جناحك... الآية

یہ آیت سورۃ الحجر میں نمبر ۸۸ پر گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بازو جھکانا تواضع اور فروتنی سے پیش آنے کا استعارہ ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ تواضع اور اخلاق کے ساتھ پیش آئیں۔

۸۵) وتوكل على العزيز الرحيم... الآية

پیغمبر اسلامؐ کے آباؤ اجداد کے اسلام کی دلیل

اس غالب اور رحیم خدا پر بھروسہ کریں جو آپ کو اس وقت دیکھتا ہے جب آپ نماز تہجد پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یا جب آپ تبلیغ حق کے لئے ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ اور سجدہ کرنے والوں میں نشست و برخاست کرتے ہیں۔ یعنی جب نماز با جماعت پڑھاتے ہیں اس آیت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے جو بیان کر دیا گیا ہے مگر اس تقلبك في الساجدين۔ کا ایک اور مفہوم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم تمہیں سجدہ کرنے والوں کی پسلیوں میں الٹتا پلٹتا اور عبادت گزاروں کی صلبوں سے گزرتا ہوا دیکھتا رہا ہے۔ کہ آپ ہمیشہ پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں۔

چنانچہ ابن عباس اور امام علیہما السلام سے یہی منقول ہے فرمایا في اصلاب النبيين نبي بعد نبي حتى اخرجه من صلب ابيه من نكاح غير سفاح من لدن آدم۔ (تفسیر مجمع البیان وتبیان)

شبیر احمد عثمانی رقم طراز ہیں "بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آباؤ اجداد مراد ہیں یعنی آپ کے نور ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخری نبی ہو کر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اس سے حضور کے والدین کے اسلام پر استدلال کیا ہے۔"

۸۶) هل انبئكم على من تنزل... الآية

چونکہ کفار نے یہ گستاخی کی تھی پیغمبرؐ اسلام کو کاہن اور قرآن کو شیاطین کا کلام قرار دیا تھا (العیاذ اللہ) تو ان کی تردید کرتے ہوئے خداوند عالم فرما رہا ہے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر جھوٹ

گھڑنے والے پر اور ہر بڑے گنہگار پر اترتے ہیں جو ان شیاطین کی باتوں پر کان لگاتے ہیں اور جس عظیم ہستی کو دشمن بھی صادق اور امین اور پاکباز انسان تسلیم کریں اس سے شیاطین کو کیا سروکار ہے؟ وہ اس کے پاس کس طرح آمدورفت رکھ سکتے ہیں اور ایسی ذوات قادسہ پر شیاطین نہیں اترا کرتے۔

۸۷) والشعراء یتبعھم الغاوون... الآیة

پیغمبر اسلام شاعر نہیں بلکہ نبی ہیں

کفار و مشرکین کا پیغمبر اسلامؐ پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ شاعر ہیں "بل ھو شاعر" ظاہر ہے کہ یہاں شاعر سے اس کے اصطلاحی معنی یعنی موزون و مقفی کلام کرنے والا مراد نہیں ہے بلکہ اس کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی وہ محض خیالی اور غیر تحقیقی مضامین بیان کرنے اور غلط بیانی کرنے کے ہیں (معاذ اللہ) جب ان کے کاہن ہونے کی تردید ہو چکی تو اب یہاں ان کے شاعر ہونے کی تردید کی جا رہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ شاعروں کی چند خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثلاً

۱۔ شاعروں کے پیروکار گمراہ اور بدکار لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ بقول ابن عباس یہاں الشعراء سے کافر و مشرک شعراء مراد ہیں۔

۲۔ وہ ہر وادی اور ہر میدان میں حیران اور سرگرداں پھرا کرتے ہیں اور ہر گلی کوچہ میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں اور ہر موضوع پر طبع آزمائی اور قافیہ پیمائی کرتے پھرتے ہیں۔

۳۔ وہ صرف گفتار کے غازی ہوتے ہیں کردار کے غازی نہیں ہوتے۔ لہٰذا کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ مگر پیغمبر اسلامؐ کے پیروکار اکثر و بیشتر ہدایت یافتہ اور پرہیزگار ہیں اور خصائل و شمائل میں ان شعراء کے پیروکاران سے مختلف ہوتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کا کلام حق ترجمان ایک ہی مرکز کے اردگرد گھومتا ہے یعنی توحید کی تلقین، شرک کی نفی، اعمال صالحہ بجا لانے کی ترغیب اور برے کاموں سے نفرت کی تعلیم اور پھر آپ کے قول و فعل کی یکرنگی و ہم آہنگی تو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکی ہے وہ جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہی کہتے ہیں۔ کیا شاعر ایسے ہوتے ہیں؟ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ (یس۔ ۲۹)

اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کے مزاج اقدس کو شعر و شاعری سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۸۸) الا الذین امنوا... الآیة

چونکہ ہر عام قابل تخصیص اور ہر مطلق قابل تقیید ہوتا ہے چنانچہ خداوند عالم عام شعراء کی مذمت کرنے

کے بعد استثناء فرما رہا ہے کہ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اللہ کو بہت یاد کیا (جس کی تفسیر نماز کے بعد تسبیح جناب سیدہ پڑھنے سے کی گئی ہے) (معانی الاخبار)

اور جو اپنے اوپر ظلم کئے جانے کے بعد انتقام لیتے ہیں اور کفار و اشرار کے مقابلہ میں زبان سے تیرو سنان کا کام لیتے ہیں اور دین و ایمان کے دشمن لوگوں کی ہجو گوئی کرتے ہیں اس لئے حدیث میں وارد ہے کہ ان من الشعر لحکمۃ۔ کہ بعض اشعار حکمت آمیز ہوتے ہیں۔ ومن انشد فینا بیتا بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔ جو ہمارے بارے میں ایک بیت شعر کہے گا خدا اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا۔ (کامل الزیارۃ ابن قولویہ)

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ بعض احادیث میں یہاں شعراء سے وہ قصہ گو لوگ مراد لئے گئے ہیں جو قصہ گوئی میں کذب و افتراء سے کام لیتے ہیں اور بعض روایات میں اس سے دین میں تغیر و تبدل کرنے والے گمراہ لوگ مراد لئے گئے ہیں۔ جو اپنی رائے و قیاس سے نیا دین گھڑتے ہیں یا دین میں من گھڑت باتوں کو داخل کرتے ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی و عیاشی)

۸۹) وسیعلم الذین ظلمو... الآیۃ

آخر میں ان کفار و مشرکین اور بدزبان شعراء کو دھمکی دی جا رہی ہے جو دین و مذہب کے خلاف نظم و نثر میں ہرزہ سرائیاں کرتے ہیں اور پیغمبر اسلامؐ پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں انہیں عنقریب مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قسم کے انجام سے دوچار ہوتے ہیں؟ اور کس طرح دوزخ کی آگ کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من الحو ر بعد الکور ۔ ومن سوء الخاتمۃ بحق النبی و عترتہ الطاھرۃ۔

سورہ شعراء کی تفسیر ۲۳ ستمبر ۲۰۰۲ء
بمطابق ۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ء بوقت سوا دس بجے شب
بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی

والحمد للہ رب العالمین

سُورَةُ النَّمۡلِ

نام:

نمل کے معنی چیونٹی کے ہیں۔ چونکہ اس سورہ کی آیت ۱۸ میں وَادِی النَّمۡل اور جناب سلیمان اور چیونٹی کی باہمی گفتگو کا تذکرہ موجود ہے اس کی مناسبت سے اس سورہ کا نام ''النمل'' مقرر ہوا ہے۔

عہد نزول:

اس سورہ کے مضامین اور انداز گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا نزول بھی حضرت رسول خداؐ کی مکی زندگی کے وسطانی عہد میں ہوا ہے جب کہ کفار کی مخالفت، بانی اسلام کے خلاف الزام تراشی اور مسلمانوں پر ظلم و جور اپنے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا ہے

مضامین وعناوین

اس سورہ کے مضامین وعناوین کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ سورہ شعراء کا اختتام قرآن کے تذکرہ پر ہوا تھا اور اس سورہ کا آغاز قرآن مجید کے ذکر خیر سے ہو رہا ہے۔

۲۔ قرآن کا تعارف کراتے ہوئے یہ حقیقت بتائی گئی ہے کہ قرآنی ہدایت و رہنمائی سے وہی خوش قسمت لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اس کے بیان کردہ حقائق کو تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ عقیدہ آخرت پر پختہ یقین ہی دنیوی اور اُخروی زندگی کو سنوارنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

۴۔ کئی قسم کے لوگوں کی سیرت و کردار کے نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً ایک نمونہ اکابر قوم ثمود ولوط کا ہے جہاں فکر آخرت مفقود ہے دوسرا نمونہ جناب سلیمانؑ نبی کا ہے جہاں فکر آخرت کارفرما ہے اور تیسرا نمونہ ملکہ سباء کی سیرت و کردار کا ہے۔ جو ایک مشرک قوم سے تعلق رکھتی ہے اور ایک مشرک قوم کی سردار ہے مگر حق کے واضح ہو جانے کے بعد اسے کوئی چیز قبول حق سے مانع نہیں ہوتی۔

۵۔ شرک کے بطلان اور توحید کی حقانیت پر ہمت شکن دلائل دیئے گئے ہیں۔

۶۔ حضرت رسول خداؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح اگر کوئی نابینا آفتاب کی روشنی نہ دیکھ سکے تو اس میں

سورج کی روشنی کا کوئی قصور نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ قرآن و اسلام کی ضیاء پاشیوں کے باوجود اگر اس پر ایمان نہیں لاتے۔ تو اس سے قرآن کے کلام کی ضیاء پاشیوں میں کوئی کمی لازم نہیں آتی۔

۷۔ جناب موسیٰؑ آگ لینے جاتے ہیں اور پیغمبری مل جاتی ہے۔

۸۔ جب جناب موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن جاتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو جاتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ معجزہ ان کا فعل نہیں ہے۔

۹۔ ہدہد کا لشکر سے غائب ہو جانا اور ملکۂ سبا کی خبر لانا اور جناب سلیمانؑ کا ملکہ کو خط لکھنا اور اس کا آغاز بسم اللہ سے کرنا۔

۱۰۔ تخت بلقیس کا چشم زدن میں جناب سلیمانؑ کے پاس آنا اور پھر خود ملکہ سبا بلقیس کا حاضر ہونا۔

۱۱۔ دابۃ الارض کا تذکرہ۔

۱۲۔ قیامت سے پہلے رجعت کا وقوع پذیر ہونا اور اس کا ثبوت۔ وغیرہ وغیرہ

سورۃ النمل کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص تینوں طواسین کی شب جمعہ تلاوت کرے، وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہوگا اور اسے دنیا میں کبھی فقر و فاقہ لاحق نہ ہوگا اور آخرت میں خدا اسے جاگیر جنت عطا فرمائے گا اور ایک سو حور العین سے اس کی شادی کرے گا۔ (ثواب الاعمال)

۲۔ یہی روایت مجمع البیان میں بروایت ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ خدا اسے جنت عدن میں جو جنت کے وسط میں ہے۔ انبیاء و مرسلین اور اوصیاء راشدین کے جوار میں جگہ عطا فرمائے گا۔

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ طٰسٓ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۱﴾ ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَہُمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فَہُمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ

سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى
الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ
نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ
تَصْطَلُوْنَ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ
حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۸﴾ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ﴿۹﴾ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا
وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴿۱۰﴾ اِلَّا
مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ
يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا
مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ
اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴿۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے طا۔سین۔ یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیتیں ہیں (۱) جو ان ایمان والوں کے لئے (سراسر) ہدایت و بشارت ہیں (۲) جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں (۳) جو لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ ہم نے ان کے اعمال (ان کی نظر میں) خوشنما بنا دیئے ہیں پس وہ سر گردان پھر رہے ہیں (۴) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے (دنیا میں) بُرا عذاب ہے اور آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے ہیں (۵) (اے رسولؐ) بے شک آپ کو یہ قرآن ایک بڑے حکمت والے، بڑے علم والے کی طرف سے عطا کیا جا رہا ہے (۶) (وہ

وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے تو میں ابھی وہاں سے کوئی خبر لاتا ہوں یا آگ کا کوئی انگارہ لاتا ہوں تا کہ تم تاپو (۷) پھر جب وہ اس کے پاس آئے تو (انہیں) ندا دی گئی کہ مبارک ہے وہ جس کا جلوہ آگ میں ہے۔ اور جس کا جلوہ اس کے اردگرد ہے اور پاک ہے اللہ جو پروردگار عالمیان ہے (۸) اے موسیٰ! بلاشبہ یہ میں اللہ ہوں، بڑا غلبہ والا، بڑا حکمت والا (۹) اور تم اپنا عصا پھینکو۔ پھر جب انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے کہ وہ ایک سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر مڑے اور پیچھے پلٹ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے آواز دی) اے موسیٰ خوف نہ کرو۔ میں وہ ہوں کہ میرے حضور پیغمبر خوف نہیں کرتے (۱۰) سوائے اس کے جو کوئی زیادتی کرے پھر وہ برائی کو اچھائی سے بدل دے تو بے شک میں بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہوں (۱۱) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ کسی بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا (یہ دو معجزے ہیں) ان نو معجزات میں سے جنہیں لے کر آپ نے فرعون اور اس کی قوم کے پاس جانا ہے۔ وہ بڑے ہی نافرمان لوگ ہیں (۱۲) سو جب ان کے پاس ہمارے واضح معجزات پہنچے تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے (۱۳) اور ان لوگوں نے ظلم و تکبر کی راہ سے ان (معجزات) کا انکار کر دیا۔ حالانکہ ان کے نفوس (دلوں) کو ان کا یقین تھا۔ اب دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ (۱۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ **یعمھون**...... عمہ کے معنی تحیر و سرگردانی کے ہیں۔

۲۔ **سوء العذاب** ...... کے لفظی معنی برے عذاب کے ہیں اس سے مراد سخت عذاب ہے ورنہ بُرا تو ہر عذاب ہوتا ہے۔

۳۔ **تلقی**...... کے معنی عطا کرنے کے ہیں کہ تمہیں یہ قرآن علیم و حکیم خالق کی طرف سے عطا ہوا ہے

۴۔ **آنست**...... کے معنی ابصرت کے ہیں یعنی میں نے آگ دیکھی ہے۔

۵۔ **شھاب**...... کے معنی ہیں آگ کا شعلہ اور ٹوٹنے والا ستارہ۔

۶۔ **قبس**...... کے معنی ہیں آگ کا وہ چھوٹا شعلہ جو بڑی آگ سے لیا جائے۔

۷۔ **جان**...... کے معنی ہیں سانپ۔

۸۔ ولی مدبرا ...... کے معنی ہیں پیٹھ پھیر کر چلا جانا۔

۹۔ لم یعقب عقبہ ...... کے معنی پلٹ کر دیکھنے کے ہیں۔

۱۰۔ علو ...... کے معنی تکبر وغرور کے ہیں۔

۱۱۔ عاقبہ ...... کے معنی انجام کار ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) طس تلك... الآية

طا، سین، یہ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ جو ان متشابہات سے ہیں جن کی تاویل خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم جیسا کہ سورہ بقرہ کی الم سے لے کر یہاں تک برابر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ البتہ کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کا مفہوم یہ منقول ہے انا الطالب السمیع۔ میں ہوں طلب کرنے (اور) سب کچھ سننے والا۔ واللہ العالم

۲) تلك آيات القرآن... الآية

یہ قرآن واضح و روشن کتاب کی آیتیں ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن اور کتاب مبین دو الگ الگ چیزیں ہیں بلکہ یہ دو عنوان ہیں جن کا مصداق ایک ہے۔ اس لحاظ سے کہ یہ کتاب پڑھی جاتی ہے قرآن ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ قرآن لکھا جاتا ہے وہ کتاب ہے پھر یہ کتاب بھی مبین ہے حق و باطل میں واضح امتیاز قائم کرتی ہے۔ نیز اس کا کلام اللہ ہونا بالکل ظاہر ہے اور کسی بندہ کا کلام نہیں ہے نیز یہ اسلامی تعلیمات و ہدایات واضح طور پر بیان کرنے والی ہے۔

۳) هدی و بشری... الآية

سورہ بقرہ کی آیت ۲ میں ھدی للمتقین کی تفسیر میں یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ اگر چہ یہ کتاب تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام عالمین کے لئے باعث ہدایت ہے مگر چونکہ مقام عمل میں اس سے فائدہ صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جن کے دلوں میں خوف وخشیہ الٰہی اور نور ایمان ہوتا ہے اس لئے وہاں ھدی للمتقین اور یہاں للمومنین کہا گیا ہے۔

۴) الذين يقيمون الصلوٰة... الآية

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان و عمل لازم و ملزوم ہیں۔ظاہر ہے کہ جب تک ایمان (جس کا تعلق باطن سے ہے) کے آثار واضح و آشکار نہ ہوں تو ایک ظاہر بین کو کس طرح پتہ چلے گا کہ کسی کے اندر ایمان ہے یا نہ؟ انہی آثار میں سے ایک اثر نماز کا مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ پڑھنا اور دوسرا زکوٰۃ کا باقاعدگی سے ادا کرنا ہے۔

۵) وھم بالآخرۃ... الآیۃ

آخرت پر ایمان کی اہمیت

اسلام کے عقائدی نظام میں آخرت پر ایمان و ایقان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے یہی آخرت اور اس کی جزا و سزا پر مکمل ایمان ہی وہ جذبہ ہے جو ایک انسان کو خدا کی راہ میں اپنے عیش و آرام، اپنے مال و منال، اپنی جائیداد و اولاد اور بسا اوقات اپنی جان عزیز کو قربان کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور اگر یہ جذبہ مفقود ہو جائے تو پھر جان کا نذرانہ پیش کرنا تو بجائے خود آدمی اپنا آرام اور عیش و طرب بھی قربان نہیں کرسکتا بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اور ایک ایسے شخص کیلئے جو نعمت ایمان و ایقان سے محروم ہے قرآن و اسلام کے راستے پر چلنا تو بجائے خود اس کے لئے اس پر قدم رکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔اسی لئے اس عقیدہ کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے اسے علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔

۶) ان الذین لا یومنون... الآیۃ

بے ایمان لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے مزین کرنے کا مطلب کیا ہے؟

اہل ایمان و ایقان کا ذکر خیر کرنے کے بعد اب بے ایمانوں کا اور ان کے بُرے انجام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ یہی بد بخت ہیں جن کے لئے دنیا میں سخت عذاب ہے اور وہ ہر وقت ذہنی کرب و اذیت میں مبتلا ہیں۔اور آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے یہی ہیں۔ہم نے ان کے اعمال کو ان کی نظر میں خوشنما بنا دیا ہے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ سورہ نحل آیت ۶۳ ہیں۔اس خوشنما بنانے کی نسبت شیطان کی طرف دی گئی ہے۔ فزین لھم الشیطان اعمالھم اور یہاں اس فعل کی نسبت خدا کی طرف دی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فعل کا سبب شیطان ہے اور مسبب الاسباب خدا ہے۔تو سورہ نحل میں یہ نسبت سبب کی طرف ہے اور یہاں مسبب الاسباب کی طرف۔لہٰذا کوئی جوہری اختلاف نہیں ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر خدا جبراً ایسا کرتا تو وہ سزا کے مستوجب کیوں ہوتے؟ اور خدا کی طرف اس سے نسبت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب ایسے لوگ مسلسل برے کام کرتے ہیں تو قدرتی اور فطری طور پر ان کو اپنی غلط روش ہی خوشنما محسوس ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ جرم کا

احساس اور سود و زیاں کا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے اور اس طرح ان کی چشم بصیرت اندھی ہو گئی ہے۔ اور وہ بھٹکتے پھرتے ہیں اس مطلب کی اس طرح تعبیر کی گئی ہے کہ ہم نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں۔

۷) وانك لتلقى القرآن... الآية

یہ قرآن خدا کی جانب سے عطا کردہ ہے پیغمبر کی ذہنی اختراع یا کسی انسان کا تصنیف کردہ نہیں ہے

اس آیت مبارکہ میں دو غلط نظریوں کی رد کی گئی ہے ایک یہ کہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کی ذہنی اختراع اور اس کی پیداوار ہے جیسا کہ منکرین اسلام و قرآن کے ایک گروہ کا نظریہ ہے دوسرا یہ کہ کوئی انسان آنحضرتؐ کو یہ معلومات بہم پہنچاتا ہے یا خود تصنیف کر کے آپ کو دے جاتا ہے جیسا کہ بعض مشرکین کا خیال ہے۔ خداوند عالم ان دونوں باطل نظریوں کی رد کرتے ہوئے واضح کر رہا ہے کہ قرآن نہ پیغمبرؐ اسلام کا طبعزاد ہے اور نہ ہی کسی مخلوق کا سکھایا پڑھایا ہوا ہے۔ بلکہ یہ خالق کل و مالک ملک خدائے حکیم و علیم کا عطا کردہ اور تعلیم کردہ ہے۔ و بس

۸) اذ قال موسیٰ لاهله... الآية

یہاں آیت ۷ سے لے کر ۱۲ تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ سب کچھ پوری شرح و بسط کے ساتھ سورہ طٰہٰ کی آیت ۹ سے لے کر آیت ۲۳ تک بیان کیا جا چکا ہے۔ وهل اتاك حديث موسىٰ (۹) اذ رای ناراً فقال لا هله امكثوا انی آنست نارا لعلی آتيكم منها بقبس۔ الآية تا قوله تعالىٰ۔ لنريك من آياتنا الكبرى۔

نیز یہ واقعات سورہ اعراف میں آیت ۱۸ سے لے کر تا آخر تفصیل سے ذکر کئے جا چکے ہیں۔ اور مزید برآں سورہ قصص میں آ رہے ہیں ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ لہٰذا اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۹) يموسىٰ لا تخف... الآية

جب جناب موسیٰؑ نے عصا پھینکا اور وہ ایکدم سانپ بن گیا اور حرکت کرنے لگا تو آپ کو فطری طور پر خوف محسوس ہوا۔ بقول فاضل مغنیہ جب کسی شخص کی قمیص اچانک حیوان مفترس بن جائے، انگوٹھی بچھو اور عصا اژدھا بن جائے تو کون ہے جو نہیں ڈرے گا؟ آخر جناب موسیٰ بھی تو انسان ہی تھے۔ (تفسیر کاشف)

الغرض جناب موسیٰؑ نے خوف محسوس کیا اور دنیا پر واضح کیا کہ عصا کو اژدھا بنانا میرا فعل نہیں ہے بلکہ

قادر وقیوم کا فعل ہے جو معجزہ کا حقیقی فاعل ہے تو خدا نے فرمایا کہ تم میرے رسول ہو اور میرے رسول میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ چنانچہ موسیٰؑ کا خوف و ہراس دور ہو گیا اور جب سانپ کو پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا۔

۱۰) الا من ظلم ... الآیۃ

مگر جو ظلم کرے۔ یہ استثناء منقطع ہے جس میں مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا۔ جیسے جاء القوم الا حماراً۔ ساری قوم آئی مگر گدھا نہیں آیا۔ ظاہر ہے کہ گدھا قوم میں داخل نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نہ آنے سے قوم کے آنے میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

یہاں یہی کیفیت ہے کہ میرے رسول میرے حضور ڈرا نہیں کرتے کیونکہ وہ معصوم ہیں مگر جو ظلم و زیادتی کرے کہ ایسا کرنے والا رسولوں میں داخل ہی نہیں ہے اور اگر اس استثناء کو متصل قرار دیا جائے تو یہ انبیاء کی عصمت کے منافی ہے جو کہ بالاتفاق قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ڈرنا اس شخص کو چاہیے جو ظلم و زیادتی کرے۔ کس پر؟ خدا پر کر لے کفر و شرک کر کے۔ یا کسی بندہ پر کرے۔ جارحیت کر کے یا اپنے اوپر کرے؟ معصیت و گناہ کر کے اور ایسا ظلم و زیادتی کرنے والا جب توبہ کر کے اور برائی کو اچھائی سے بدل دے تو پھر خدا غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ توبوا الی اللہ جمیعاً ایھا المومنون ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا سبحان اللہ! امید وبیم اور خوف ورجاء کا کیا حسین امتزاج ہے؟

۱۱) فلما جائتھم آیاتنا ... الآیۃ

جب جناب موسیٰؑ نو معجزوں کے ساتھ فرعون کے دربار میں پہنچے اور بعض معجزات سے تو اگرچہ اسے اور اس کے عمائدین سلطنت کو جناب موسیٰؑ کی حقانیت کا یقین کامل ہو گیا تھا۔ مگر از راہ ظلم وتکبر اپنے دنیوی مفادات کے تحفظ اور اپنے تخت وتاج کی بقاء کی خاطر برابر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

۱۲) فانظر کیف کان ... الآیۃ

ذرا دیکھو کہ کفر و شرک، ظلم و جور اور گناہ وعصیاں کے ذریعہ سے فساد برپا کرنے والوں کا کتنا بھیانک اور ہولناک انجام ہوا ہے کہ سب کے سب اس طرح غرق ہو گئے کہ ان کا نام ونشان ہی مٹ گیا اور ان کی تباہی پر کوئی گریہ کناں اور آہ وفغاں کرنے والا بھی نہ بچا۔

حذر اے چیرہ دستاں
سخت ہیں قدرت کی تعزیریں

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا
عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا
لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ
يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ
وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ
اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ
فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ
عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ
بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾
اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ
عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا
يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِىْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ
فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّىْۤ اُلْقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ
كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا
تَعْلُوْا عَلَىَّ وَاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

اورہم نے داوٗد اور سلیمانؑ کو (خاص) علم عطا فرمایا۔ اوران دونوں نے کہا کہ ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی ہے (۱۵) اور سلیمانؑ داوٗدؑ کے وارث ہوئے اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی کی تعلیم دی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ بے شک یہ (اللہ) کا کھلا ہوا فضل وکرم ہے (۱۶) اور سلیمانؑ کے لئے جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے لشکر جمع کئے گئے ہیں۔ پس ان کی ترتیب وار صف بندی کی جاتی تھی (۱۷) یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاوٗ۔ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اوراس کا لشکر تمہیں کچل ڈالے اورانہیں خبر بھی نہ ہو (۱۸) وہ (سلیمانؑ) اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے اور کہا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرسکوں جن سے تو نے مجھے اور میرے والدین کو نوازا ہے اور ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر (۱۹) اور سلیمانؑ نے (ایک دن) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا بات ہے کہ ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ کہیں غائب ہے؟ (۲۰) (اگر ایسا ہی ہے) تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔ یا اسے ذبح کردوں گا۔ یا پھر وہ کوئی واضح دلیل (عذر) میرے سامنے پیش کرے (۲۱) پس کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہدہد نے آکر کہا کہ میں نے وہ بات معلوم کی ہے جو آپ کو معلوم نہیں ہے اور میں (ملک) سبا سے

آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں (۲۲) میں نے ایک عورت کو پایا ہے جوان لوگوں پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت (سلطنت) ہے (۲۳) میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے عملوں کو ان کی نظر میں خوشنما بنا دیا ہے۔ پس اس نے انہیں اصل (سیدھے) راستہ سے ہٹا دیا ہے۔ سو وہ ہدایت نہیں پاتے (۲۴) وہ کیوں اس خدا کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو (۲۵) اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے (۲۶) سلیمان نے کہا ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے (۲۷) میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کے پاس ڈال دے پھر ان سے ہٹ جا۔ پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں (۲۸) اس (ملکہ) نے کہا اے (دربار کے) سردارو! مجھے ایک معزز خط پہنچایا گیا ہے (۲۹) وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم (۳۰) تم میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جاؤ (۳۱)

تشریح الالفاظ

۱۔ **منطق الطیر**...... کے معنی ہیں پرندوں کی بولی۔

۲۔ **حشر**...... کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔

۳۔ **یوزعون**...... وزع یسزع وزع سے مشتق ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں چونکہ لشکر بہت عظیم تھا اس لئے پہلے حصے کو روکا جاتا تھا کہ اس کا آخری حصہ آ جائے۔ نیز اس کے معنی ترتیب وار صف بندی کرنے کے بھی ہیں۔

۴۔ **یحطمنکم**...... حطم کے معنی کچلنے اور روندنے کے ہیں۔

۵۔ **اوزعنی**...... یہ وزع سے مزید فیہ ہے جس کے معنی وہی روکنے، مداومت کرنے اور توفیق دینے کے ہیں مجھے ہمیشہ سنبھالے رکھ اور توفیق دے کہ تیرا شکر ادا کرتا رہوں اور کبر ونخوت میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

۶۔ **و تفقد الطیر**...... اس کے معنی جانچ کرنے اور جائزہ لینے کے ہیں۔

۷۔ **ھدھد**...... یہ ایک قلعی دار مشہور پرندہ کا نام ہے۔

۸۔ الخبء ...... کے معنی ہیں پوشیدہ اور مخفی چیز۔

۹۔ کتاب کریم ...... معزز خط سے وہ خط مراد ہے جس پر مہر لگی ہوئی ہے۔

تفسیر الآیات

۱۳) ولقد آتینا داؤد ... الآیة

علم ہی معیار فضیلت ہے

اس علم سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ اس علم سے مخصوص علم نبوت، لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے، ملک داری کرنے اور پرندوں اور جانوروں کی بولی سمجھنے کا علم ہی مراد ہوسکتا ہے اور اسی علمی برتری کی بناء پر وہ اپنی افضلیت پر خدا کی حمد وثناء کر رہے ہیں جس سے علم اور اہل علم کے مجد وشرف پر بڑی تیز روشنی پڑتی ہے کہ دونوں عظیم باپ بیٹے صرف نعمت علم کو ہی فضیلت کی بنیاد قرار دیتے ہوئے خدا کی حمد وثناء کر رہے ہیں ملک وسلطنت اور دوسرے ساز وسامان کو اس کی بنیاد قرار نہیں دیا۔

۱۴) وورث سلیمان ... الآیة

جناب سلیمانؑ جناب داؤدؑ کے وارث ہوئے

جناب سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔ جناب داؤدؑ جو کہ مورث ہیں وہ بھی نبی ہیں اور جناب سلیمانؑ جو کہ وارث ہیں وہ بھی نبی ہیں اور ظاہر ہے کہ وراثت اور ورثہ سے تبادر ذہنی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد اور اموال کی وراثت کی طرف ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس وراثت سے علم ونبوت کی میراث مراد لی ہے انہوں نے غور نہیں فرمایا کہ علم ہو یا نبوت یہ نقل وانتقال کے قابل چیزیں نہیں ہیں۔

بناء بریں اس آیت اور اس جیسی متعدد آیتوں سے اس مزعومہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔ کا مخالف قرآن ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ اس موضوع سے متعلق بحث دیکھنے اور اس موضوع پر ہونے والے جملہ اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب تجلیات صداقت کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵) وقال یا ایھا الناس ... الآیة

جناب سلیمانؑ کو منطق الطیر کا علم عطا کیا گیا تھا

اس آیت سے نیز دوسرے بہت سے شواہد وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کے اندر بھی نطق و ادراک پایا جاتا ہے جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے کہ پرندے مختلف اوقات میں اور محبت ونفرت اور خوشی وغمی کے مختلف حالات میں مختلف آوازیں نکالتے ہیں اور اس طرح اپنی مافی الضمیر بیان کرتے ہیں تو جس قادر وقیوم خدا نے ان پرندوں کو نطق وادراک کی یہ طاقت عطا فرمائی ہے اگر وہ اپنے کسی خاص بندے عام اس سے کہ وہ نبی ہو یا نبی کا وصی ان کے کلام کے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمادے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے؟ متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے یہ علم آئمہ اہلبیتؑ نبوت کو بھی عطا فرمایا ہے!!

چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں ان اللہ علمنا منطق الطیر کما علم سلیمان بن دائود علیہ السلام منطق کل دابۃ فی البر و البحر ۔(بصائر الدرجات)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ان الا مام لا یخفی علیہ کلام احد من الناس و لا طیر ولا بھیمۃ ولا شئی فیہ الروح و من لم تکن ھذہ الخصال فیہ فلیس ھو بامامٍ ۔ (اصول کافی)

اگر ہم لوگ پرندوں اور جانوروں کا کلام نہیں سمجھ سکتے تو یہ بات ہمارے علم وعقل کی کمی اس کی نارسائی کی دلیل تو ہوسکتی ہے ان کے نطق کی نفی کی دلیل تو نہیں ہوسکتی ۔ کائنات میں بہت سے ایسے حقائق موجود ہیں جیسے حیات شہداء، ہر چیز کا تسبیح خدا کرنا وغیرہ وغیرہ ۔مگر ہم اپنے ناقص و نارسا علم وفہم کی بناء پر ان حقائق کو سمجھ نہیں سکتے ۔ آج سائنسی دور میں تو بعض محققین نے حیوانات پر عملی تجربے کر کے ایسے ایسے معلومات بہم پہنچائے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر اور سن کر انسان حیران ہوجاتا ہے بالخصوص چیونٹیوں کے بارے میں تو ماہرین فن کا بیان ہے کہ تنظیم وتقسیم کار کے لحاظ سے اور فطانت وذہانت کے لحاظ سے چیونٹی کی زندگی ہر طرح منظم ومکمل ہوتی ہے

مخفی نہ رہے کہ تفسیر در یا بادی ص ۱۷۷ پر چیونٹی کے بارے میں ایک بڑا جامع وجاندار معلوماتی مضمون مذکور ہے۔ارباب تحقیق اس کی طرف رجوع کر کے اپنی علمی پیاس بجھا سکتے ہیں ۔

۱۶)واوتینا من کل شی ۔۔۔ الآیۃ

یہ کثرت وفراوانی کا استعارہ ہے کہ ہمارے پاس ضرورت کی ہر چیز اور ہر قسم کا ضروری ساز وسامان موجود

ہے۔اس جملہ کو لفظی معنوں میں مراد لینا صحیح نہیں کہ "ہر چیز میں سے ہمیں حصہ ملا ہے"۔اور یہ اظہار بھی جناب سلیمانؑ نے بطور تحدیث نعمت کے کیا ہے فخر ومباہات کی خاطر نہیں کیا ہے۔ ان هذا لهو الفضل المبين

۱۷)وحشر لسليمان... الآية

مشاہدہ شاہد ہے کہ ہر بادشاہ کی فوج انسانوں پر مشتمل ہوتی ہے مگر جناب سلیمانؑ کی فوج تین دستوں پر مشتمل تھی۔جن،انسان اور پرندے۔بعض جدید مفسرین بلکہ محرفین نے اور بہت سی چیزوں کی طرح جنوں اور پرندوں کو بھی اپنی تفسیر بالرائے کی خراد پر چڑھایا ہے کہ جنات سے پہاڑی اور دیہاتی ان پڑھ اور طاقتور لوگ مراد ہیں اور پرندوں سے تیز رفتار گھڑ سوار مراد ہیں۔نہ معلوم انہوں نے انسان کی بھی کوئی تاویل کیوں نہیں کی اور اسے کیوں اپنی اصلی حالت پر رہنے دیا ہے۔ بیشک حقیقت کے ساتھ ساتھ مجاز بھی موجود ہے۔مگر مجازی معنی وہاں مراد لئے جاتے ہیں جہاں کسی وجہ سے حقیقی معنی مراد نہ لئے جا سکتے ہوں۔لیکن جب قرآن وسنت کی تصریحات اور اہل ادیان کے اجماع واتفاق سے بنی نوع جنات کا وجود ثابت ہے اور اسی طرح اڑنے والے پرندے اللہ کی ایک علیحدہ مخلوق ہے تو پھر ان کے ظاہری معنوں سے انحراف کرنے کی کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے؟ اور قرآن میں اس معنوی تحریف کرنے کا کیا جواز ہے؟

۱۸)حتی اذا اتوا علی واد النمل... الآية

جو لوگ نیچری ہیں وہ معجزہ وکرامت جیسے خارق عادت نظام قدرت کے قائل نہیں ہیں۔ان کو اس قسم کی باتیں سمجھنے میں بڑی دقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ بیچارے نہ صاف صاف انکار کر سکتے ہیں ورنہ کفر کا فتویٰ لگنے کا اندیشہ ہے اور نہ ہی صاف اقرار کر سکتے ہیں کہ ان کی نیچریت اس سے مانع ہے۔لہٰذا وہ تاویل کا سہارا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب انہیں چیونٹی کے بات کرنے اور جناب سلیمانؑ کے اسے سننے۔نیز چیونٹی کی دوسری چیونٹیوں سے گفتگو کرنے کی سمجھ نہیں آتی تو وہ اس کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ وادی نمل سے چیونٹیوں کی وادی مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں بنی نمل نامی قبیلہ رہتا تھا اور نملة سے اس قبیلہ کی ایک عورت مراد ہے کہ اسی نے قبیلہ والوں کو متوجہ کیا ہے کہ اپنے مکانوں میں گھس جاؤ کہیں بے خیالی میں سلیمانؑ کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے۔

مگر تاویل کرنے والوں نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ عربی زبان کے نقطہ نگاہ سے جب کسی عورت کی کسی قبیلہ کی طرف نسبت دینا ہو تو اس کے ساتھ یائے نسبت لگائی جاتی ہے۔جیسے بنی اسد کی عورت کے لئے اسدیہ۔ بنی قریش کی عورت کے لئے قریشیہ وغیرہ۔ بناء بریں اگر یہاں بنی نمل کی طرف کسی عورت کی نسبت ہوتی تو پھر

اسے نملیہ ہونا چاہیے تھا نہ کہ نملۃ۔

علاوہ ازیں جب کوئی بادشاہ کسی قبیلہ پر حملہ کرتا ہے تو اولاً اسے روندنا اور کچلنا نہیں کہا جاتا اور اگر اسے مجازاً کہا بھی جائے تو پھر اس طرح گھروں میں گھسنے سے تو حملہ آور کی زد سے نہیں بچا جا سکتا۔ بلکہ ان کے اندر بھی ان کو کچلا جا سکتا ہے نیز یہاں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اس طرح بے خیالی میں روند ڈالیں کہ انہیں خبر بھی نہ ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں نمل سے وہی چیونٹیاں مراد ہیں جو بالعموم بے خیالی کے عالم میں لوگوں کے پاؤں کے نیچے آکر اس طرح روندی اور کچلی جاتی ہیں کہ راہ روؤں کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔ **حملت الریح صوت النملۃ الی سلیمان الخ**۔ کہ اس ہوا نے جسے خدا نے جناب سلیمانؑ کے لئے مسخر کیا تھا چیونٹی کی آواز جناب سلیمانؑ تک پہنچائی تھی۔ (عیون الاخبار و تفسیر صافی)

اس سے معلوم ہوا کہ چیونٹی کی آواز کے سننے اور سنانے میں قادر مطلق کی قدرت کی کرشمہ نمائی شامل تھی۔

۱۹) فتبسم ضاحکا... الآیۃ

جناب سلیمانؑ نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ **رب ھب لی ملکالا ینبغی لا حد من بعدی**۔ اس سے غالباً یہی ہواؤں، جنوں اور پرندوں وغیرہ کی تسخیر مراد تھی۔ ورنہ **تمکین فی الارض** تو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد بھی کئی بادشاہوں کو نصیب ہوتی رہی ہے۔ الغرض جب وادی نمل میں پہنچے اور بڑی چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے جو کچھ کہا۔ ہوا نے اسے آپ تک پہنچایا اور خاص طور پر چیونٹی کی یہ بات کہ وہ بے خیالی میں تمہیں روند نہ ڈالیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ارادۃً تو ہرگز ایسا نہیں کریں گے اس پر جناب سلیمانؑ اس قدر مسکرائے کہ ہنس پڑے اور پھر خدا کا شکر یہ ادا کیا اور دعا مانگی **رب اوزعنی ان اشکر** تا آخر دعا۔

۲۰) وتفقد الطیر... الآیۃ

جناب سلیمان کا پرندوں کے دستہ کا جائزہ لینا اور ہدہد کو نہ پانا

چونکہ جناب سلیمانؑ ایک بیدار مغز حکمران بھی تھے۔ اس لئے وہ اپنے لشکر پر بڑی کڑی نگاہ رکھتے تھے چنانچہ جب ایک بار انہوں نے پرندوں کے دستہ کا جائزہ لیا تو ہدہد کو غائب پایا۔ تو آپ جیسا منتظم فرمان روا یہ کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ آپ کا لشکری اجازت کے بغیر ادھر ادھر جائے۔ اس لئے آپ چونکے

اور فرمایا ما لی لا اری الھدھد... الآیۃ ۔ میں آج ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں غائب ہے؟ تا آخر جس طرح کہ متن قرآن میں مذکور ہے۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جناب سلیمانؑ نے ہدہد کی غیر موجودگی کو اس شدت سے کیوں محسوس کیا؟ فرمایا وہ راستہ میں آپ کو بتاتا تھا کہ سطح زمین کے نیچے پانی کہاں با آسانی دستیاب ہے۔ راوی امام کا یہ جواب سن کر مسکرا پڑا۔ امام نے اس سے مسکرانے کی وجہ پوچھی؟ تو اس نے کہا کہ جب شکاری اوپر دانہ رکھ کر زیر خاک جال رکھ دیتا ہے اور ہدہد اس میں پھنس جاتا ہے تو جو زیر خاک جال کو نہیں دیکھ سکتا وہ زیر زمین پانی کو کس طرح دیکھ سکتا ہے؟ امام نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اذا جاء القدر غشی البصر ۔ جب قضاوقدر آجائے تو آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے (مجمع البیان)

۲۱) فمکث غیر بعید... الآیۃ

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہدہد آ گیا اور آتے ہی اپنی غیر حاضری کا یہ معقول عذر پیش کیا کہ:

ا۔ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کی آپ کو بھی اطلاع نہیں۔

۲۔ وہ خبر ملک سباء کے بارے میں ہے۔

۳۔ وہاں ایک عورت وہاں کے لوگوں پر بادشاہت کر رہی ہے۔

۴۔ جسے ضرورت کی ہر چیز میسر ہے۔

۵۔ جس کا ایک تخت سلطنت ہے۔

۶۔ وہ اور اس کی رعایا خدا کو چھوڑ کو سورج کی پرستش کرتی ہے۔

۷۔ انہیں اس طرح راہ راست سے روک دیا گیا ہے کہ ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

ایک ایراد اور اس کا جواب

جو نیچری خارق عادت امور یعنی معجزات کے منکر ہیں وہ اس واقعہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ایک پرندہ کو یہ سب باتیں کس طرح معلوم ہوگئیں جو اوپر مذکور ہیں؟ لہٰذا وہ اس کی یہ تاویل علیل کرتے ہیں کہ یہاں ہدہد سے مراد وہ مشہور پرندہ نہیں ہے جو اس نام سے معروف ہے بلکہ اس سے ایک آدمی مراد ہے جو سلیمانؑ کی فوج میں ایک افسر تھا۔ اس مفروضہ کی بنیاد اس بات پر قائم ہے کہ اس قسم کا کام ایک انسان اور وہ بھی جہان دیدہ کر سکتا

ہے کوئی پرندہ نہیں کرسکتا۔ حالانکہ بات واضح ہے کہ جناب سلیمانؑ کے ہدہد سے یہ سب کام اس خدا نے کرائے جو علی کل شئی قدیر کا مصداق ہے۔ لہٰذا یا تو یہ لوگ خدا کو قادر مطلق تسلیم نہ کریں اور اگر تسلیم کرتے ہیں تو ایسی دوراز کار تاویلات کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر حقیقت یہی ہے کہ ہدہد جناب سلیمانؑ کے لشکر کا کوئی آدمی تھا جو یمن گیا اور وہاں سے یہ اطلاع لایا۔ تو پھر قرآن کو اسے ایک چیستان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ ایک قاری اسے سچ مچ کا پرندہ ہی سمجھے؟ اگر ہمارا ہدہد یہ کام نہیں کرسکتا تو یہ اس بات کی دلیل تو نہیں کہ خدا بھی سلیمانؑ کے ہدہد سے یہ کام نہیں لے سکتا؟ اور اگر یہ لوگ خدا کو قادر مطلق نہیں مانتے بلکہ اسے عاجز جانتے ہیں تو پھر تاویلات میں در پردہ اپنی منافقت کو چھپانے کا کیا مطلب ہے وہ کھل کر کہہ دیں کہ وہ خدا کو قادر نہیں مانتے ہیں تا کہ ان کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے آجائے۔

بیفگن پردہ تا معلوم گردو
کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

۲۲) الا یسجدوا... الآیة

وہ اس خدا کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزوں کو باہر نکالتا ہے جو وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ ہدہد کے کلام کا تتمہ ہے؟ یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے؟ اس میں فی الجملہ اختلاف ہے اور فاضل طبرسی نے دونوں احتمال ذکر کر کے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ اس مقام پر سجدہ کرنا مستحب ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ قاری خدا کو ہی معبود جانتا ہے۔

۲۳) قال سننظر اصدقت... الآیة

ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ انبیاء و مرسلینؑ ذاتی طور پر علم غیب کے مالک نہیں ہوتے خالق خصوصی طور پر بطور اعجاز جتنا علم عطا فرمائے وہ اور بات ہے۔ چنانچہ اسی لئے جناب سلیمانؑ کو ہدہد کے اس بیان پر پورا اعتماد نہیں ہوا اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم دیکھیں گے کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟ (فصل الخطاب۔ ج ۵، ص ۷۷۴)

۲۴) اذهب بکتابی هذا... الآیة

چنانچہ جناب سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعہ اس مضمون کا خط ملکہ سباء کو بھیجا جس کا متن قرآن میں مذکور ہے۔ ساتھ ہی یہ طریقہ کار بتایا کہ:

۱۔وہاں پہنچ کر یہ خط ان کے یہاں ڈال دے یعنی کسی طرح ان تک پہنچا دے۔

۲۔پھر ان کی نگاہوں سے ذرا ہٹ جا۔

۳۔پھر دیکھ کہ وہ کیا سوال و جواب کرتے ہیں اور بالآخر کیا جواب دیتے ہیں۔

چنانچہ ہدہد نے وہ خط ملکہ سباء تک پہنچایا۔کس طرح پہنچایا؟ اس میں اختلاف ہے بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ملکہ دربار میں بیٹھی تھی کہ ہدہد نے اوپر سے چٹھی پھینکی اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ اپنی آرام گاہ میں سو رہی تھی کہ ہدہد نے روزن دیوار سے داخل ہو کر اس کے سینہ پر چٹھی رکھ دی۔

۲۵)قالت یا ایھا الملاء...الآیة

چنانچہ جب ملکہ نے وہ خط پڑھا تو وہ اس کے اختصار اور پرشکوہ انداز تحریر سے متاثر بھی ہوئی اور کچھ خوف زدہ بھی۔اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اپنے عمائدین سلطنت کو جمع کیا۔اور ان کو وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان سے رائے لی کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اور اس خط کا جواب کیا دینا چاہیے؟۔کیونکہ میں تمہارے مشورے کے بغیر کبھی کوئی اقدام نہیں کرتی۔

آیات القرآن

قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى
تَشۡهَدُوۡنِ﴿۳۲﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ ۙ وَّالۡاَمۡرُ
اِلَيۡكِ فَانۡظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ﴿۳۳﴾ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً
اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ﴿۳۴﴾ وَاِنِّىۡ
مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ
سُلَيۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَاۤ اٰتٰٮنِۦَ اللّٰهُ خَيۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰٮكُمۡ ۚ بَلۡ
اَنۡتُمۡ بِهَدِيَّتِكُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ﴿۳۶﴾ اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا
قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰۤاَيُّهَا

الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ
عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ
عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ
بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا
مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا
نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ
قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا
وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا
كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ
حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ
قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

چنانچہ ملکہ نے کہا! اے سرداران قوم! تم مجھے میرے اس معاملہ میں رائے دو۔ (کیونکہ) میں کبھی کسی معاملہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو (۳۲) انہوں نے کہا ہم طاقتور اور سخت لڑنے والے ہیں لیکن اختیار آپ کو ہی ہے۔ آپ دیکھ لیں (غور کریں) کہ کیا حکم دیتی ہیں (۳۳) ملکہ نے کہا بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اور اس کے معزز باشندوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور ایسا ہی (یہ لوگ) کریں گے (۳۴) (لہٰذا جنگ مناسب نہیں البتہ) میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیجتی ہوں۔ اور پھر دیکھتی

ہوں کہ میرے فرستادے (قاصد) کیا جواب لاتے ہیں (۳۵) سو جب وہ فرستادہ (یا ملکہ کا سفیر) سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ تو اللہ نے مجھ جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے البتہ تم ہی اپنے ہدیہ پر خوش ہو سکتے ہو (۳۶) (اے سفیر) تو ان لوگوں کے پاس لوٹ جا (اور ان کو بتا کہ) ہم ان کے پاس ایسے لشکر لے کر آ رہے ہیں جن کے مقابلہ کی ان میں تاب نہ ہوگی اور ہم ان کو وہاں سے اس طرح ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو چکے ہوں گے (۳۷) آپ نے کہا اے عمائدین سلطنت! تم میں سے کون ہے؟ جو اس (ملکہ سباء) کا تخت میرے پاس لائے قبل اس کے کہ وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئیں؟ (۳۸) جنات میں سے ایک شریر و چالاک جن نے کہا کہ میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔ بے شک میں اس کی طاقت رکھتا ہوں (اور میں) امانت دار بھی ہوں (۳۹) اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔ پھر جب سلیمان نے اسے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے فائدہ کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہ (اپنا نقصان کرتا ہے) میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے (۴۰) آپ نے کہا اس (ملکہ) کے تخت کی صورت بدل دو تاکہ ہم دیکھیں کہ آیا وہ صحیح بات تک راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو صحیح بات تک راہ نہیں پاتے۔ (۴۱) الغرض جب ملکہ آئی تو اس سے کہا گیا کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے اور ہمیں تو پہلے ہی سے حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔ اور ہم تو مسلمان (مطیع و فرمانبردار) ہو چکے ہیں (۴۲) اور سلیمان نے اس (ملکہ) کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا اور جو وہ کیا کرتی تھی کیونکہ وہ کافر قوم میں سے تھی (۴۳) اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو۔ تو جب اس نے اس کو دیکھا تو (بلوریں فرش کو گہرا) پانی خیال کیا اور (گزرنے کے لئے) اس طرح پائنچے اٹھائے کہ) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ آپ نے کہا یہ (پانی نہیں ہے بلکہ) شیشوں سے مرصع محل ہے (اور بلوریں فرش ہے) ملکہ نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں (۴۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ افتونی ......اس کے معنی ہیں مجھے رائے دواور مشورہ دو۔

۲۔ اولو بأس شدید ......اس کے معنی ہیں سخت قوت وطاقت والے یعنی جنگجو۔

۳۔ لا قبل لهم ......کے معنی ہیں جس کا وہ مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔

۴۔ عفریت ......اس کے معنی شریر اور خبیث کے ہیں۔

۵۔ صدها ......کے معنی روکنے کے ہیں۔

۶۔ صرح ......اس کے معنی ہیں محل۔

۷۔ لجةً ......پانی کے بڑے حصہ اوراس کی گہرائی کو کہا جاتا ہے۔

۸۔ ممرد ......کے معنی مرصع کے ہیں۔

۹۔ قواریر ......اس کے معنی شیشہ اور بلور کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۶) قالت یا ایها الملاء ... الآیة

ملکہ سباء کا اعیان سلطنت سے مشورہ کرنا اوران کا جواب دینا

الغرض ملکہ سباء نے جناب سلیمانؑ کے خط کا جواب دینے کے متعلق اعیان سلطنت سے مشورہ کیا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو ایک وفادار رعایا کو دینا چاہیے یعنی کہا اگر جنگ کرنی ہے تو ہم کمزور نہیں ہیں بلکہ طاقت وراور بڑے جنگجو ہیں اور اگر صلح کا راستہ اختیار کرنا ہے تو ہم اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔ مگر آخری فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کو ہے۔ آپ جو حکم دیں ہم تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ ملکہ سباء کے اس مشورہ اور اعیان سلطنت کے جواب سے واضح ہوتا ہے کہ اس قوم میں بادشاہی نظام تو تھا مگر استبدادی نہ تھا بلکہ شورائی قسم کا تھا جس کے اہم فیصلے عمائدین سلطنت کے مشورے سے کئے جاتے تھے۔

۲۷) قالت ان الملوك ... الآیة

ملکہ سباء کا جنگ کی بجائے صلح کا راستہ اختیار کرنا اور ہدیہ بھیجنا

ملکہ سباء چونکہ جناب سلیمانؑ کی عظیم سلطنت اور ان کے جنوں، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل عظیم لشکر سے آگاہ ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس نے دانشمندانہ فیصلہ کیا کہ جنگ کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جب جنگ چھڑتی ہے اور بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہ دو کام کرتے ہیں ایک یہ کہ وہ اسے خراب و برباد کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ وہاں کے شریف باشندوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔ اس لئے میں ایک قیمتی ہدیہ ان کے پاس بھیجتی ہوں اور پھر دیکھتی ہوں کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں مقصد یہ تھا کہ یہ خط لکھنے والا اگر دنیا کا طلبگار ہے تو وہ اس قیمتی ہدیہ کو بخوشی قبول کر لے گا اور ہم اس سے جنگ کریں گے اور اگر دین اور اصلاح کا علمبردار ہے تو وہ اسے ٹھکرا دے گا اور قبول نہیں کرے گا تو ہم سر تسلیم خم کر دیں گے۔

وہ ہدیہ کیا تھا؟

اس کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں مگر چونکہ قرآن و حدیث میں کوئی قابل اطمینان صراحت نہیں ہے۔ لہٰذا ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہدیہ کوئی معمولی نہیں تھا بلکہ بڑا گرانقدر اور قیمتی تھا۔ واللہ العالم

۲۸) و كذالك يفعلون... الآية

عام بادشاہوں کی روش و رفتار کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ جب وہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز شہریوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ **و كذلك يفعلون**۔ اسے بعض مفسرین نے ملکہ سباء کے قول کا بطور تاکید تتمہ قرار دیا ہے کہ وہ ایسا ہی کرتے ہیں لہٰذا جناب سلیمانؑ اور ان کے لشکری بھی ایسا ہی کریں گے اور بعض نے بطور جملہ معترضہ خدا کا قول قرار دیا ہے کہ اس نے بادشاہوں کی روش کے بارے میں ملکہ سباء کے قول کی تصدیق کی ہے کہ واقعاً وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

۲۹) فلما جاء سليمان... الآية

چنانچہ ملکہ کا سفیر جب وہ قیمتی ہدیہ لے کر جناب سلیمانؑ کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ فرما کر ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ اس ہدیہ پر تم لوگ ہی خوش ہو سکتے ہو جنہیں مال و دولت جمع کرنے کی فکر ہے مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے مجھے جن نعمتوں سے نوازا ہے وہ اس سے کہیں بہتر و برتر ہیں۔ جو کچھ تمہیں دیا ہے۔ پھر سفیر سے فرمایا تم یہ ہدیہ لیکر واپس چلے جاؤ اور ملکہ سے کہو میں نے تمہیں دعوت اسلام دی

تھی تم نے یہ قیمتی ہدیہ بھیج دیا یعنی یہ تو گویا رشوت کی ایک صورت ہوئی۔ ہم ایسی فوجیں لے کر ان کی طرف آئیں گے کہ ان کو انکے مقابلہ کی تاب نہ ہوگی اور ہم ان کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے۔ بظاہر اس دھمکی سے جناب سلیمانؑ کا مقصد ان کو ڈرا دھمکا کر مقابلہ و مقاتلہ سے باز رکھنا اور اپنی اطاعت گزاری پر آمادہ کرنا ہے نہ یہ کہ انسانوں کا قتل عام کیا جائے۔ اور جبر و قہر سے انہیں مسلمان بنایا جائے۔

(۳۰) قال یا ایھا الملأ ... الآیۃ

یہاں درمیان کی کڑیاں مخاطب کے ذہن پر چھوڑ دی گئی ہیں اور بات آگے بڑھائی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ ملکہ کا سفیر ہدیہ لے کر واپس پہنچا تو ملکہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ سلیمانؑ دنیاوی بادشاہ نہیں ہیں بلکہ وہ دینی حکمران ہیں جن کے مقابلہ کی ان میں تاب نہیں ہے۔ مگر اسلام قبول کرنے سے پہلے سب حالات کا بچشم خود جائزہ لینا ضروری ہے۔ لہٰذا وہ ادھر بڑی شان و شوکت کے ساتھ آپ کی طرف روانہ ہوئی۔ ادھر آپ کو بھی اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے چاہا کہ اسے قدرت خدا کی ایک جھلک دکھائیں جس سے اس کے اسلام لانے کی راہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: اے میرے سردارو (اے درباریو) تم میں سے کون ہے جو ملکہ کا تخت میرے پاس لائے قبل اس کے وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئیں۔ اس پر وہ گفتگو جو متن قرآن میں مذکور ہے کہ قوم جنات میں سے ایک عفریت نے کہا کہ آپ کی بزم برخاست ہونے سے پہلے میں اسے یہاں حاضر کر سکتا ہوں مگر آپ نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ جلدی ہے اس پر اس نے کہا جس کے پاس علم من الکتاب (کتاب کا تھوڑا سا علم تھا) میں اسے آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ چنانچہ اس شخص نے اسم اعظم پڑھا اور خدا نے زمین کی طنابیں کھینچ لیں۔ سلیمانؑ نے دیکھا کہ تخت بلقیس ان کے پاس موجود ہے تو آپ نے شکر خدا کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے پروردگار کا مجھ پر خصوصی فضل و کرم ہے تا کہ وہ آزمائے میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں۔

تخت بلقیس لانے والا کون تھا؟

روایات میں وارد ہے کہ وہ آصف بن برخیا وصی سلیمان تھا (روضۃ الواعظین وغیرہ) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسم اعظم کے کل تہتر اسم ہیں جن میں سے خدا نے آصف کو صرف ایک حرف کا علم عطا فرمایا تھا جس کی برکت سے قریباً ۱۵ سو میل کی مسافت سے ملکہ سباء کا بھاری بھرکم تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے دربار سلیمانؑ میں حاضر کر دیا۔ اور ہمیں بہتر اسم اعظم عطا فرمائے ہیں۔ ہاں البتہ ایک اسم اعظم خدا

وند عالم نے اپنے علم مخزون میں اپنے پاس رکھا ہوا ہے (اصولی کافی و بصائر الدرجات) یہ کام جناب سلیمانؑ خود بھی کر سکتے تھے لیکن اپنے وصی سے اس لئے کرایا تا کہ ان کی وصایت پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے۔

۳۱)قال نکروا لها عرشها۔۔۔الآیۃ

جناب سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس تخت کی ذرا ہیئت بدل دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ صحیح بات تک راہ پاتی ہے یا نہیں؟ اور اس معجزہ کو دیکھ کر ہدایت پاتی ہے یا نہ؟ کیونکہ

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا!

۳۲)فلما جاءت۔۔۔الآیۃ

چنانچہ جب ملکہ سباء (بلقیس) آئی تو رسمی سلام وکلام اور احوال پرسی کے بعد اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ تو اس نے بڑا معقول جواب دیا کہ یہ تو گویا وہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ کہتی کہ اس جیسا ہے تو یہ جواب درست نہ ہوتا اور اگر کہتی کہ بالکل وہی ہے تو بھی غلط ہوتا کیونکہ اس کی ہیئت قدرے بدلی ہوئی تھی لہٰذا کہا یہ تو گویا وہی ہے اور ہمیں حقیقت کا پہلے ہی سے علم ہو گیا تھا اس لئے ہم تو مسلمان بن کر حاضر ہوئے ہیں۔

۳۳)وصدها۔۔۔الآیۃ

صد جو کہ فعل ماضی ہے کہ فاعل میں اختلاف ہے؟ بعض نے اس کا فاعل اس ضمیر کو قرار دیا ہے جو جناب سلیمانؑ کی طرف لوٹتی ہے کہ سلیمانؑ نے بلقیس کو غیر اللہ کی پرستش سے منع کیا اور بعض نے اس کا فاعل **ما کانت تعبد من دون اللہ** کو ماء مصدر ٹھہراتے ہوئے قرار دیا ہے۔

بناء بریں مطلب یہ ہو گا کہ اس خاتون کو اسلام لانے سے صرف غیر اللہ کی پرستش یعنی سورج پرستی نے روکا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ ایک کافر قوم کی فرد تھی لیکن جونہی یہ بصیرت افروز واقعات دیکھ کر اس کی آنکھ کھلی تو پھر اسلام قبول کرنے میں ذرا بھی دیر و درنگ نہیں کی۔

۳۴)قیل لها ادخلی۔۔۔الآیۃ

ملکہ سباء جناب سلیمانؑ کے خاص محل میں داخل ہوتی ہے

مفسرین و مورخین کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ بلقیس کی آمد سے پہلے جناب سلیمانؑ نے ایک خاص عالی شان شیش محل تعمیر کرایا تھا جس کا فرش شیشہ بلور کا بنا ہوا تھا جس کے نیچے پانی رواں دواں تھا۔ جب ملکہ سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو تو جب اس نے اس کے فرش کو دیکھا تو خیال کیا کہ پانی بہہ رہا ہے تو اس نے گزرنے

کے لئے پائچے اٹھائے یعنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔تب اسے بتایا گیا کہ یہ تو بلوری شیشوں سے بنا ہوا ہے۔تب ملکہ نے کہا رب انی ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین۔بلقیس اس سے پہلے جناب سلیمانؑ کی روحانیت کی تو قائل ہو چکی تھی۔اب جب دیکھا کہ دنیوی سلطنت وتمکنت میں بھی ان کا مرتبہ اس سے کہیں بڑھا ہوا ہے تو اب اپنی سابقہ گمراہی پر ندامت ظاہر کی اور اپنے ایمان کا کھلم کھلا اعلان کر دیا۔

بلقیس کا انجام کیا ہوا؟

اگرچہ قرآن اور حدیث صحیحہ اس سلسلہ میں خاموش ہیں اور ان میں اس کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی مگر تاریخ نے یہی لکھا ہے کہ اس کے بعد جناب سلیمانؑ نے اسے اپنے حرم سرا میں داخل کیا اور اسے اپنی سلطنت پر برقرار رکھا۔(مجمع البیان وغیرہ) واللہ العالم

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ
فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ
وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾
قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا
مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ
وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴿۵۴﴾ اَىِٕنَّكُمْ
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
تَجْهَلُوْنَ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ
قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا
امْرَاَتَهٗ٘ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاۚ فَسَآءَ
مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰىؕ
آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴿۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو رسول بنا کر (اس پیغام کے ساتھ) بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ تو وہ دو فریق (مومن و کافر) ہو گئے جو آپس میں جھگڑنے لگے (۴۵) آپ نے کہا اے میری قوم! تم بھلائی سے برائی کے لئے کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم اللہ سے کیوں بخشش طلب نہیں کرتے؟ تا کہ تم پر رحم کیا جائے (۴۶) انہوں نے کہا کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو براشگون سمجھتے ہیں آپؑ نے کہا تمہاری بدشگونی تو اللہ کے پاس ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو جو آزمائے جا رہے ہو(۴۷) اور (اس) شہر میں نو گروہ تھے جو زمین میں فساد برپا کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے (۴۸) انہوں نے کہ آپس میں خدا کی قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم رات کے وقت صالح اور اس کے گھر والوں کو ہلاک کر دیں گے اور پھر ان کے بعد ان کے ولی سے کہیں گے کہ ہم ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہیں تھے اور ہم بالکل سچے ہیں (۴۹) اور (اس پر انہوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی جس کی انہیں خبر نہ تھی (۵۰) تو دیکھو ان کی چال کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو تباہ و برباد کر دیا (۵۱) سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔ بے شک اس (واقعہ) میں ایک بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں

(۵۲) اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے (۵۳) اور ہم نے لوط کو بھی (رسول بنا کر بھیجا) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے کار کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو (جانتے بوجھتے ہو) (۵۴) کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو؟ بلکہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو (۵۵) ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کوئی نہ تھا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں (۵۶) پس ہم نے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دی سوائے آپ کی بیوی کے کہ اس بارے میں ہم نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی (۵۷) اور ہم نے ان پر ایک خاص (پتھروں کی بارش برسائی سو کیسی بری بارش تھی ان لوگوں کے لئے جن کو ڈرایا جا چکا تھا) (۵۸) آپ کہیے! ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اس نے منتخب کیا ہے (ان سے پوچھو) کیا اللہ بہتر ہے یا وہ (معبود) جنہیں وہ (اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں) (۵۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ اطیرنا بك......طیرہ کے معنی بدشگونی کے ہیں۔

۲۔ رھط ...... کے معنی ہیں آدمی کی قوم اور اس کا قبیلہ اور تین سے دس تک کا گروہ جس میں کوئی عورت نہ ہو۔

۳۔لنبیتنه......تبییت کے معنی میں کسی پر شبخون مارنا اور رات کے وقت کچھ کرنا۔

۴۔ مکروا ......مکر کے معنی چال چلنے اور خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں اور جب یہ لفظ خدا کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی دینے کے ہوتے ہیں۔

۵۔ خاوية......کے معنی خالی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۵) ولقد ارسلنا الی ثمود... الآیة

وہ مقامات جہاں حضرت صالح کا تذکرہ موجود ہے

جناب صالحؑ کے حالات و واقعات قبل ازیں مندرجہ ذیل مقامات پر بیان کئے جا چکے ہیں۔ سورہ اعراف از آیت ۷۳ تا ۷۹، سورہ ہود از آیت ۶۱ تا ۶۸، سورہ شعراء از آیت ۱۴۱ تا ۱۵۹ نیز بعد ازیں سورہ القمر میں از آیت ۲۳ تا ۳۲، الشمس از آیت ۱۱ تا ۱۵ میں آئیں گے۔ چنانچہ اس آیت کا پہلا حصہ سورہ اعراف میں نمبر ۷۳ اور سورہ ہود میں نمبر ۶۱ پر گزر چکا ہے اور وہیں اس کی تفسیر بھی بیان کی جا چکی ہے۔

الغرض ادھر جناب صالحؑ نے اپنی قوم کو دعوت حق دینے کا آغاز کیا اور ادھر قوم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک حصہ ایمان لانے والوں کا اور دوسرا حصہ انکار کرنے والوں کا اور پھر ان کا آپس میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ قال الملا الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفو...الآیۃ۔ ان (صالحؑ) کی قوم کے متکبر مزاج سرداروں نے کمزور لوگوں سے کہا کہ جس صالح کو تم خدا کا رسول جانتے ہو ہم ان کا انکار کرتے ہیں۔ (سورہ اعراف۔ ۷۵)

بالکل یہی صورت حال حضرت پیغمبرؐ اسلام کی بعثت کے وقت پیش آئی کہ قوم دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور پھر ان میں باہمی کشمکش شروع ہوگئی۔ سچ ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

۳۶) قال یقوم لم تستعجلون... الآیۃ

جناب صالحؑ نے جب تبلیغ رسالت شروع کی اور عام لوگوں نے انکار پر اصرار کیا تو آپ نے انہیں خدا کے عذاب سے ڈرایا اور ان مشرکوں نے ڈرنے اور ایمان لانے کی بجائے الٹا ازراہ تمسخر یہ کہنا شروع کیا۔ اتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین۔ اگر تم رسول ہو تو پھر وہ عذاب لاؤ جس کا تم وعدہ کرتے ہو۔ جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت ۷۷ میں مذکور ہے۔ اس پر جناب صالحؑ نے انہیں بڑی نرمی اور دلسوزی کے ساتھ سمجھایا کہ تم اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کی بجائے الٹا عذاب کے نزول کی استدعا کر رہے ہو؟ ہے اس حماقت کی کوئی انتہا؟ لہٰذا اگر چہ تم کفر و شرک اور بڑے گناہ و عصیاں کر چکے ہو پھر بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ آؤ خدا سے مغفرت طلب کرو۔ وہ رحیم و کریم خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

۳۷) قالو اطیرنا ... الآیة

جب جناب صالحؑ نے ان کو خدا کی طرف بلایا اور انہوں نے مسلسل انکار کیا تو انہیں بیماری اور قحط سالی نے آگھیرا تو وہ بدبخت کہنے لگے کہ یہ سب وبال تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے آیا ہے۔ یہ سب تم لوگوں کی نحوست ہے کہ ہمارے درمیان انتشار پیدا ہو گیا ہے اور ہر چیز سے برکت اُٹھ گئی ہے جناب صالحؑ نے فرمایا ''یہ سب کچھ منجانب اللہ ہے اور تمہارے اعمال کی شامت کا نتیجہ ہے اس قسم کی ایک آیت سورہ اعراف میں نمبر ۱۳۱ پر گزر چکی ہے جس میں وارد ہے کہ فاذا جائتهم الحسنة قالو لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معمه ...الآیۃ۔ کہ جب فرعون اور فرعونیوں کو کوئی راحت ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شایان شان ہے اور جب کوئی تکلیف اور مصیبت پہنچتی ہے تو جناب موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی بدشگونی سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام میں طیرہ و بدشگونی کا کوئی تصور نہیں ہے پیغمبرؐ اسلام کا ارشاد ہے لا عدوی ولا طیرة فی الاسلام۔ اسلام میں چھوت چھات اور بدشگونی نہیں ہے۔

۳۸) وکان فی المدینة تسعة ... الآیة

مطلب یہ ہے کہ اس قوم کے نو سردار اور جتھے دار تھے۔ وہ اور ان کے چیلے چانٹے ہر وقت حضرت صالحؑ کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے۔ ملک میں فتنہ وفساد برپا کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اور اصلاحی کاموں کے قریب بھی نہیں جاتے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک بار باہمی قسمیں کھا کر یہ سازش تیار کی کہ رات کے وقت شب خون مار کر حضرت صالح اور ان کے گھر والوں کو ختم کر دو اور پھر جو ان کے خون کا دعویٰ کرنے کا حقدار ہے اس سے حلفیہ طور پر یہ کہہ دو کہ ہم تو ان کے گھرانے والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود بھی نہ تھے۔ یہ بالکل اسی طرح کی سازش تھی جیسی سازش کفار مکہ کے قبائلی سرداروں نے ہجرت نبوی کے وقت تیار کی تھی کہ سب قبائل کے آدمی آنحضرتؐ کے قتل میں حصہ لیں تا کہ بنی ہاشم ان سے انتقام نہ لے سکیں اور ان کے منصوبہ کی تکمیل سے پہلے خدا نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں تہس نہس کر دیا۔ یہ ان کے گھر ویران وسنسان پڑے ہیں۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لئے بڑا نشان عبرت ہے۔ ذرا دیکھو کہ ظلم کا انجام کیا ہوتا ہے؟

ایضاح:

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ناقہ صالحؑ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا جسے عملی جامہ پہنانے سے پہلے خدا نے انہیں ہلاک کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ جناب ابن عباس سے مروی ہے کہا۔ انی اجد فی

کتاب الہ ان الظلم یخرب البیوت۔ کہ میں کتاب اللہ میں یہ چیز پاتا ہوں کہ ظلم گھروں کو خراب و برباد کردیتا ہے۔(مجمع البیان)

وکان عاقبة الظلم الوخیم

بہرحال اس عذاب سے وہی لوگ بچے جو ایمان دار اور پرہیزگار تھے۔ مخفی نہ رہے کہ ہم سورہ آل عمران کی آیت ۵۴ ومکر الله کی تفسیر میں مکر کے معنی ومفہوم کی کما حقہ وضاحت کر چکے ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۹)ولوطاً اذقال... الآیة

وہ مقامات جہاں جناب لوطؑ کا تذکرہ موجود ہے

جناب لوط کا قرآن مجید کے درج ذیل مقامات پر ذکر خیر موجود ہے۔سورہ اعراف از آیت ۸۰ تا ۸۴،سورہ ہود از آیت ۷۴ تا ۸۳، الحجر از آیت ۵۷ تا ۷۷،سورہ الانبیاء از آیت ۷۱ تا ۷۵،سورہ الشعراء از آیت ۱۶۰ تا ۱۷۴۔ یہاں سورہ نمل از آیت ۵۴ تا ۵۷۔سورہ عنکبوت از آیت ۲۸ تا ۷۵۔سورہ الصافات از آیت ۱۳۳ تا ۱۳۸،سورہ القمر از آیت ۳۳ تا ۳۹۔

چنانچہ جناب لوطؑ کے واقعہ کی یہ پانچ آیتیں جو یہاں مذکور ہیں یہی پانچ آیتیں معمولی تبدیلی الفاظ کے ساتھ سورہ اعراف میں آیت ۸۰ سے لے کر ۸۴ تک موجود ہیں۔ ولوطا اذ قال لقومه اتأتون الفاحشة تا وامطرنا علیهم مطرًا فانظر کیف کان عاقبه المجرمین۔(الاعراف۔۸۴)

لہٰذا ان آیات کی تفسیر وتشریح دیکھنے کے خواہش مند حضرات سورہ اعراف کے ان مقامات کی تفسیر کی طرف رجوع فرمائیں۔

ایضاح:

ایک ہی مفہوم کی ادائیگی میں قرآن مجید کا الفاظ وعبارات کو ادلنا بدلنا کسی واقعہ کی نقل بالمعنی کرنے کے جواز کی ناقابل رد دلیل ہے بشرطیکہ اصل مفہوم ومدعا بے کم وکاست ادا ہو جائے۔

۴۰)قل الحمد لله وسلام... الآیة

اس آیت مبارکہ میں اسلامی خطباء ومتکلمین یا مصنفین ومولفین کو خطبہ کا پورا خاکہ دے دیا گیا ہے۔ عام خطبوں میں خدا کی حمد اور رسول خدا اور ان کی آل پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے جیسے الحمد لله العلی الا علیٰ

والصلوٰۃ علی عبدہ المصطفی والہ النجباء۔ مگر یہاں اللہ کی حمد وثناء کے بعد وسلام علی عبادہ کہہ کر گویا حضرت رسول خداؐ کے ساتھ ان کی آل اطہارؑ کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

چنانچہ تفسیر قمی میں عبادہ الذین اصطفی کی تفسیر میں خدا کے برگزیدہ بندوں سے آئمہ اہلبیت مراد لئے گئے ہیں۔

پارہ ۱۹ کی تفسیر آج مورخہ ۳۰ ستمبر ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۲ رجب المرجب ۱۴۲۳ء
بروز سوموار بوقت سوا گیارہ بجے شب بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی
والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ محمد والہ الطاہرینؑ

آیات القرآن

اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ
فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا ؕ ءَ
اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ يَّعۡدِلُوۡنَ ۞۶۰ اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا
وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيۡنَ الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۞۶۱ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا
دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۞۶۲ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَمَنۡ
يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشۡرِكُوۡنَ ۞۶۳ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۞۶۴
قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا
يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ۞۶۵ بَلِ ادّٰرَكَ عِلۡمُهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ ۚ بَلۡ هُمۡ فِىۡ
شَكٍّ مِّنۡهَا ۚ بَلۡ هُمۡ مِّنۡهَا عَمُوۡنَ ۞۶۶

ترجمۃ الآیات

(ان مشرکین سے پوچھو) بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس (پانی) سے خوش منظر (بارونق) باغات اُگائے۔ ان درختوں کا اُگانا تمہارے بس میں نہیں تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور

الہ ہے؟ بلکہ یہ (راہ حق سے) انحراف کرنے والے لوگ ہیں (۶۰) بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا؟ اور اس کے درمیان نہریں (ندیاں) جاری کیں اور اس کے لئے بھاری پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان پردہ حائل کر دیا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۶۱) کون ہے جو مضطر و بے قرار کی دعا و پکار کو قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف و مصیبت کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ (۶۲) وہ کون ہے جو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں تمہاری راہنمائی کرتا ہے اور اپنی (باران) رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ ہے؟ اللہ برتر و بالا ہے ان چیزوں سے جنہیں وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں (۶۳) وہ کون ہے جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے اور پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہ ہے؟ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ (۶۴) آپ کہہ دیجئے! کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اللہ کے سوا کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے (۶۵) بلکہ آخرت کی منزل میں رفتہ رفتہ انہیں پورا علم ہوگا۔ بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں بلکہ یہ اس کی طرف سے بالکل اندھے ہیں (۶۶)

تشریح الالفاظ

۱۔ امن ...... یہ ام اور من سے مرکب ہے ام حرف عطف ہے۔ یہ ہمزہ استفہام کے بعد برابری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے اقریب ام بعید اور کبھی بل کے معنی میں آتا ہے جیسے هل یستوی الظلمات والنور۔

۲۔ یعدلون ...... یہ عدول بھی سے ہوسکتا ہے جس کے معنی انحراف کے ہیں اور عدل سے بھی جس کے معنی ہمسر اور برابر کے ہیں۔ بناء بریں معنی یہ ہوں گے کہ وہ لوگ اپنے شریکوں کو خدا کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔

۳۔ حاجزاً ...... حاجز کے معنی برزخ، پردہ اور رکاوٹ کے ہیں۔

۴۔ ادرک ...... یہ اصل میں تدارک تھا تا کو دال میں ادغام کیا گیا اور اس سے پہلے ہمزہ بڑھا دیا گیا تا کہ ابتداء بہ سکون لازم نہ آئے۔ جس کے معنی تتابع وتلاحق کے ہیں یعنی جہاں تک زندگانی آخرت کا تعلق ہے تو اگرچہ بذریعہ وحی الٰہی لوگوں کو اس کا مسلسل علم حاصل ہوتا رہا ہے مگر اس کی تکمیل قیامت کے دن ہوگی جب آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے مگر ہنوز وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں بلکہ بالکل اندھے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ ادرک علمہم کی تشریح میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے مگر ہم نے فاضل طبرسی اور فاضل مغنیہ کی تشریح کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ باقی مترجمین میں سے کسی نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم گم ہو گیا ہے اور کسی نے ختم ہو گیا ہے اور کسی نے الجھ گیا ہے ترجمہ کیا ہے۔

تفسیر الآیات

(۴۱) امن خلق السموت... الآیۃ

الٰہ کے مفہوم کی وضاحت کہ الٰہ کسے کہتے ہیں؟

اسلامی کلمہ کا آغاز لا الٰہ الا اللہ سے ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی جا بجا لفظ الٰہ استعمال ہوا ہے جیسے اللہ لا الٰہ الا ھو... الآیۃ۔ مگر مترجمین حضرات عموماً لفظ الٰہ کا ترجمہ معبود، مسجود اور خدا کرتے ہیں۔ مگر اس ترجمہ سے اس لفظ کے پورے مفہوم کی ترجمانی نہیں ہوتی اور نہ ہی ربوبیت کے مفہوم کی پوری پوری وضاحت ہوتی ہے ہاں البتہ بیسویں پارے کے اس پہلے رکوع کی ان آیتوں سے الوہیت کے مفہوم کی پوری پوری وضاحت ہوتی ہے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ الٰہ اس ذات کو کہا جاتا ہے جو کم از کم یہ پندرہ کام انجام دے۔

۱۔ آسمان وزمین کا پیدا کرنا۔

۲۔ آسمان سے بارش برسانا۔

۳۔ خوش منظر اور بارونق باغات اُگانا۔

۴۔ متحرک زمین کو قرارگاہ بنانا۔

۵۔ زمین میں نہریں اور ندیاں جاری کرنا اور دریا بہانا۔

۶۔ عالم الغیب ہونا۔

۷۔ زمین کی روک تھام کے لئے پہاڑوں کی میخیں گاڑنا۔

۸۔ مضطرو بےقرار اور بےسہارا آدمی کی دعاو پکار کو سننا۔

۹۔ میٹھے اور کھاری پانی کے درمیان قدرتی پردہ حائل کرنا۔

۱۰۔ اس کے دکھ درد اور اس کی تکلیف و مصیبت کا دور کرنا۔

۱۱۔ زمین میں آنے والے لوگوں کو اگلوں کا جانشین بنانا۔

۱۲۔ بروبحر یعنی خشکی و تری کے اندھیروں میں ستاروں وغیرہ کے ذریعہ سے لوگوں کی راہنمائی کرنا اور انہیں راستہ دکھانا۔

۱۳۔ باران رحمت سے پہلے بطور بشارت ہواؤں کا چلانا۔

۱۴۔ مخلوق کی خلقت کا آغاز اور پھر دوبارہ زندہ کرکے میدان حشر میں لانا۔

۱۵۔ آسمان وزمین سے مخلوق کی روزی کا انتظام کرنا۔

ان قرآنی حقائق سے واضح ہوگیا کہ امورتکوینیہ کی انجام دہی خداوند عالم کے قبضہ قدرت میں ہے کیونکہ جو الٰہ ہوتا ہے وہ یہ کام انجام دیتا ہے۔لہٰذا ان امور میں اسی کی طرف رجوع کرنا واجب ولازم ہے اور کسی اور کی طرف رجوع کرنا، وہ شرک ہے جو ناقابل معافی جرم ہے۔ **ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذالك لمن يشاء**۔اور یہ سب کچھ کلمہ توحید (**لا اله الا الله**) کے اندر پوشیدہ ہے۔خلاصہ یہ کہ جب خدا کو الٰہ مان لیا تو پھر اسے سب کچھ مان لیا۔سچ ہے

چوں گوئم لا الہ از جاں بتر سم
کہ دائم مشکلات لا الہ را

ایک مغالطہ کا ازالہ

میدان شرک کے شاہ سوار بعض مقررین اس مقام پر یہ کہہ کر عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ ہم آئمہ اہلبیت علیہم السلام کو الٰہ یا الٰہ جیسا تھوڑا ہی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہم تو ان کو خدا کا خاص بندہ سمجھ کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔اس ابلہ فریبی کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ خدا نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ ان امور میں میرے سوا میرے خاص بندوں سے مدد مانگو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جب ان حضرات میں خدا کی صفات خاصہ تسلیم کرلیں اور ان سے خدائی کاموں کا تقاضا کیا اولاد ان سے مانگی، دکھ درد کے دور کرنے کی استدعا ان سے کی، مرض کے زائل کرنے کا سوال ان سے کیا۔مقدمات میں کامیابی حاصل کرنے کی دعا ان سے کی اور

رزق ان سے مانگا تو باقی رہ کیا گیا؟ جبکہ ان امور کی انجام دہی خدا سے مختص ہے تو پھر ایسا کرنا اگر شرک صریح نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ سبحان اللہ عما یشرکون!

ان آیات کی مزید تشریح وتفسیر

پارہ نمبر ۱۹ کی آخری آیت کا تتمہ یہ تھا کہ سبحان اللہ خیرا اما عما یشر کون! کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہاں ان لوگوں کی کج فہمی اور کوتاہ اندیشی پر ان کو جھنجھوڑا گیا تھا۔ اور اب یہاں خدا کی وحدانیت پر دلائل وشواہد پیش کئے جا رہے ہیں اور ان سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ تمہارے وہ بے بس و بے کس بت بہتر ہیں جو کچھ بھی نہیں کر سکتے یا وہ قادر و قیوم خدا بہتر ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق و مالک اور پالک ہے اور پورے کارخانہ قدرت کا ناظم و مدبر ہے؟ بتاؤ یہ زمین وآسمان کس نے پیدا کئے ہیں؟ اور آسمان سے بارش کون برساتا ہے جس سے تمہاری روزی وابستہ ہے وغیرہ وغیرہ آیا ان چیزوں کی تخلیق یا ان کی نشوونما اور تزئین میں تمہارے ان معبودوں کا بھی کوئی حصہ ہے۔

ظاہر ہے کہ مشرک لوگ ان سوالوں کا اثبات میں جواب نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اگر تم کفار مکہ اور مشرکین عرب سے یہ سوال کرو کہ زمین وآسمان کس نے پیدا کئے ہیں؟۔ آسمان سے کون بارش برساتا ہے؟ اور معاملات کی تدبیر کون کرتا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے۔

ولئن سالتهم من خلق السماوات والارض ليقولن خلقهن العزيز العليم (الزخرف۔ ۹) ولئن سالتهم من خلقهم ليقولن الله (ایضاً۔ ۷۸) ولئن سالتهم من نزل من السماء ماء فاحيابه الارض من بعد موتها ليقولن الله (العنکبوت۔ ۶۳) قل من يرزقكم من السماء والارض، ومن يدبر الامر فسيقولون الله (یونس۔ ۳۱)

بناء بریں وہ کس طرح یہ جواب دے سکتے تھے کہ ان کے معبود یہ کام کرتے ہیں یا وہ خدا کے ساتھ ان کاموں کی انجام دہی میں شریک ہیں؟ بہر حال جب وہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب کام صرف خدا کرتا ہے تو پھر اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ غیر اللہ کی چوکھٹ پر کیوں جبہ سائی کرتے ہیں؟؟

۴۲) امن جعل الارض قراراً۔۔۔ الآیة

زمین کا اپنی تیز گردش اور بے شمار مختلف قسم کی آبادی کے باوجود جائے قرار ہونا کوئی معمولی کام نہیں

ہے بلکہ اس میں خالق علیم وحکیم کے علم وحکمت اور قدرت کے وہ کرشمے پائے جاتے ہیں کہ اگر ان میں غور کیا جائے تو عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور بے شمار معارف ربانیہ کا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ **ذالك تقدير العزيز العليم** ۔ یہ سب کچھ ایک قادر وقیوم اور علیم وحکیم کی تدبیر کا کرشمہ ہے خدا کے زمین کو قرارگاہ بنانے میں کیا حکمتیں اور مناسبتیں کارفرما ہیں۔ ان حقائق کو سمجھنے کے لئے نیو یارک سائنس اکیڈمی کے صدر، اے۔ سی۔ موریسن کے اس سلسلہ میں ایک مضمون کا ایک حصہ کا ترجمہ یہاں پیش کرنا بڑا مفید رہے گا۔ موصوف رقمطراز ہیں:

''زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے اگر اس کی رفتار ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہائیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی تپش صرف اس قدر پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے اور اگر سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری کی بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو کرہ زمین برف کے نیچے دبے جاتا اور اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی تمازت سے جل کر راکھ ہو جاتی زمین کا جھکاؤ تیئیس درجے کا زاویہ بناتا ہے اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے۔ بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مد و جزر ایسی شدت اسے آتا کہ پہاڑوں کو بھی بہا کر لے جاتا، اگر زمین سے سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن صرف ہو جاتی اور روئے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانۂ ہستی اتفاقاً معرض وجود میں نہیں آ گیا۔ بلکہ ایک حکیم ودانا خالق نے اس کی تخلیق فرمائی ہے ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا (بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن جلد اول سورہ انعام حاشیہ نمبر ۷۳)

اس بیان نیر البرہان سے صرف کفار مکہ اور مشرکین عرب کے عقیدہ باطلہ کی تردید نہیں ہوتی بلکہ ان دھریوں کی دھریت اور نیچریوں کی نیچریت کا ابطال بھی ہو جاتا ہے جو اس عجیب وغریب کارخانۂ ہستی کو اندھی بہری اور عقل وعلم سے بے بہری طبیعت اور نیچر کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ **مالهم انى يوفكون؟**

۴۳) وجعل بين البحرين ... الآية

میٹھے اور کھاری پانی کا اکٹھا موجود ہونا اور پھر ان کا باہم خلط ملط نہ ہونا کچھ کم تعجب انگیز معاملہ نہیں ہے۔ کسی محسوس رکاوٹ کے بغیر ان کا آپس میں نہ ملنا۔ قادر مطلق کی قدرت کاملہ کی کرشمہ سازی کے سوا اور کس بات کا نتیجہ ہے؟

ایک مفید حکایت

بعض کتب کلامیہ میں ایک بڑی مفید حکایت منقول ہے کہ ایک بار ایک عالم نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی کہ بارالہا! دھریوں اور نیچریوں کے مقابلہ میں مجھ پر ایک ایسی دلیل کا القا فرما کہ جس میں کوئی فلسفی تشکیک جاری نہ ہوسکے۔ چنانچہ وہ یہ دعا کرکے سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان (الرحمن) کہ خداوند عالم نے دو دریا جاری کئے ہیں (ایک شیریں ہے اور دوسرا شور) دونوں مل کر چلتے ہیں دونوں کے درمیان ایک حجاب (پردہ) ہے لہٰذا وہ ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے (ایک کا پانی دوسرے میں شامل نہیں ہوتا)۔

اب طبیعت و نیچر کے پرستار بتائیں کہ پانی کی طبیعت کا تقاضا تو اتصال و امتزاج ہے وہ کونسی چیز ہے جو آب شیریں کو آب شور کے ساتھ مل جانے سے مانع ہے؟ کیا وہ قدرت ربانیہ اور مشیت الٰہیہ کے سوا کوئی اور چیز ہوسکتی ہے؟ (احسن الفوائد)

(۴۴) امن یجیب المضطر ... الآیۃ

المضطر۔ اضطرار سے مشتق ہے یہ اس مصیبت زدہ شخص کو کہا جاتا ہے جو مصائب و شدائد میں اس طرح گھر جائے کہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اللہ کی بارگاہ میں پناہ لینے اور اس کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے۔ اب یہ اضطرار گناہ وعصیاں کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ اور دشمن کی جانب سے خوف و ہراس کی وجہ سے بھی۔ علاوہ ازیں بیماری ولاچاری کی وجہ سے بھی اور قید و بند کی مصیبت سے بھی اور فقر و فاقہ کی وجہ سے بھی۔

بہرحال خداوند کریم کا وعدہ ہے کہ وہ مضطر کی مخلصانہ دعا و پکار کو سنتا بھی ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔ خواہ اس کا ظہور دیر سے ہو یا سویر سے یہ الگ بات ہے اور یہ اس کی حکمت و مصلحت پر منحصر ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: یہ آیت حضرت قائم آل محمد علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا بخدا وہ مضطر ہیں۔ چنانچہ جب آپ مقام (ابراہیمؑ) پر درود پڑھ کر خدا سے دعا کریں گے تو خدا ان کی دعا

قبول کرے گا اورانہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا (تفسیر قمی)

۴۵) ومن یرزقکم ... الآیة

آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے فصلیں اُگا کر روزی کا بندوبست کرنا بھی خدا کا ہی کام ہے جس میں کوئی مخلوق اس کے ساتھ شریک نہیں ہے اسی طرح جب مشرک بھی خدا کو خالق مانتے ہیں اور پھر وہ خدا کے بروز قیامت دوبارہ زندہ کرنے کا انکار بھی کرتے ہیں حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا مشکل ہے اور اس کا اعادہ کرنا آسان ہے۔ وھو اھون علیه

۴۶) قل لا یعلم من ... الآیة

ہم تفسیر کی دوسری جلد میں سورہ آل عمران کی آیت ۱۷۹ کی تفسیر میں علم غیب کی تعریف اور اس کے اللہ سے مخصوص ہونے اور انبیاء وآئمہ کے باعلام الٰہی بہت سے غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود ان پر عالم الغیب کا اطلاق نہ کر سکنے کے موضوع پر تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں اور واضح کر چکے ہیں کہ علم کلام کی اصطلاح میں عالم الغیب کا اطلاق اس ذات پر کیا جاتا ہے جس کا علم ذاتی ہو اور پھر کلی واحاطی اور ایسی ذات صرف خدا کی ذات ہے بناء بریں اگر ہم بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں جیسے ملائکہ اور جنات کا وجود، وحی کا نزول، قیامت کا وقوع اور جنت و دوزخ کا وجود وغیرہ اور انبیاء وآئمہ اس سے بھی زیادہ غیوب کا علم رکھتے ہیں۔ اور اس کے باوجود ہمیں اور انہیں عالم الغیب نہیں کہا جاتا اور نہ کہا جا سکتا ہے تو اس کی وجہ اوپر والے بیان سے عیاں ہے کہ ایک تو یہ علم ہمارا ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا کا بتایا ہوا ہے اور دوسرا کلی واحاطی نہیں بلکہ جزئی ہے اس امر کی تفصیل معلوم کرنے کے خواہش مند حضرت مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔

آیات القرآن

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ
وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ
بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ
بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى
الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا
وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ
اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ
اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمۃ الآیات

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تب ہم (دوبارہ قبروں سے) نکالے جائیں گے (٦٧) اس کا وعدہ ہم سے بھی کیا گیا ہے اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادا سے بھی کیا گیا یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (٦٨) آپ کہئے کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا؟ (٦٩) اور (اے رسولؐ) آپ ان (کے حال) پر غمزدہ نہ ہوں۔ اور جو چالیں یہ چل رہے ہیں اس سے دل تنگ نہ ہوں (٧٠) اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ وعید کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو؟ (٧١) آپ کہئے! بہت ممکن ہے کہ جس (عذاب) کے لئے تم جلدی کر رہے ہو اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو (قریب آگیا ہو) (٧٢) اور بے

شک آپ کا پروردگار لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (۷۳) اور یقینا آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے اسے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۴) اور آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسی پوشیدہ چیز نہیں ہے جو ایک واضح کتاب میں موجود نہ ہو (۷۵) بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں (۷۶) اور بلاشبہ وہ (قرآن) مومنین کے لئے سراپا ہدایت اور رحمت ہے (۷۷) اور بے شک آپ کا پروردگار اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ وہ بڑا غالب اور بڑا جاننے والا ہے (۷۸) سو آپ اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک آپ واضح حق پر ہیں (۷۹) آپ مردوں کو (آواز) نہیں سنا سکتے۔ اور نہ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جو پیٹھ پھیر کر چل دیں (۸۰) اور نہ ہی آپ (دل کے) اندھوں کو ان کی گمراہی سے (ہٹا کر) راستہ دکھا سکتے ہیں۔ آپ تو صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ بس یہی لوگ ماننے والے ہیں (۸۱) اور جب ان لوگوں پر وعدہ پورا ہونے کو ہوگا تو ہم زمین سے چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ اس بناء پر) کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے (۸۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ **ردف لکم** ...... کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ عام استعمال میں لام کے صلہ کے بغیر استعمال ہوتا ہے لام زائد ہے جو تاکید کے معنی دیتی ہے جس کے معنی نزدیک اور ایک چیز کے دوسری کے پیچھے لگے ہونے کے ہیں۔

۲۔ **ضیق** ......ضاد کے زبر اور زیر کے ساتھ اس کے معنی سختی، رنج اور افسوس کے ہیں۔

۳۔ **یکن** ......کن یکن اور اکن یکن کے معنی چھپانے کے ہیں۔ بنابریں ماتکن صدروھم کے معنی ہوں گے وہ جسے ان کے دل اپنے اندر چھپاتے ہیں۔

۴۔ **ولوا** ...... کے معنی پیٹھ پھیرنے کے ہیں۔

۵۔ **دابۃ** ...... کے معنی زمین پر چلنے پھرنے والا جاندار کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۴۸)وقال الذین کفروا ۔۔۔ الآیۃ

کفار کا وہی گھسا پٹا اعتراض ہے جو وہ بار بار کیا کرتے تھے کہ جب ہم قبروں میں گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر کس طرح دوبارہ زندہ کئے جائیں گے جس کا قرآن نے بار بار یہ جواب دیا ہے کہ یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ۔ کہ دوبارہ وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سورہ رعد میں نمبر ۵ پر اور سورہ مومنون میں نمبر ۳۶ اور ۸۲ پر گزر چکی ہے۔ اور وہیں اس کی تفسیر بھی کی جا چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا عقلاً ممکن ہے اور مخبر صادق نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے کہ وہ ایسا کرے گا تو پھر انکار کی کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے؟

۴۸)قل سیروا فی الارض ۔۔۔ الآیۃ

یہ بعث بعد الموت پر ایک قسم کا استدلال ہے کہ جن انبیاء و مرسلین نے حیات بعد الموت کی خبر دی تھی۔ انہوں نے مجرموں اور بدکاروں پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی بھی خبریں دی تھیں۔ تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ وہ کس طرح سچی ثابت ہوئیں۔ اسی سے اندازہ کر لو کہ آخرت کے بارے میں ان کی دی ہوئی خبریں بھی صحیح ہیں۔ اور ایک دن ایسا ہو کر رہے گا۔ وان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور۔ نیز اس آیت کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے پہلے والوں کو بھی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے انکار کیا۔ تو تم خود بچشم خود دیکھ لو کہ ان کے انکار کا کیا عبرت ناک انجام ہوا۔ لہٰذا اگر تم چاہتے ہو کہ اس انجام سے بچو تو پھر انکار چھوڑ کر اقرار کرو۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سورہ آل عمران میں نمبر ۱۳۷ پر گزر چکی ہے

۴۹)ولا تحزن علیھم ۔۔۔ الآیۃ

بعینہ یہ آیت سورہ نحل میں نمبر ۱۲۷ پر مع تفسیر گزر چکی ہے لہٰذا اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

ونعم ما قیل۔

آگ ان کی خود ہی دے گی ان کو بھون
لا تکن فی ضیق مما یمکرون

۵۰)ویقولون متی ھذا ۔۔۔ الآیۃ

جب بھی اللہ کے رسولوں نے اپنی قوم کو اللہ کے دنیوی اور اُخروی عذاب سے ڈرایا تو قوموں نے ہمیشہ طنز و تمسخر کے انداز میں یہی جواب دیا کہ متی ھذا الوعد؟ عذاب کی دھمکی کب پوری ہوگی؟ چنانچہ جب پیغمبر اسلام نے اپنی قوم کو ان کی تکذیب و سرکشی کے انجام بد سے ڈرایا تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ متی ھذا الوعد؟ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا بہت ممکن ہے کہ اس عذاب آخرت کا کچھ حصہ (دنیوی عذاب) بالکل تمہارے قریب آ گیا ہو۔ اور تمہارے پیچھے لگا ہوا ہو جیسے قحط، قتل اور شکست وغیرہ۔ جو تکذیب رسول کی پاداش میں جنگ بدر وغیرہ میں دنیا کے اندران پر نازل ہوا۔ باقی رہا اخروی عذاب تو اگر تم نے اپنی روش و رفتار تبدیل نہ کی تو وہ قیامت کے دن نازل ہو کر رہے گا۔

افادہ:

چونکہ خدا کے کلام میں شک کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جب وہ عسیٰ کی لفظ استعمال کرے جیسے ''بہت ممکن ہے''، ''کیا عجب''؟ تو اس کا مطلب جزم و یقین ہوتا ہے کہ یقیناً یہ بات ہو کر رہے گی۔

۵۱) وان ربك لذو فضل.. الآية

الناس سے مراد سب لوگ ہیں جن میں مسلم و کافر اور مومن و بے ایمان سب داخل ہیں۔ مومن پر اللہ کا فضل و کرم عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے۔ اور کافر و بے ایمان پر اس کا فضل یہ ہے کہ ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ انہیں توبہ و انابہ کرنے اور راہ راست پر آنے کا موقع فراہم کرنے کی خاطر برابر تاخیر کرتا ہے۔ ورنہ اگر وہ جلد بازی سے کام لیتا کہ ادھر وہ گناہ کرتے ادھر وہ عذاب نازل کر دیتا تو وہ تہس نہس ہو جاتے۔ اس کے باوجود لوگوں کی ناشکری اور بے راہ روی کا یہ عالم ہے کہ وہ خدا کے اس فضل و کرم کا شکر ادا کرنے کی بجائے الٹا اسے رسول خداؐ کے جھوٹے ہونے کی دلیل بنا لیتے ہیں۔ کہ اگر وہ سچے ہوتے تو جلدی عذاب کیوں نہ نازل ہو جاتا۔ یاللعجب؟؟

۵۲) وان ربك ليعلم... الآية

وہ لوگ پیغمبر اسلام کے خلاف ان کو گزند پہنچانے کی خاطر اپنے دلوں میں جو شیطانی منصوبے بناتے رہتے ہیں خدا ان کو بھی خوب جانتا ہے اور وہ جو کفر و شرک ظاہر کرتے ہیں اسے بھی جانتا ہے اس انداز میں گویا پیغمبر اسلامؐ کو تسلی بھی دی جا رہی ہے کہ کفار مکہ و مشرکین عرب آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ آپ کا حامی و مددگار ہے جو ان لوگوں کے منصوبے سے واقف اور اس کے توڑ پر قادر ہے اور مخالفین کے لئے دھمکی بھی ہے کہ وہ

اپنی حرکت سے باز آجائیں۔گویالا تکن فی ضیق مما یمکرون والے مضمون کی تکرار و تاکید ہے۔

۵۳)وما من غائبة فی السماء۔۔۔الآیة

اکثر شیعہ وسنی نے یہاں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد لی ہے (مجمع البیان، تفسیر ابن جریر، معالم التنزیل، فصل الخطاب وغیرہ) اور بعض مفسرین نے اس سے خدا کا علم مکنون مراد لیا ہے (تفسیر کاشف، بیضاوی) اور اصول کافی کی ایک روایت ہے جو کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔واللہ العالم۔

۵۴)ان هذا القرآن یقص۔۔۔الآیة

یہ گویا جواب ہے اس کا جو عیسائی علماء کہتے ہیں کہ قرآنی مندرجات ماخوذ ہیں۔ بائبل وغیرہ جیسی قدیم کتابوں سے جس کے لئے زمانہ سابق میں ''ینابیع الاسلام'' عیسائی مشنریوں کی طرف سے نکلی تھی اور پھر ڈاکٹر ٹسڈل کے نوشتہ جات کو اپنے انداز میں نیاز صاحب فتح پوری نے ماخذ القرآن کے نام سے نگار لکھنو کے ایک خاص شمارہ کی صورت میں شائع کیا۔حالانکہ قرآن مجید کے مندرجہ واقعات کا بائبل سے موازنہ کیا جائے تو خود اس سے اس خیال کا غلط ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان واقعات کو بائبل سے اخذ نہیں کیا ہے بلکہ ان کی غلطیوں کی تصحیح کی ہے جیسا کہ قصہ آدمؑ اور قصہ داؤدؑ کا بائبل اور قرآن دونوں میں مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو جائے گا۔اس کے علاوہ اہل کتاب کو جن باتوں پر خود شک تھا ان کی حقیقتوں کو قرآن نے نمایاں کیا ہے اور اسکا اس آیت میں اعلان بھی کر دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ بائبل وغیرہ کے مندرجات و بیانات سے قرآنی مندرجات میں جو فرق ہے۔وہ معاذ اللہ غیر شعوری طور پر نہیں ہے جیسا کہ نقل در نقل میں فطری طور پر ہو جاتا ہے۔بلکہ وہ شعوری طور پر اس مقصد سے ہے کہ اہل کتاب کے سامنے جو اصل حقیقت ہے اسے ظاہر کیا جائے۔اس صورت میں جو واقعات دونوں میں مشترک ہیں اسے تصدیق و توثیق کہا جا سکتا ہے (فصل الخطاب۔ج۵،ص۵۰۵)

۵۵)وانه لهدی۔۔۔الآیة

یہ هدی للمتقین کی مانند ہے۔یعنی اگرچہ یہ قرآن ساری کائنات کے لئے از سر تا پا ہدایت و رحمت ہے مگر اس کی ہدایت و رحمت سے فیض وہی خوش قسمت لوگ پائیں گے اور وہی فائدہ اٹھائیں گے جن کے ایک ہاتھ میں ایمان کا دامن ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں تقویٰ کا دامن۔

۵۶)ان ربك يقضی ... الآية

اس فیصلہ والے دن سے قیامت کا دن مراد ہے اور فیصلہ سے مراد علمی و عملی فیصلہ ہے کہ جب خدائے عادل بنی اسرائیل وغیرہ کے درمیان اختلافی امور میں خود فیصلہ فرمائے گا۔ ورنہ حق و باطل کا شرعی و عقلی فیصلہ تو آج اسی دار دنیا میں بھی موجود ہے۔ قد تبين الرشد من الغیّ

۵۷)فتو کل علی الله ... الآية

خداوند کریم اپنے حبیبؐ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ مخالفین کی مخالفت کے طوفانوں کی بالکل پرواہ نہ کریں اور نہ ان چالبازوں کی فکر کریں بس اپنے غالب اور علیم خدا پر بھروسہ کریں وہ ان کے مکر و کید کو جانتا ہے اور اسے ناکام بنانے پر قادر ہے وہ انہیں ناکام بنا کر آپ کو مظفر و منصور فرمائے گا۔

۵۸)انك لا تسمع الموتی ... الآية

سماع موتی کے مسئلہ کا اجمالی تذکرہ

اس آیت کا سماع موتی کے مشہور اختلافی مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہ آیا مردے کلام سن سکتے ہیں یا نہ؟ یہ مسئلہ قدیم الایام سے اختلاف امت کی آماجگاہ بنا رہا ہے۔ خود عہد صحابہ میں اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ بعض اثبات کے اور بعض نفی کے قائل تھے۔ کسی مناسب مقام پر اس کی تحقیق پیش کی جائے گی۔ انشاءاللہ

جو آیت یہاں ہے اسی قسم کی ایک آیت سورہ روم میں بھی موجود ہے۔ فانك لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو امدبرین۔ اور سورہ فاطر میں اس طرح ارشاد قدرت ہے وما انت بمسبع من فی القبور۔ کہ آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔ مگر ان تین آیتوں میں سے کسی آیت میں خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ مردے کلام سن نہیں سکتے۔ یعنی مردوں کے کلام سننے کی نفی نہیں کی گئی بلکہ سنانے کی نفی کی گئی ہے۔ کہ تم انہیں نہیں سنا سکتے۔ بلکہ حیاتِ شہداء والی آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله الآية۔ سے مترشح ہوتا ہے کہ ظاہری موت کے بعد بھی انسانی روح میں ادراک اور شعور باقی ہوتا ہے۔ اب رہا اس کا اثبات اور وقوع تو حیات شہداء والی آیت نے شہداء میں تو اسے ثابت کر دیا۔

باقی رہے عام مردے تو وہاں بھی اس امکان کی نفی تو نہیں کی جا سکتی کہ عام انسانی روح میں بھی ادراک وشعور پایا جاتا ہو اور دنیا اور دنیا والوں سے کچھ تعلق بھی ہو اور قادر مطلق چاہے تو اسے بات سنا بھی دے۔

بہرحال یہاں مطلب یہ ہے کہ جس طرح حسب ظاہر عام مردے نہ کلام سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے

ہیں اسی طرح یہ معاندین بھی آپ کی آوازحق نہیں سنتے جنہیں حق سے اس قدر عناد ہے کہ آوازحق کا سننا تو دور کی بات ہے وہ ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے جدھر سے وہ آواز آرہی ہو بلکہ وہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں تا کہ آپ کی آواز ان کے کانوں میں نہ پڑ جائے تو ایسے مورکھوں کو نہ آپ سنا سکتے ہیں اور نہ چاہ ضلالت سے نکال کر راہ راست پر لا سکتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس میں حضرت رسول خداؐ کی کوئی تنقیص نہیں ہے اور نہ ہی اس میں آپ کی تبلیغ حق میں کسی قسم کی کمی وکوتاہی کی نشاندہی کی جارہی ہے بلکہ اس میں صرف اور صرف معاندین کی غلط روش ورفتار کی مذمت کی جارہی ہے جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی عقل وخرد اور فہم وفراست کا گلا گھونٹ کر اس کا جنازہ نکال دیا ہے اور اب ان کے ضمیر بالکل مردہ ہو چکے ہیں اور حق کو سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی ہے اگر کوئی اندھا یا چمگادڑ قسم کا ضعیف البصر آدمی سورج کی روشنی کو نہ دیکھے یا اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ سورج روشن نہیں ہے یا مفید نہیں ہے۔

گر نبیند　　بروز　　شپرہ　　چشم
چشمۂ　　آفتاب　　راچہ　　گناہ

ہاں البتہ آپ ان لوگوں کو آوازحق سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اطاعت گزار اور فرمانبردار بن جاتے ہیں۔مطلب وہی ہے کہ قرآن ہے تو سارے جہاں کے لئے کتاب ہدایت ورحمت مگر اس سے فائدہ اہل ایمان اور اہل تقویٰ ہی اٹھاتے ہیں۔

۵۹)واذا وقع القول۔۔۔الآیۃ

قیامت کے علامات میں سے ایک علامت دابۃ الارض کا خروج بھی ہے

لغوی طور پر زمین پر ہر چلنے والے کو دابہ کہتے ہیں ارشاد قدرت ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔لیکن عرف عام میں دابہ کی لفظ بالعموم چوپایہ اور بالخصوص گھوڑے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔اس لئے برادران اسلامی کے مترجمین ومفسرین اس لفظ کی تفسیر جانور کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

الغرض دابۃ الارض کے خروج اور لوگوں سے اس کے باتیں کرنے پر تو سب مفسرین اسلام کا اتفاق ہے۔جو کچھ اختلاف ہے وہ اس کی کیفیت میں ہے۔برادران اسلامی کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے

کہ وہ کوئی مخصوص قسم کا جانور ہوگا مگر ہماری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک انسان کامل ہوگا بلکہ بعض اخبار وآثار سے واضح وآشکار ہوتا ہے کہ وہ حضرت امیر علیہ السلام ہوں گے جو زمانہ رجعت میں صفاء ومروہ کے درمیان ظہور فرمائیں گے اور ان کے پاس جناب موسیٰؑ کا عصا اور جناب سلیمان کی انگوٹھی ہوگی اور صاحب میسم ہوں گے وہ مومن وکافر کی پیشانی پر ایمان وکفر کی مہر لگائیں گے۔ (تفسیر قمی، صافی، البرہان و نور الثقلین)

حضرت علامہ سید علی نقی النقوی فرماتے ہیں ''دابۃ الارض'' کی پوری حقیقت تقریباً متشابہات میں سے ہے۔ بہر حال قرآن مجید کا انداز بتاتا ہے کہ وہ کوئی غیر معمولی مظاہرہ قدرت الٰہی ہوگا جو دنیا کو متنبہ کرنے کے لئے کہ وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہیں سامنے آئے گا۔ (فصل الخطاب۔ ج۵۔ ص۵۰۹)

آیات القرآن

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۝۸۳
حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۸۴ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا
يَنْطِقُوْنَ۝۸۵ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ
مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۸۶ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ
اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ۝۸۷ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ
السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تَفْعَلُوْنَ۝۸۸ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ
اٰمِنُوْنَ۝۸۹ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ
تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۹۰ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ

الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ
لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسا گروہ محشور (جمع) کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتا تھا۔ پھر اس کو روک کر جماعت بندی کی جائے گی (۸۳) یہاں تک کہ وہ جب (سب) آجائیں گے تو اللہ ان سے فرمائے گا کیا تم نے میری آیتوں کو اس حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کا علمی احاطہ بھی نہ کیا تھا؟ یا وہ کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ (۸۴) اور ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان پر (وعدہ عذاب کی) بات پوری ہو جائے گی تو اب وہ نہیں کہہ سکیں گے (۸۵) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات (تاریک) اس لئے بنائی کہ وہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن اس لئے بنایا (تاکہ اس میں کام کریں) بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے (قدرت خدا کی) نشانیاں ہیں (۸۶) اور جس دن صور پھونکا جائے گا۔ تو جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے سوائے ان کے جن کو خدا (بچانا) چاہے ۔ سب ذلت وخواری کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے (۸۷) (اس وقت) تم پہاڑوں کو دیکھو گے تو خیال کرو گے وہ ساکن و برقرار ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی مانند رواں دواں ہوں گے۔ یہ خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر شئے کو محکم بنایا ہے۔ بیشک وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو (۸۸) جو شخص نیکی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور اس دن وہ گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے (۸۹) اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو ان کو اوندھے منہ آتش (دوزخ) میں پھینک دیا جائے گا۔ کیا تمہیں تمہارے عمل کے علاوہ کوئی بدلہ مل سکتا ہے؟ (جیسا کرو گے ویسا بھرو گے) (۹۰) (اے رسولؐ۔ کہو) مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس محترم شہر کے پروردگار کی عبادت کروں جس کی ہر شی ملکیت ہے اور یہ ہی حکم ملا ہے کہ میں فرمانبرداروں

میں سے رہوں (۹۱) اور یہ کہ قرآن پڑھ کر سناؤں سو اب جو ہدایت اختیار کرے گا، وہ اپنے لئے ہدایت اختیار کرے گا۔ اور جو کوئی گمراہی اختیار کرے گا تو آپ کہہ دیجئے! کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں (۹۲) اور آپ کہہ دیجئے! کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور تم انہیں پہچان لوگے اور تمہارا پروردگار اس سے غافل نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو (۹۳)

تشریح الالفاظ

۱۔ نحشر ......حشر کے معنی ہیں جمع کرنا اور اکٹھا کرنا۔

۲۔ فوجاً ......فوج کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں اور عرف عام میں اس کے معنی مسلح لشکر کے ہیں۔

۳۔ فزع ......کے معنی گھبراہٹ اور جب اس کا صلہ الیٰ ہو جیسے فزع الیہ تو اس کے معنی پناہ لینے کے ہوتے ہیں۔

۴۔ داخرین۔دخرودخور......کے معنی ہیں ذلت اور عاجزی۔

۵۔ فکبت ۔ کب......کے معنی اوندھا گرنے کے ہیں۔

۶۔ من المسلمین...... یہ اسلام سے مشتق ہے اور جب کہا جائے گا کہ اسلم فلاں تو اس کے معنی مطیع وفرمانبردار ہونے اور دین اسلام کے قبول کرنے کے ہوتے ہیں۔

تفسیر الآیات

۶۰)ویوم نحشر من کل...الآیۃ

عقیدہ رجعت کی صحت پر استدلال

مخصوص شیعی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ جب اقلیم امامت کے بارہویں تاجدار کا ظہور ہوگا اور جب جناب عیسیٰؑ بن مریمؑ کا آسمان سے نزول ہوگا۔ تا کہ دونوں بزرگوار اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ادیان عالم پر اس کے غلبہ کے لئے مل کر کام کریں۔ تو اس وقت کچھ مخلص اور کامل الایمان اہل ایمان کو بھی زندہ کیا جائے گا تا کہ

قائم آل محمد علیہ السلام کی نصرت وامداد کا بے پایاں اجروثواب حاصل کریں اور آل محمدؑ کی حقیقی اسلامی حکومت کے جلوے اور اس کی بہاریں دیکھ کران کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہر امت کے (اور امت محمدیہؐ سے خصوصاً کامل مکذبین وظالمین اور مجرمین کی ایک ایک جماعت کو اٹھایا جائے گا تا کہ انہیں آخرت کے عذاب الیم سے پہلے دنیا کے عذاب کا مزہ چکھایا جائے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے **ولنذ یقنھم من العذاب الا دنی دون العذاب الا کبر**۔ کہ ہم ان کو بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ چنانچہ دوسری متعدد آیات وروایات کے علاوہ یہ آیت بھی اس مدعا پر دلالت کرتی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر امت میں سے ایک ایک گروہ اٹھایا جائے گا جو آیات الٰہیہ کی تکذیب کیا کرتا تھا۔ **یوم نحشر من کل امۃ فوجا**... الآیہ۔ جبکہ قیامت میں تو اس طرح سب لوگوں کو محشور کیا جائے گا کہ کوئی ایک شخص بھی باقی نہیں رہ جائے گا۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے **وحشرنا ھم قلم نغادر منھم احداً**۔ کہ ہم اس طرح سب لوگوں کو محشور کریں گے کہ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ یہ استدلال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ نیز اس روایت میں یہاں آیات الٰہیہ سے حضرت امیر اور دوسرے آئمہ طاہرین کی ولایت وامامت مراد لی گئی ہے۔ (تفسیر قمی وصافی وغیرہ)

علاوہ ازیں جب یہ بات عقلاً ممکن ہے اور مخبرین صادقین نے اس کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دی ہے اور سابقہ امتوں میں کئی بار ایسا ہو بھی چکا ہے جیسے جناب عزیر کا قصہ اور جناب موسیٰؑ کی قوم کے ستر منتخب بندوں کے کوہ طور پر مرجانے اور پھر زندہ ہونے کا واقعہ۔ اور جناب عیسیٰؑ کے باذن اللہ مردوں کو زندہ کرنے اور ان کے زندہ ہو کر دنیا میں واپس آنے اور پھر طبعی موت مرنے کے واقعات۔ تو پھر اس کے انکار کرنے کی کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے؟ جبکہ پیغمبرؐ اسلام کا ارشاد ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہوا ہے وہ سب کچھ میری امت میں بھی وقوع پذیر ہو کر رہے گا۔ اس سے بھی رجعت کا صحیح اور برحق ہونا ثابت ہوتا ہے جو حضرات اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کے اٹھارہویں باب کا مطالعہ کریں جو اسی موضوع سے متعلق ہے۔

۶۱) الم یروا ... الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورہ یونس نمبر ۶۷ پر گزر چکی ہے لہٰذا اس کی تشریح وتفسیر معلوم کرنے کے لئے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۶۲) ویوم ینفخ فی الصور ... الآیۃ

قرآن مجید میں صور کے پھونکے جانے کا دو جگہ تذکرہ ہے ایک یہاں کہ یوم ینفخ فی الصور۔ یہاں ففزع کی لفظ موجود ہے کہ آسمان و زمین والی سب مخلوق گھبرا جائے گی یہاں بھی الا من شاء الله کا استثناء موجود ہے مگر وہ جنہیں خدا چاہے گا یعنی وہ اس گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔ دوسرا سورہ زمر آیت ۶۸ میں ونفخ فی الصور۔ وہاں ''فصعق'' وارد ہے کہ اس وقت آسمان و زمین والی سب مخلوق بے ہوش ہو جائے گی وہاں بھی الا من شاء الله کا استثناء موجود ہے مگر وہ جنہیں خدا چاہے گا کہ وہ اس بے ہوشی سے مامون رہیں گے۔ بناء برمشہور تو نفخ صور دوبار ہو گا پہلی بار کے بعد اہل آسمان و زمین کی موت واقع ہو جائے گی۔ اور دوسری بار کے بعد مردے زندہ ہو جائیں گے۔ بناء بریں یہ فزع (گھبراہٹ) اور صعق (بے ہوشی) کس نفخ کے بعد ہوگی؟ ممکن ہے کہ پہلے نفخ کے بعد یا اور مرنے سے پہلے یہ کیفیت طاری ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ نفخ صور کہ تیسری قسم ہو یعنی پہلا نفخ فزع و صعق والا ہو دوسرا موت والا اور تیسرا زندہ ہونے والا۔ (مجمع البیان)

وہ کون لوگ ہیں جو گھبراہٹ اور بے ہوشی سے محفوظ رہیں گے؟

موت کا ذائقہ تو سب نے چکھنا ہے خواہ انبیاء و مرسلین ہوں یا آئمہ طاہرین۔

جب احمد مرسل نہ رہے گا کون رہے گا

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کون ذوات مقدسہ اور نفوس ذکیہ ہیں جن کا یہاں استثناء کیا گیا ہے کہ وہ نہ گھبرائیں گے اور نہ بے ہوش ہوں گے؟ بلکہ مطمئن ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی ذوات مقدسہ ہیں جن کا ذکر سورہ نساء کی آیت ۶۹ میں کیا گیا ہے۔ ومن یطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله علیهم من النبین والصدیقین والشهدا والصالحین و حسن اولئك رفيقا۔ جو لوگ خدا اور رسول کی (کامل) اطاعت کریں گے وہ (موت کے بعد) ان ہستیوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ بہترین رفیق ہیں (تفسیر کاشف)

یہی وہ خوش قسمت نفوس زاکیہ ہیں کہ جنہیں قیامت کے قائم ہونے کا یقین بھی تھا یہاں کی کامیابی کے لئے کچھ سروسامان بھی مہیا کیا تھا اس لئے وہ اپنی کامیابی پر مطمئن ہوں گے۔

۶۳) وتری الجبال ۔۔۔ الآیة

اس بات کی تحقیق کہ پہاڑوں کا بادلوں کی طرح چلنا دنیا میں ہے یا آخرت میں

مفسرین میں مشہور یہی ہے کہ یہ آیت قیامت سے متعلق ہے کہ اس وقت آدمی جب پہاڑوں کی طرف دیکھے گا تو وہ یہ خیال کرے گا کہ وہ اپنی جگہ پر جمے ہوئے اور برقرار ہیں۔ حالانکہ وہ بادلوں کی طرح رواں دواں ہوں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی لمبی چوڑی چیز حرکت کرتی ہے تو اس کے اجزاء کی حرکت محسوس نہیں ہوتی جیسے وہ بادل جو سارے آسمان پر چھایا ہوا ہو تو وہ چلتا ہوا اور حرکت کرتا ہوا معلوم نہیں ہوتا حالانکہ وہ برابر چل رہا ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب پہاڑ نیست و نابود ہونے کے لئے اپنی جگہ سے ہٹیں گے۔ ورنہ بعد ازاں تو ایک ایسا جھٹکا لگے گا کہ دھنکی ہوئی کپاس کی طرح فضاؤں میں اڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مگر حضرت علامہ سید علی نقی النقوی اس بات پر مصر ہیں کہ یہ واقعہ اسی دار و دنیا اور موجودہ حالات سے متعلق ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں ''موجودہ سائنس کے تصورات سے پہلے اس آیت کو قیامت کے بیان کے سلسلہ میں داخل کیا جاتا تھا کہ پہاڑ حرکت میں آجائیں گے۔ مگر آیت کا دوسرا ٹکڑا کہ یہ اللہ کی صناعی ہے اس تصور کو غلط قرار دیتا ہے اب جدید سائنس کے اس انکشاف پر کہ زمین متحرک ہے۔ نمایاں طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید نے اس آیت میں حرکت زمین کی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ جسے قدیم علماء اس لئے نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اس وقت کے مسلمات کے خلاف تھا اور قیامت کے لئے تو ارشاد ہوا ہے۔ ینسفھا ربی نسفاً۔ انہیں (پہاڑوں کو) میرا پروردگار پوری طرح سرمہ بنادے گا (سورہ طہ۔ آیت ۱۰۵) تو پھر انہیں دیکھ کر قائم اور برقرار کون سمجھے گا؟ اور وہ بادلوں کی طرح رواں دواں کب ہوں گے جبکہ بصورت جسمانی ان کا وجود ہی نہ ہوگا''۔ (فصل الخطاب۔ ج ۵۔ ص ۵۱۴) مگر اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں باتیں (بادلوں کی طرح چلنا اور سرمہ کی طرح ہوجانا) اپنی اپنی جگہ درست ہیں یعنی پہلی چیز کا تعلق اس وقت سے ہے کہ جب وہ اپنی جگہ سے ہٹیں گے تو یوں رواں دواں ہوں گے جیسے بادل چل رہا ہو۔ بعد ازاں سرمہ اور دھنکی ہوئی کپاس کی مانند ہوجائیں گے چنانچہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اسی طرح ان آیتوں میں جمع و توفیق کی ہے۔ وذالك اذا ازيلت الجبال عن اماكنها للتلاشی كما فی قوله و تكون الجبال كالعهن المنفوش۔ واللہ العالم

۶۴) من جاء بالحسنة ... الآية

یہاں اجمالاً یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر و ثواب دیا

جائے گا۔ ایک دوسرے مقام پر اس کی تفصیل مذکور ہے کہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها وهم لا يظلمون۔ (الانعام۔ ۱۶۰)۔ جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو دس گنا ثواب عطا کیا جائے گا اور جو ایک برائی کرے گا تو اس کو بس ایسی ہی سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہاں حسنہ سے کیا مراد ہے؟

اس میں اختلاف ہے بعض نے اس سے توحید و اخلاص اور بعض نے ایمان مراد لیا ہے۔ اس طرح سیئہ میں بھی اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ بعض نے عام گناہ کبیرہ اور بعض نے بالخصوص اس سے کفر و شرک مراد لیا ہے (مجمع البیان) اور بعض نے اس سے مطلق اطاعت و معصیت مراد لی ہے اور بعض اخبار میں وارد ہے کہ یہاں حسنہ سے خاندان نبوت کی محبت و ولایت اور سیئہ سے ان کی عداوت اور دشمنی مراد ہے (تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی در روضۃ الواعظین)

۶۵) انما امرت ان اعبد... الآیۃ

یہاں البلدۃ سے مراد مکہ مکرمۃ ہے جس کے حرم ہونے اور قریش کے اس کے متولی ہونے کی وجہ سے کفار قریش تمام عرب پر فخر و مباہات کرتے تھے۔ اور اس کے باوجود حرم بنانے والے کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح مکہ کے رب کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ پیغمبرؐ اسلام قریش پر طنز کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ تم جس کی چاہو عبادت کرو۔ مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اس بلد الحرام کے رب کی عبادت کروں۔ اور اس کی اطاعت شعاری کروں اور قرآن کی تلاوت کروں، تمہیں سناؤں اور لوگوں کو اس کی تعلیمات کی طرف بلاؤں۔ اس کے بعد میرا فرض ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ میرا کام کلمہ حق لوگوں تک پہنچانا ہے اس کا منوانا میرا فرض نہیں ہے۔ لہٰذا جو آوازِ حق سن کر ہدایت اختیار کرے گا۔ وہ اپنے فائدہ کے لئے اختیار کرے گا۔ اور جو گمراہی اختیار کرے گا اس کا خمیازہ بھی وہ خود بھگتے گا۔ میرا کام تو صرف انذار و تنبیہ کرنا ہے وبس۔

۶۶) قل الحمد للہ سیریکم... الآیۃ

خدا تمہیں آفاق و انفس میں اپنی ہستی اور اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے گا جیسا کہ ارشاد ہے۔ ولقد نریھم آیاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انه الحق اور اس نے ایسا کر کے بھی دکھایا اور مزید قیامت کے دن دکھائے گا۔ مگر جو لوگ آج انکار کر رہے ہیں وہ کل بروز قیامت اقرار کریں گے اور

جان لیں گے کہ کون محسن تھا جس نے اس انجام سے انہیں آگاہ کیا تھا مگر اس وقت کا اقرار کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا ۔ پھر ان لوگوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ اللہ تمہاری کارستانیوں اور تمہارے کرتوتوں سے غافل نہیں ہے وہ ضرور تمہارے عمل و کردار کے مطابق تمہیں جزا و سزا دے گا اور اگر وہ تمہاری بدعملیوں کے باوجود تمہیں جلد سزا نہیں دے رہا تو یہ اس کی غفلت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تاخیر اس کے فضل و کرم کی وجہ سے ہے تا کہ تمہیں توبہ و انابہ کا موقع فراہم کیا جائے ۔ کما تقدم

الحمدللہ آج ساڑھے آٹھ بجے شب
سیوم ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بمطابق ۹ نومبر ۲۰۰۲ء
کو بمقام سیٹلا ئٹ ٹاؤن سرگودھا
سورہ النمل کی تفسیر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی

ثم الحمد للہ رب العالمین

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

وجہ تسمیہ:

اس سورہ مبارکہ کا نام ''القصص'' ہے جو اس کی آیت نمبر ۲۵ کے اس جملہ سے ماخوذ ہے **وقص عليه القصص**۔ قص، قصصا کے معنی واقعات بیان کرنے کے ہیں اور چونکہ اس سورہ میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات تفصیل سے اور دوسرے بعض انبیاء کے حالات اجمال سے بیان ہوئے ہیں اس لئے اس کا نام قصص رکھا گیا۔

عہد نزول:

بعض آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ سورہ شعراء نمل اور قصص کا زمانہ نزول قریباً ایک ہے چنانچہ یہ تینوں سورے آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے وسطانی عہد میں یکے بعد دیگرے نازل ہوئے ہیں انداز بیان اور مضامین سے بھی اس بیان کی تائید مزید ہوتی ہے۔

اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ فرعون کے مظالم کا تذکرہ ہے اور اس نے اپنی فرعونی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کے لئے رعایا کے مختلف طبقات میں باہمی نفرت کی آگ بھڑکائی تھی تاکہ رعایا کے اندر منافرت پھیلاؤ اور پھر ان پر حکومت کرو۔ کی فرعونی سیاست سے فائدہ اٹھایا جائے اس کا بھی تذکرہ ہے۔

۲۔ جناب موسیٰؑ اور حضرت پیغمبر اسلامؐ کے حالات و واقعات میں جو مماثلت پائی جاتی ہے اس کا بھی تذکرہ ہے تاکہ ان لوگوں کو تنبیہ کی جاسکے جو جناب موسیٰؑ کی نبوت کے تو قائل ہیں مگر پیغمبرؐ اسلام کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے اور ان کا ہر عذر قطع ہو جائے جو وہ آپ کی رسالت کا اقرار نہ کرنے کے سلسلہ میں پیش کیا کرتے ہیں۔

۳۔ اس سورہ میں اس حقیقت کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے خدا سے استدعا کر کے قرآن نہیں لیا۔ بلکہ خدا نے از خود ان پر قرآن نازل کر کے بار رسالت ڈالا ہے۔ تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ مخالفت کے طوفانوں کی پروانہ کریں اور نہ مشکلات کو خاطر میں لائیں۔ خدا خود آپ کی راہنمائی کرے گا اور کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔

۴۔حضرت موسیٰؑ کی ولادت سے لے کر توراۃ کے ملنے تک کے واقعات وحالات کا تذکرہ۔

۵۔مادر موسیٰؑ کی طرف وحی کا ہونا اور دوسرے متعلقہ واقعات کا تذکرہ۔

۶۔زوجہ فرعون کی فرعون سے گفتگو اور ان کی پرورش کی تفصیل۔

۷۔قبطی کے قتل کرنے کا واقعہ اور اس کی وجہ سے جناب موسیٰؑ کا خوف وہراس کے عالم میں مصر چھوڑنا۔

۸۔دختران شعیبؑ کا قصہ۔

۹۔جناب موسیٰؑ کا جناب شعیبؑ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی شبانی کرنا۔

۱۰۔جناب موسیٰؑ کا عہد رسالت میں جناب ہارونؑ کی شرکت کے لئے خدا سے دعا کرنا اور اس کا قبول کرنا۔

۱۱۔جناب موسیٰؑ کے دربار فرعون میں جانے اور اس مقام پر ان کی باہمی گفتگو کا تذکرہ۔

۱۲۔رواداری اور چشم پوشی کی تعریف۔

۱۳۔ہامان کو بلند قصر تعمیر کررنے کا فرعونی حکم۔

۱۴۔خالق ومالک کے فیصلے کے برعکس کام کرنا شرک ہے۔

۱۵۔قارون جیسے سرمایہ دار کے کردار کا تذکرہ کہ دولت کے انبار موجود ہیں مگر خالق وخلق کی حق ادائیگی کی خاطر ایک روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔اور اس کا انجام؟

۱۶۔مشرکین کے مزعومہ شرکاء وشفعاء کی بےحقیقی اور بے بضاعتی کا تذکرہ۔

۱۷۔کفار مکہ کے انکار کی اصلی وجہ یہ تھی کہ ان کو اپنی چوہدراہٹ کے ختم ہونے کا اندیشہ تھا۔باقی سب ایرادات صرف عذر وبہانے تھے۔

۱۸۔انجام بخیر ان لوگوں کا ہوتا ہے جو قہر وغلبہ کے طلبگار نہیں ہوتے۔

۱۹۔اسلام کا نظام معیشت اور اس کا نظام اخلاق وقانون ایسا جامع اور کامل واکمل ہے کہ اگر اسے نافذ کردیا جائے تو اس کے خوشگوار ثمرات سے نہ صرف ایک ملک بلکہ سب ممالک متمتع ہوسکتے ہیں۔

۲۰۔خدا کا یہ قانون قدرت ہے کہ وہ حجت تمام کئے بغیر کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا۔

۲۱۔حضرت پیغمبر اسلامؐ کو صبر واستقامت اور عزیمت کی تلقین کی گئی ہے کہ آپ اپنے موقف ونظریہ پر چٹان کی طرح ڈٹے رہیں اور معاندین کی غوغا آرائی اور پنجہ آزمائی کو خاطر میں نہ لائیں۔قادر مطلق خدا آپ کی ہر مشکل کو آسان اور ہر رکاوٹ کو دور کردے گا۔

۲۲۔غیر اللہ کو حاجت روائی کے لئے پکارنے کی ممانعت وغیرہ وغیرہ۔

سورہ قصص مبارکہ کی تلاوت کرنے کا ثواب

ا۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ طسم قصص کی تلاوت کرے اسے حضرت موسیٰ کے تصدیق وتکذیب نبوت کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں عطا کی جائیں گی اور بروز محشر زمین وآسمان کا ہر فرشتہ اس کے حق میں گواہی دے گا کہ وہ اس بات میں سچا تھا کہ **كل شئي هالك الا وجهه** (مجمع البیان)

۲۔اس سورہ کی تلاوت کے اجر وثواب کی دوسری حدیثیں سورہ شعراء ونمل کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طٰسٓمّٓ ۝١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢
نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٣ اِنَّ
فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً
مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ
الْمُفْسِدِيْنَ ۝٤ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ
وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝٥ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝٦
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي
الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ۝٧ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ
فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٔيْنَ ۝٨ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ
نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ
كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ
اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝١٢ فَرَدَدْنٰهُ
اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٣

ترجمۃ الآیات

شروع (کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے طا۔سین۔میم (۱) یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں (۲) ہم اہل ایمان کے فائدہ کے لئے موسیٰ و فرعون کی کچھ خبریں سچائی کے ساتھ آپ کے سامنے پڑھ کر سناتے ہیں (۳) بے شک فرعون زمین (مصر) میں سرکش ہو گیا تھا اور اس کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا اور اس نے ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا رکھا تھا (چنانچہ) ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وہ (زمین میں) فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا (۴) اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا اور انہیں پیشوا بنائیں اور انہیں (زمین کا) وارث قرار دیں (۵) اور انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں اور فرعون، ہامان اور ان کی فوجوں کو ان (کمزوروں) کی جانب سے وہ کچھ دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے (۶) اور ہم نے مادر موسیٰؑ کو وحی کی کہ اس (بچہ) کو دودھ پلا۔ اور جب اس کے متعلق خطرہ محسوس ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور (کسی قسم کا) خوف اور غم نہ کر بلاشبہ ہم اسے تیری طرف واپس لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے (۷) چنانچہ

فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے) اٹھا لیا تاکہ وہ ان کے لئے دشمن اور رنج و غم (کا باعث) بنے۔ بیشک فرعون، ہامان اور دونوں کے لشکر والے خطا کار (اور غلط کار) تھے (۸) اور فرعون کی بیوی نے (اس سے) کہا یہ (بچہ) تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو۔ ممکن ہے کہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں اور انہیں (انجام کی) کچھ خبر نہ تھی (۹) اور مادر موسیٰ کا دل بے چین ہو گیا اور قریب تھا کہ وہ اس (بچہ) کا حال ظاہر کر دے۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تاکہ وہ (ہمارے وعدہ پر) ایمان والوں میں سے ہو (۱۰) اور مادر موسیٰ نے اس (بچہ) کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا۔ چنانچہ وہ دور سے اسے دیکھتی رہی جبکہ ان لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی (۱۱) اور ہم نے اس (بچہ) پر دائیوں کو پہلے سے حرام کر دیا تھا تو اس (بچہ کی بہن) نے کہا کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کرے؟ اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں (۱۲) اس طرح ہم نے وہ (بچہ) اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔ تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غمناک نہ ہو اور یہ بھی جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے (۱۳)

تشریح الالفاظ

۱۔ علا ۔ علا یعلو علواً یا علا یعلی علاء...... کے معنی ہیں بلند ہونا اور غالب آنا۔ مگر جب اس کا صلہ فی آئے جیسے علافی الارض تو اس کے معنی تکبر کرنے کے ہوتے ہیں اس سے اسم فاعل عال ہے جس کی جمع عالین ہے وکان من العالین۔

۲۔ شیعا ۔ شیعاً...... یہ شیعہ کی جمع ہے جس کے معنی پیرو، مددگار، فرقہ اور گروہ کے ہیں اور عرف عام میں شیعہ حضرت علی علیہ السلام کے طرف داروں کو کہا جاتا ہے۔

۳۔ الیم ...... کے معنی دریا اور سمندر کے ہیں۔

۴۔ فارغاً ...... یہ فرغ بروزن شرف سے مشتق ہے جس کے معنی بے چین ہونے اور گھبرانے کے ہیں۔

۵۔ قصیه ...... یہ قص یقص قصاً سے واحد مونث حاضر کا صیغہ ہے جس کے ایک معنی کسی کی اتباع کرنا اور اس کے پیچھے چلنا بھی ہیں۔

۶۔ جنب...... اس کے معنی جانب اور دوری کے ہیں۔

۷۔ المراضع...... یہ المراضع مرضع کی جمع ہے جس کے معنی ہیں دودھ پلانے والی عورت۔

تفسیر الآیات

۱) طسم ... الآية

یہ حروف ان مقطعات و متشابہات میں سے ہیں جن کے بارے میں سورہ بقرہ اور دوسری کئی سورتوں کے اوائل میں یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے کہ ان کا حقیقی مفہوم خدا اور راسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ویسے کتاب معانی الاخبار میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے طسم کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ انا الطالب السميع المبدی المعيد۔ یعنی طا سے طالب، سین سے سمیع اور میم سے مبدی و معید مراد ہے یعنی میں ہوں طلب کرنے والا، سننے والا اور آغاز کرنے والا اور لوٹانے والا۔ واللہ العالم۔

۲) نتلو عليك ... الآية

قرآن مجید میں تمام انبیاء سے جناب موسیٰؑ کے واقعات اور تمام اقوام عالم میں سے بنی اسرائیل کے حالات زیادہ بالتکرار بیان کئے گئے ہیں

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تبلیغ دین اور ادائیگی رسالت میں جن مشکلات و شدائد کا سامنا جناب موسیٰؑ کو کرنا پڑا ہے اتنا بہت کم انبیاء کو کرنا پڑا ہے کیونکہ اقوام عالم میں جس قدر اکھڑ قوم بنی اسرائیل ہے اتنی کوئی دوسری قوم نہیں ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ از رکوع ۶ تا ۷، سورہ اعراف از رکوع ۱۳ تا ۱۶، سورہ یونس از رکوع ۸ تا ۹، سورہ ھود از رکوع ۹، سورہ بنی اسرائیل از رکوع ۱۶، سورہ مریم رکوع ۴، سورہ طہ رکوع ۱ تا ۴، سورہ المومنون رکوع ۳، سورہ شعراء رکوع ۲ تا ۴، سورہ النمل رکوع ۱، سورہ العنکبوت رکوع ۴، سورہ المومن رکوع ۳۔ ۵۔ الزخرف رکوع ۵، سورہ الدخان رکوع ۱، سورہ الذاریات رکوع ۲ اور سورہ النازعات رکوع ۱ میں جناب موسیٰ اور ان کی قوم اور فرعونیوں کے حالات دیکھے جا سکتے ہیں اور اس تکرار کی ہم کسی مقام پر وجہ بھی بیان کر چکے ہیں۔ بہرنوع بار بار کے اس تکرار کا مقصد داستان سرائی نہیں ہے بلکہ اہل ایمان اور ایقان کے دلوں کو تسلی دینا اور تقویت پہنچانا مقصود ہے کہ جس طرح وہ کفار مکہ اور مشرکین کے مظالم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ بنی اسرائیل فرعون جیسے جبار و

سرکش بادشاہ کے مظالم وشدائد کا ہدف بنے ہوئے تھے تو جس قادر وعلیم خدا نے ایسے مطلق العنان سرکش بادشاہ اوراس کے بے شمار لاؤلشکر کو غرق کر کے تہس نہس کیا اور بنی اسرائیل جیسی کمزور وناتواں قوم کو اس کے مظالم سے نجات دلائی اور کامیاب فرمایا وہ قادر مطلق خدا انہیں بھی کفار ومشرکین کے پنجۂ ظلم واستبداد سے نجات دے گا اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر کے آخری فتح وکامرانی کا تاج اس کے سروں پر رکھا جائے گا۔

۳) ان فرعون علا فی الارض۔۔۔ الآیۃ

استعماری قوتوں کا دستور العمل

ہمارے ہاں مشہور تو یہ ہے کہ انگریزوں کی یہ پالیسی تھی کہ رعایا کو آپس میں لڑاؤ اور پھر ان پر حکومت کرو مگر جہان و جہانیاں کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ہمیشہ سے بے دین جابر حکمرانوں کا اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے اور اسے طول دینے کی خاطر یہی دستور رہا ہے کہ رعایا کے مختلف طبقوں میں باہمی نفرت کی آگ بھڑکائی جائے۔ پھر بعض کی حمایت کی جائے اور بعض کو دبایا جائے۔ چنانچہ فرعون کی بھی یہی سیاست تھی اس نے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا اور پھر سب سے زیادہ بنی اسرائیل کو ضعیف اور کمزور کر رکھا تھا اور ان کو اپنے ظلم وجور کا تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔ ان کے لڑکوں کو ذبح کروا دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔

فرعون کے بنی اسرائیل کو تختۂ مشق بنانے کا سبب

اس کی وجہ مورخین نے یہ بیان کی ہے کہ بعض کاہنوں نے فرعون کو یہ بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا مولود پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیرا تخت وتاج تاراج ہوگا۔ لہٰذا اس احمق نے اس قوم کے ہزاروں بچے قتل کروا دیئے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ کاہنوں کی یہ بات سچی ہے تو پھر وہ اپنے بچاؤ کی جو بھی تدبیر کرے ایسا ہو کر رہے گا۔ اور اگر غلط ہے تو پھر بچوں کو قتل کرنے کا کیا جواز ہے؟

۴) ونرید ان نمن۔۔۔ الآیۃ

اس آیت کی تنزیل وتاویل کا بیان

اگرچہ تنزیل کے اعتبار سے اس ارادہ اور اس واقعہ کا تعلق جناب موسیٰؑ و ہارونؑ اور ان کے قوم اور فرعون وفرعونیوں سے ہے چنانچہ خداوند عالم نے فرعون و ہامان اور ان کے لاؤلشکر کو تباہ و برباد کر کے بنی اسرائیل کے مظلوم اہل ایمان کو ان کے مال و جائیداد کا وارث وقابض بنایا اور فرعونیوں کی تباہی کے بعد انہیں اقتدار عطا

فرمایا۔مگر اس قسم کے واقعات کے تذکرہ سے ایک مستقل قانون قدرت اور دستور الٰہی کا ثبوت ملتا ہے کہ جب اور جہاں بھی فرعون یا ہامان صفت لوگ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو دباتے اور ستاتے ہیں تو آخر کار وہ خود حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں اور وہ مظلوم و مجبور اہل ایمان جنہیں دبایا گیا اور کمزور کیا گیا وہ ان کی جگہ قابض ہو جاتے ہیں اور اقتدار کے مالک بن جاتے ہیں۔

چنانچہ آیت استخلاف میں خداوند عالم نے اپنے خالص و مخلص نیکوکار اہل ایمان سے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے **وعد الله الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض الآیة**۔ یہ آیت **بعبارة النص** اس مطلب پر دلالت کرتی ہے کہ اس امت میں جن ہستیوں کو دبایا گیا اور دل کھول کر ستایا گیا آخر کار ان کے بارے میں یہ وعدہ الٰہی پورا ہوگا وہی امام خلق ہوں گے۔اور وہی زمین کے وارث اور اس پر قابض و متصرف ہوں گے۔ چنانچہ ہماری متعدد روایات میں وارد ہے کہ تاویل کے طور پر اس سے آئمہ اہلبیتؑ اور ان کے مخلص حبدار اور ان کے معاند جبار مراد ہیں اور اس بات کا اظہار بارہویں لعل ولایت کے ظہور موفور السرور کے وقت ہوگا۔ **انشاء الله عجل الله تعالیٰ فرجهم و سهل مخرجهم**۔

۵) واوحینا الی ام موسیٰ... الآیة

یہاں مادر موسیٰؑ کو وحی کرنے سے مقصود الہام کرنا ہے!

مادر موسیٰؑ کو وحی کرنے کا تذکرہ طٰہٰ کی آیت ۳۸ میں بھی موجود ہے اور وہیں ہم یہ بات بیان کر آئے ہیں کہ یہاں وحی سے الہام اور قلبی القاء مراد ہے جو منجانب اللہ اس کے نیکوکار اور پرہیزگار بندوں کو ہوتا ہے جسے مجازاً وحی سے تعبیر کیا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ وحی شریعت تو انبیاء و مرسلین سے مخصوص ہے۔

بہر حال اس واقعہ میں یہاں یہ کڑی محذوف ہے کہ قدرت الٰہی سے وہ بچہ پیدا ہو گیا جس کے سدباب کے لئے ہزاروں بچے قتل کئے گئے تھے۔ خدا نے اپنے اس القائی پیغام میں مادر موسیٰؑ سے فرمایا۔

۱۔اس بچہ کو دودھ پلا۔

۲۔جب خطرہ محسوس ہو تو صندوق میں رکھ کر اسے دریا میں ڈال دے۔

۳۔خوف نہ کر اور نہ غمگین ہو۔

۴۔ہم اسے واپس تیرے پاس لائیں گے۔

۵۔ہم اسے اپنے رسولوں میں ایک رسول بنائیں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک آسمانی ندا کے

ذریعے سے یہ پیغام مادر موسیٰؑ کو پہنچایا گیا تھا اور صندوق بھی آسمان سے اتارا گیا تھا۔ (تفسیر قمی)

۶)فالتقطه آل فرعون... الآية

قرآن مجید کا یہ انداز وضاحت ہے کہ وہ واقعات بیان کرتے وقت ان کی کئی کڑیوں کو اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ سمجھدار سامعین خود بخود انہیں سمجھ جائیں گے یہاں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے چنانچہ مادر موسیٰؑ کو پیغام ملا تھا کہ بچہ کو دودھ پلا۔ چنانچہ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو کچھ دن اپنی والدہ کی آغوش میں رہا اور ماں کا دودھ پیتا رہا اور جب خطرہ محسوس ہوا کہ فرعون کے آدمی آئیں گے اور بچے کو قتل کر دیں گے تو آپ نے بچہ کو صندوق میں رکھ کر صندوق دریا میں بہا دیا۔ اور صندوق بہتے بہتے جب فرعون کے محل کے نیچے پہنچا تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھالیا۔ ليكون لهم عدوا۔ تاکہ وہ ان کے لئے ایک دشمن اور باعث رنج وغم قرار پائے۔ یہ لیکون میں جو لام ہے اسے لام عاقبت کہا جاتا ہے یعنی گو اٹھانے والوں کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ وہ بچہ ان کے لئے دشمن ثابت ہو۔ بلکہ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ بچہ ان کے لئے بمنزلہ اولاد مفید ثابت ہو۔ مگر چونکہ وہ بچہ انجام کار ان کے لئے دشمن اور باعث رنج وغم ثابت ہوا۔ تو یہاں وہی نتیجہ بیان کیا جا رہا ہے اور اس قہری نتیجہ کو اس کے اٹھانے کی غرض وغایت قرار دیا جا رہا ہے۔

۷)وقالت امرأة فرعون... الآية

یہاں یہ بات اہم نہیں ہے کہ فرعون کے آدمیوں نے وہ صندوق پکڑا یا فرعون اور اس کی بیوی دریا کے کنارے سیر کر رہے تھے کہ صندوق دکھائی دیا اور ان کے حکم پر اسے باہر نکالا گیا۔ بہرحال جب صندوق کھولا گیا اور اس سے پیارا سا بچہ برآمد ہوا۔ قرین عقل یہی ہے کہ اسے بنی اسرائیل کا بچہ سمجھ کر فرعون اور فرعونیوں نے قتل کرنا چاہا ہوگا۔ مگر اس موقع پر فرعون کی بیوی آڑے آئی جس کے دل میں خدا نے اس بچہ کی محبت ڈال دی تھی۔ (والقيت عليك محبة مني۔ طه) اور فرعون سے کہنے لگی قرة عيني وعينك۔ یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو۔ بہت ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ فرعون خاموش رہا اور آسیہ نے اس کی خاموشی سے فائدہ اٹھایا اور بچہ قتل ہونے سے بچ گیا۔

یہ فرعون کی بیوی کون تھی؟

یہ وہی آسیہ بنت مزاحم ہیں جن کے ایمان وایقان کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ ضرب الله مثلا للذين آمنوا امراة فرعون... الآية۔ کہ خدا نے اہل ایمان کی مثال زن فرعون سے دی ہے۔

پیغمبر اسلام سے مروی ہے فرمایا تمام عالمین کی عورتوں میں سے افضل چار ہیں (۱) مریم بنت عمران (۲) آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون (۳) فاطمہ بن محمدؐ (۴) خدیجہ بنت خویلد۔(الخصال،تفسیر الکاشف وغیرہ)

ان سب خواتین کا مشترکہ کردار یہ ہے کہ ان سب نے اپنے اپنے دور کے ایک ایک نبی کی زندگی کا تحفظ کیا۔کمالایخفی۔

۸)واصبح فؤاد ام موسیٰ...الآیۃ

مادر موسیٰؑ نے تو اپنے لخت جگر کو صندوق میں رکھ کر اس لئے دریا کی لہروں کے حوالے کیا تھا کہ کوئی رحم دل انسان اسے اٹھائے گا اور اسے فرعون کے ظلم سے بچائے گا۔لیکن جب اسے یہ اطلاع ملی کہ وہ تو جلادوں کے ہتھے چڑھ گیا تو پھر اسے وہ بے قراری و بے چینی لاحق ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔ارشاد قدرت ہے کہ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو قریب تھا کہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ساری حقیقت بیان کر دیتی۔اس طرح راز فاش ہوجاتا اور اس کے نتیجہ میں بچہ قتل ہوجاتا اور بچاؤ کا سارا منصوبہ خاک میں مل جاتا۔مگر قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے صبر واستقامت عطا فرمائی تا کہ اس کا خدا کے وعدہ کی صداقت پر ایمان پختہ ہوجائے۔

۹)وقالت لاختہ...الآیۃ

جب مادر موسیٰؑ نے جناب موسیٰؑ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالا تھا تو موسیٰؑ کی بہن یعنی اپنی بڑی بیٹی کو یہ کہہ کر صندوق کے ہمراہ بھیجا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے چل اور ماجرا کی مجھے اطلاع دے۔چنانچہ وہ لڑکی اس احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ صندوق پر نگاہ رکھتے ہوئے دریا کے کنارے ہمراہ گئی کہ وہ اسے دیکھتی بھی رہے اور کوئی یہ بھی نہ سمجھے کہ وہ اس صندوق کی نگرانی کر رہی ہے

۱۰)وحرمنا علیہ المراضع...الآیۃ

بچہ فرعون کے گھر پہنچ گیا اور خدا کے فضل وکرم اور بظاہر فرعون کی بیوی کی کوشش سے قتل ہونے سے بچ گیا مگر یہاں ایک مشکل پیش آگئی کہ آسیہ جس دائیہ کو دودھ پلانے کے لئے بلاتی ہے بچہ اس کی چھاتی کو منہ بھی نہیں لگاتا۔جب بچہ کی بہن نے یہ منظر دیکھا جو بڑے سلیقہ واحتیاط کے ساتھ محل کے ادھر ادھر گھوم پھر رہی تھی۔وہ اندر پہنچ گئی اور ملکہ عالیہ سے کہا کہ میں آپ کو ایک ایسی عمدہ دائیہ کا پتہ بتاتی ہوں جو بڑی شفقت ومہربانی سے اسے دودھ پلائے گی اور اس کی پرورش کرے گی پھر مادر موسیٰؑ کا پتہ بتایا اور آسیہ نے انہیں بلوا کر بچہ ان کے حوالہ کیا۔اور اس طرح بچہ کو واپس اپنی ماں کے پاس لوٹانے کا وعدہ پورا ہوگیا۔والحمد للہ۔مخفی نہ رہے کہ یہ واقعہ

اسی طرح قبل ازیں سورہ طہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی گزر چکا ہے۔فراجع۔

ایک غلط استدلال کا ابطال

بعض نیم ملاں خطرہ ایمان قسم کے لوگ حضرت پیغمبر اسلامؐ کے جناب حلیمہ سعدیہ کا دودھ نہ پینے پر (حالانکہ یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے) اس واقعہ سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جب جناب موسیٰؑ نے کافرہ عورتوں کا دودھ نہیں پیا۔تو پھر پیغمبر اسلامؐ کس طرح ایک کافرہ عورت کا دودھ پی سکتے ہیں؟۔یہ سراسر قیاس ہے اور وہ بھی مع الفارق اور سیاق وسباق سے فارغ۔سب سے پہلے تو اس لئے کہ جناب موسیٰؑ کا اناؤں کا دودھ نہ پینا اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ کافرہ تھیں بلکہ اس مصلحت خداوندی کے تحت تھا۔جس کے تحت خدا نے جناب موسیٰؑ کو ان کی والدہ کی آغوش میں واپس لوٹانا تھا۔اس لئے فرمایا کہ ہم نے تمام دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ موسیٰؑ پر حرام قرار دیا تھا۔دوسرے اس لئے کہ جناب حلیمہ سعدیہ کافرہ نہ تھیں بلکہ موحدہ تھیں اور ملت ابراہیمی پر قائم تھیں۔یعنی ان کا دین ومذہب وہی تھا۔جو پیغمبر اسلامؐ کے آباؤ اجداد کا تھا۔(سادس بحارالانوار)

لہٰذا ایک مؤمنہ اور مسلمہ خاتون کو کافرہ کہنے والے اپنے اسلام کی خیر منائیں۔واللہ العالم

آیات القرآن

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ
فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ
فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى
فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا
لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِى

اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ
مُّبِيْنٌ۝۱۸ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ
يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ
اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ۝۱۹
وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ؗ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ
يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ۝۲۰ فَخَرَجَ
مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝۲۱ ع

ترجمۃ الآیات

اور جب وہ (بچہ) اپنے پورے شباب کو پہنچ گیا اور (قد و قامت) پورا درست ہو گیا تو ہم نے اس کو (خاص) حکمت و علم عطا کیا اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو صلہ دیتے ہیں (۱۴) وہ (جوان) ایسے وقت شہر میں داخل ہوا جب کہ اس شہر کے باشندے بے خبر تھے۔ تو اس نے وہاں دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے پایا۔ یہ ایک ان کے گروہ میں سے تھا۔ اور یہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا۔ پس جو اس کے گروہ میں سے تھا اس نے (موسیٰؑ) کو اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا مدد کے لئے پکارا تو موسیٰؑ نے اسے ایک مکا مارا۔ بس اس کا کام تمام کر دیا اور کہا یہ (ان کی لڑائی) شیطان کی کاروائی تھی۔ بے شک وہ کھلا ہوا گمراہ کرنے والا دشمن ہے (۱۵) کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو خدا نے اسے بخش دیا۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۶) (پھر) کہا اے میرے پروردگار تو نے مجھے اپنی نعمت سے نوازا ہے۔ میں کبھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں بنوں گا (۱۷) پھر موسیٰؑ نے شہر میں اس حال میں صبح کی کہ وہ خوف زدہ اور منتظر تھا (کہ کیا ہوتا ہے؟) کہ اچانک دیکھا وہی شخص جس نے کل اس سے مدد طلب کی تھی (آج پھر چیخ کر اس کو مدد کے لئے پکار رہا ہے موسیٰؑ نے اس سے کہا کہ تو کھلا ہوا بدراہ ہے (۱۸) پھر جب موسیٰؑ

نے اس شخص پر سخت ہاتھ ڈالنا چاہا جوان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا اے موسیٰؑ تو (آج) مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح کل ایک شخص کو قتل کیا؟ تو بس یہی چاہتا ہے کہ زمین میں سرکش بن جائے اور یہ نہیں چاہتا کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو (۱۹) اور شہر کے آخری حصہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا (اور) کہا اے موسیٰؑ! قوم کے بڑے لوگ تمہارے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں۔ (لہٰذا) یہاں سے نکل جا یقینا میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں (۲۰) چنانچہ موسیٰؑ وہاں سے خوفزدہ ہو کر نتیجہ کا انتظار کرتا ہوا نکلا (اور) کہا اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما (۲۱)

تشریح الالفاظ

۱۔ اشدہ... اشدّ اور آشُدٌ کے معنی بلوغ اور جوانی کے ہیں۔

۲۔ وکز۔ یکز۔ وکزا...... کے معنی مکا مارنا اور ہٹانا کے ہیں۔

۳۔ یترقب۔ رقب اور ترقب...... کے معنی انتظار کرنے کے ہیں۔

۴۔ یبطش۔ بطش یبطش بطشاً...... کے معنی ہیں یک بیک کسی کی سخت گرفت کرنا۔

۵۔ جباراً...... جبار کے معنی ہیں تسلط رکھنے والا، قہر و غضب والا اور سرکش۔

۶۔ الملاء...... کے معنی قوم کی جماعت اور اعیان قوم کے ہیں۔

۷۔ یاتمرون۔ الایتمار...... کے معنی ہیں آپس میں مشورہ کرنا۔

تفسیر الآیات

۱۱) فلما بلغ اشدہ... الآیة

اسی قسم کی ایک آیت سورہ یوسف میں نمبر ۲۲ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں جو آیت ہے وہ جناب یوسف کے بارے میں ہے اور جو یہاں ہے وہ جناب موسیٰؑ کے متعلق ہے۔ حکم سے حکم نبوت بھی مراد ہو سکتا ہے اور حکمت و دانائی بھی اور علم سے دینی و دنیوی دونوں علوم مراد ہو سکتے ہیں۔ اور صرف دینی بھی۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام ابتداء خلقت کے وقت سے فی الجملہ علم و فضل لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ مگر چونکہ علم قابل اضافہ و ازدیاد ہے۔ لہٰذا وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ خداوند عالم ان کے علوم میں

برابر اضافہ کرتا رہتا ہے۔ **وقل رب زدنی علماً**۔خلاصہ یہ ہے کہ حکمت وعلم کا عطا کیا جانا دراصل نبوت کے عطا ہونے کی بھی ایک تعبیر ہے اگرچہ مشہور یہ ہے کہ آپ مدین سے واپسی پر جب آگ لینے کے لئے گئے تھے تو نبوت ملی تھی۔مگر ممکن ہے کہ نبی پہلے ہوں اور اس وقت رسالت ملی ہو۔واللہ العالم۔

اس بھرپور جوانی کی عمر میں اختلاف ہے۔بعض نے اٹھارہ سال بعض نے ۳۳ سال اور بعض نے چالیس سال لکھی ہے الغرض یہاں عمر کی خصوصی تعیین کرنا مقصود نہیں ہے۔یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب جناب موسیٰؑ پورے شباب کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔

۱۲)ودخل المدینة علی حین...الآیة

قبطی کے قتل کے قصہ کا اجمالی تذکرہ

جناب موسیٰؑ جب مصر یا بقولے کسی دوسرے شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ غفلت کی حالت میں تھے۔یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان جب وہ آرام کررہے تھے یا دوپہر کے وقت جب کہ لوگ قیلولہ کررہے تھے تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ایک جناب موسیٰؑ کے شیعوں میں سے تھا یعنی ان کی جماعت بنی اسرائیل میں سے تھا۔اور آپ کے پیروؤں میں سے تھا اور دوسرا آپ کے دشمنوں میں سے یعنی قبطیوں میں سے تھا۔تو جو آپ کے شیعوں میں سے تھا اس نے آپ سے دشمن کے خلاف مدد طلب کی۔بس جناب موسیٰؑ نے دشمن کو ایک ایسا مکا رسید کیا کہ اس کا کام تمام ہو گیا یعنی مر گیا۔جناب موسیٰؑ گھبرائے کہ جب یہ بات فرعون تک پہنچے گی تو نہ معلوم اس عمل کا کیا انجام ہوگا؟ پھر فرمایا یہ کام یعنی دو آدمیوں کی لڑائی شیطان کی کاروائی ہے۔پھر جب اس کے ظاہری انجام پر غور کیا تو خدا کی طرف متوجہ ہوئے کہ بارالہا! یہ کام کر کے میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔یعنی اپنے لئے خطرہ مول لیا ہے اور مشکلات کو دعوت دی ہے۔لہٰذا مجھے اس کے برے انجام سے محفوظ رکھ۔چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔اس پر جناب موسیٰؑ نے عرض کیا کہ پروردگار! تو نے مجھے اس طاقت وقوت جسمانی کی نعمت سے نوازا ہے تو میں شکرانہ نعمت کے طور پر آئندہ کبھی کسی مجرم کا مددگار اور پشت پناہ نہیں بنوں گا۔کیونکہ جس طرح جرم کرنا قبیح ہے اسی طرح کسی مجرم کی پشت پناہی کرنا بھی شرعاً انتہائی قبیح فعل ہے۔دوسرے دن علی الصبح جناب موسیٰ خائف تر اور اپنے عمل کے نتیجہ وانجام کے منتظر باہر نکلے تو اچانک دیکھا کہ وہی آپ کے گروہ والا اسرائیلی آج پھر ایک قبطی سے دست بگریبان ہے اس نے چیخ کر آپ سے مدد کی درخواست کی۔جناب موسیٰؑ نے اس کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا کہ تو کھلا ہوا بدراہ ہے کل ایک سے لڑ رہا تھا اور آج دوسرے سے گتھم گتھا

ہے تو شرارتی آدمی ہے۔اس کے باوجود جب آپ نے اسرائیلی کی حمایت میں قبطی پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اسرائیلی سمجھا کہ آپ چونکہ ابھی اس کی سرزنش کررہے تھے لہٰذا آپ اسے مارنا چاہتے ہیں۔لہٰذا وہ چلا اٹھا کہ کل آپ نے ایک شخص (قبطی) کو قتل کیا اور آج مجھے مارنا چاہتے ہیں اس طرح اس نے غیر شعوری طور پر کل والے قتل کا راز فاش کردیا اور جناب موسیٰؑ کے لئے مشکلات میں اضافہ کردیا اور ایک روایت کے مطابق یہ بات قبطی نے کہی تھی کیونکہ اسے کسی طرح کل والے واقعہ کا علم ہو چکا تھا۔

الغرض اس بچ جانے والے قبطی نے دربار میں جا کر مخبری کی اور وہاں اونچے ایوانوں میں جناب موسیٰؑ کے قتل کے مشورے ہونے لگے تو ایک شخص شہر کے آخری حصے سے دوڑتا ہوا آیا اور آکر جناب موسیٰؑ کو بتایا کہ اعیان سلطنت آپ کے قتل کے مشورے کررہے ہیں۔لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ شہر چھوڑ کر کہیں چلے جائیں۔بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ وہ شخص مومن آل فرعون تھا۔جس کا تذکرہ سورہ مومن کی آیت ۲۸ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے **وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانه**۔بلکہ یہ پورا سورہ ہی اسی مومن کے نام سے معنون ہے۔جن کے اصلی نام میں قدرے اختلاف ہے۔بعض نے اس کا نام حزقیل، بعض نے شمعون اور بعض نے سمعان بیان کیا ہے۔(مجمع البیان)۔واللہ العالم

یہاں چند امور کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتی ہے۔

جناب موسیٰؑ کی عصمت پر بعض ایرادات اور ان کے جوابات

ا۔جو لوگ عصمت انبیاء کے منکر ہیں۔وہ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر جناب موسیٰؑ کی عصمت پر کئی ایراد کرتے ہیں مثلاً:

الف۔آپ نے قبطی کو قتل کیا۔

ب۔اس فعل کو شیطان کی کارروائی قرار دیا۔

ج۔آپ نے اس فعل کے ارتکاب پر خدا سے مغفرت طلب کی جو کہ کسی گناہ کے ارتکاب پر کی جاتی ہے۔

د۔آئندہ ایسا کام نہ کرنے کا عہد کیا۔

اگرچہ ہم نے جس انداز میں یہ واقعہ نقل کیا ہے اس سے ان سب ایرادات کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔تاہم حضرت امام رضا علیہ السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں اس کی قدرے مزید وضاحت کی جاتی ہے۔یہی سوالات مامون عباسی نے امام عالی مقام کی خدمت میں پیش کئے تھے۔اور امام نے جو جوابات دیئے تھے ان کا

خلاصہ کچھ اضافہ کے ساتھ یہ ہے۔

ا۔قبطی کا قتل کوئی گناہ نہ تھا کیونکہ وہ کافر حربی تھا جو ایک مسلمان سے برسر پیکار تھا اور ایسے شخص کا قتل جائز ہے بالخصوص جبکہ اسے قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔

۲۔ یہ کا اشارہ قبطی کے قتل کی طرف نہیں ہے بلکہ اس لڑائی کی طرف تھا جو دونوں شخص لڑ رہے تھے کیونکہ لڑانا بھڑانا شیطان کا فعل ہے۔

۳۔ظلم کا مطلب وضع الشئی فی غیر محله۔تو آپ فرماتے ہیں کہ میرا اس وقت شہر میں داخل ہونا بے محل تھا۔

نیز اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس شخص کو قتل کر کے دنیاوی طور پر میں نے اپنے لئے مشکلات پیدا کیں ہیں۔

علاوہ ازیں مقربین بارگاہ نا کردہ گناہوں کی بھی مغفرت طلب کرتے ہیں اور ان مباح اقدامات سے جو خدا کی خصوصی اجازت کے بغیر کرتے ہیں اور اس طرح وہ ادنیٰ سی تقصیر کو بھی گناہ تصور کر کے خدا سے معافی مانگتے ہیں۔سچ ہے کہ حسنات الابرار سئیات المقربین۔مغفرت کے ایک معنی پردہ ڈالنا بھی ہیں یعنی مجھے اپنے دشمنوں سے پوشیدہ رکھ تا کہ وہ مجھے پکڑ کر قتل نہ کریں۔ چنانچہ اللہ نے آپ کی یہ دعا و استدعا قبول کر لی اور دشمن آپ کو قتل نہ کر سکے۔

۴۔ یہ بات مستحسن ہے کہ میں آئندہ ایسا کوئی کام و اقدام نہیں کروں گا جس سے میرے لئے مشکلات پیدا ہوں۔اس میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا کیا عہد و پیمان ہے؟

شیعہ کا لقب باعث مجد و شرف اور قابل فخر لقب ہے

قدیم الایام سے شیعیت کے مخالف کہا کرتے ہیں کہ لفظ شیعہ قرآن و سنت میں موجود نہیں ہے اور اگر کہیں استعمال ہوا ہے تو برے معنوں میں جیسے ثم لنزعن من کل شیعة ایھم اشد علی الرحمن عتیاً۔اس واقعہ میں وارد شدہ لفظ شیعہ نے واضح کر دیا کہ انبیاء و آئمہ کے موالی اور دوست کو شیعہ کہا جاتا ہے اور جو ان کا موالی اور دوست نہ ہو اسے عدو (دشمن) قرار دیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آئمہ اہلبیتؑ نے اس لقب پر اپنے شیعوں کو مبارکباد دی ہے۔ چنانچہ ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا! یھنئکم الاسم۔یہ نام تمہیں مبارک ہو۔راوی نے عرض کیا وما الاسم؟ کونسا نام۔فرمایا الشیعہ!۔ پھر فرمایا اما سمعت اللہ سبحانه بقول فاستغاثه الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ۔

شیعہ نے آپ کے دشمن کے خلاف آپ سے فریاد کی۔ (مجمع البیان وتفسیر صافی) اور پیغمبر اسلام کا یہ فرمان کتب فریقین میں موجود ہے حتیٰ کہ صواعق محرقہ اور تحفہ اثناء عشریہ میں بھی موجود ہے۔ فرمایا یا علی انت و شیعتك هم الفائزون یوم القیامة۔ یا علی! تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہونے والے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جناب موسیٰؑ نے اپنے گروہ کے آدمی کو کھلا ہوا بدراہ کہا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص قابل تعریف اس بناء پر ہے کہ وہ جناب موسیٰ کے دین ومذہب پر تھا یعنی اس کا عقیدہ درست تھا اور اسے جو بدراہ کہا گیا ہے تو یہ اس کے عمل وکردار کی وجہ سے ہے کہ اس کا عمل اس کے عقیدہ کے مطابق نہیں تھا کیونکہ دین محبت وآشتی کی تعلیم دیتا ہے۔ لڑنے بھڑنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ لہٰذا اس مدح اور قدح میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

۱۳) فخرج منها خائفا...الآیة

جس طرح جناب موسیٰؑ مصر سے یہ آیت پڑھتے ہوئے نکلے تھے۔ مروی ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جد نامدار کا مدینہ چھوڑا تھا تو آپ ۲۸ رجب ۶۰ ھ کو یہی آیت پڑھتے ہوئے نکلے تھے اور جب ۳ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے تو اس وقت یہ آیت ان کی وردزبان تھی۔ ولما توجه تلقاء مدین قال عسی ربی ان یهدینی سواء السبیل۔ (ارشاد شیخ مفیدؒ)

آیات القرآن

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ
السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ
يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا
خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ
كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ

مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ
اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ
الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ
اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ
تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ
اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب موسیٰؑ نے (مصر سے نکل کر) مدین کا رخ کیا تو کہا امید ہے کہ میرا پروردگار سیدھے راستہ کی طرف میری راہنمائی کرے گا (۲۲) اور جب وہ مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچا تو وہاں لوگوں کا ایک مجمع پایا جو (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہا ہے اور ان لوگوں سے الگ دو عورتوں کو پایا کہ وہ (اپنے ریوڑ کو) روکے ہوئے کھڑی ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس وقت تک (اپنے جانوروں کو) پانی نہیں پلاتیں۔ جب تک (یہ) چرواہے اپنے مویشیوں کو (پانی پلا کر) نہ لے جائیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں (۲۳) (یہ سن کر) موسیٰؑ نے (ان کے ریوڑ کو) پانی پلا دیا اور پھر وہاں سے ہٹ کر سایہ میں آ گیا اور کہا اے میرے پروردگار! تو جو خیر (نعمت) بھی مجھ پر اتارے میں اس کا محتاج ہوں (۲۴) پس ان دو عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی (اور) کہا میرے والد تمہیں بلاتے ہیں تا کہ تمہیں اس کا معاوضہ دیں جو تم نے ہماری خاطر پانی پلایا تو جب موسیٰؑ اس کے پاس پہنچا اور اسے سارا اپنا قصہ سنایا تو اس (بزرگ) نے

(تسلی دیتے ہوئے) کہا خوف نہ کر اب تم ظالم لوگوں سے نجات پا گئے ہو (۲۵) تو ان دو میں سے ایک لڑکی نے کہا اے ابا! اسے اجرت پر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا مزدور جسے آپ اجرت پر رکھیں وہی ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی (۲۶) اس (شعیبؑ) نے (موسیٰؑ سے) کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا عقد نکاح تمہارے ساتھ اس شرط پر کر دوں کہ تم آٹھ سال تک میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کرو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ ان شاء اللہ تم مجھے نیکوکار لوگوں میں سے پاؤ گے (۲۷) موسیٰؑ نے کہا (اچھا) یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گئی۔ ان دونوں میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں (اس کے بعد) مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو گی اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے (۲۸)

تشریح الالفاظ

۱۔ تلقاء...... کے معنی بالمقابل اور ملاقات کی جگہ۔

۲۔ تذودان... یہ ذاد یزو دذوداً و زیاداً سے مشتق ہے اس کے معنی روکنے اور پانی سے جانوروں کو ہٹانے کے ہیں۔

۳۔ ما خطبکما۔ خطب کے معنی ہیں حالت، ماجرا اور معاملہ۔

۴۔ رعاء...... یہ راعی کی جمع ہے جس کے معنی ہیں چرواہے۔

۵۔ حجج...... یہ حِجّہ کی جمع ہے جس کے معنی سال کے ہیں۔

۶۔ اشق علیك... شق علیه کے معنی ہیں کسی کو مشقت میں ڈالنا۔

۷۔ عدوان...... کے معنی ہیں جبر اور زیادتی۔

تفسیر الآیات

۱۴) ولما توجه الی مدین... الآیة

مفسرین و مورخین بیان کرتے ہیں کہ جناب موسیٰؑ جب فرعون اور فرعونیوں کی گرفت سے خوفزدہ ہو کر

نکلے تو وہ بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ نہ زادسفر نہ سواری، نہ کوئی خادم اور نہ کوئی ساتھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کوئی منزل بھی پیش نظر نہ تھی اس لئے اللہ سے دعا کی کہ وہ انہیں سیدھے راستے کی راہنمائی فرمائے۔ چنانچہ ربانی راہنمائی کے تحت مدین کا رخ کیا جو مملکت شام کے ایک شہر کا نام ہے۔ جو مدین بن ابراہیم کے نام پر بنایا و بسایا گیا تھا۔ یہ علاقہ فرعون کی حکومت سے خارج تھا۔ اور مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع تھا راستہ صحرائی اور بڑا نشیبی وفرازی تھا۔ جناب موسیٰؑ نے یہ تمام سفر درختوں کے پتے اور زمین کا گھاس کھا کر اور خدا پر توکل وبھروسہ کر کے طے کیا۔ گویا یہ سفر جناب موسیٰؑ کے مختلف اور مشکل امتحانات میں سے پہلا مشکل امتحان تھا۔ جس میں وہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے کامیاب وکامران ہوئے اور آٹھ دن کا تھکا دینے والا سفر کر کے آخر کار مدین کے پانی یعنی اس کنویں پر پہنچ گئے جو شہر کے باہر تھا۔ اور لوگ اس سے اپنے مویشیوں کو پانی پلاتے تھے اور خود بھی اپنی ضرورت کے لئے بھر کر لے جاتے تھے۔

۱۵) ولما ورد...الآیۃ

وہاں دیکھا کہ لوگوں کا ایک جم غفیر موجود ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں مگر دو عورتوں کو دیکھا جو لوگوں سے الگ تھلگ کھڑی ہیں اور اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی کی طرف جانے سے روک رہی ہیں۔ آپ نے انسانی ہمدردی کے تحت ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بھی اپنی بکریوں کو پانی پلانا چاہتی ہیں مگر ہم اس وقت پلاتی ہیں جب یہ چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم عورت ذات ہیں اور ہمارے والد بڑے بوڑھے ہیں۔ لہٰذا مجبوراً یہ کام ہمیں کرنا پڑتا ہے یہ سن کر جناب موسیٰؑ اٹھے بھیڑ کو ہٹایا اور وہ ڈول جو دس آدمی مل کر کھینچتے تھے تنہا کھینچا اور ان کے ریوڑ کو پلایا۔ (تفسیر صافی)

اور پھر وہاں سے اٹھ کر قریبی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گئے۔ چونکہ شدت گرسنگی کی وجہ سے نڈھال ہو رہے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ درختوں کے پتے اور گھاس کھا کھا کر وہ اس قدر کمزور ہو گئے تھے اور کھال بھی اسی قدر پتلی ہو چکی تھی کہ اوپر سے پتوں اور گھاس کی سبزی نظر آتی تھی۔ پھر بھی خدا سے صرف ایک روٹی کا سوال کیا۔ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ (نہج البلاغہ)

۱۶) فجائتہ احداھما...الآیۃ

اس اثناء میں ان دو عورتوں میں سے ایک خاتون شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور جناب موسیٰؑ سے کہا۔ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کے احسان کا صلہ ادا کریں۔ چنانچہ آپ اس کے ہمراہ اس کے

والد جناب شعیبؑ کے پاس پہنچے۔ اور انہوں نے آپ سے ان کا حال دریافت کیا۔ تو آپ نے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا خوف نہ کرو تمہیں ظالم لوگوں سے نجات مل گئی ہے۔ پھر جناب شعیبؑ نے کھانا پیش کیا آپ نے کھانے میں ہچکچاہٹ محسوس کی۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ ہم نیکی کے کام کا صلہ نہیں لیا کرتے۔ مگر جناب شعیبؑ نے وضاحت کی کہ یہ تمہاری نیکی کا معاوضہ نہیں ہے بلکہ مہمان نوازی ہے جو ہمیں اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ اس کے بعد آپ نے کھانا کھایا۔ (مجمع البیان)

۱۷) قالت احدیھما یا ابت ... الآیة

اس موقع پر پھر وہی دو میں سے ایک لڑکی بولی اور اپنے باپ سے کہا اے ابا! انہیں اجرت پر رکھ لیجئے۔ یہ بڑے طاقتور اور امانت دار ہیں۔ مروی ہے کہ جناب شعیبؑ نے اپنی بیٹی سے سوال کیا کہ ان کی طاقت کا مظاہری تو تم نے دیکھ لیا (کہ وہ ڈول تنہا بھر کر نکالا جسے دس آدمی نکالتے تھے) مگر تمہیں ان کی امانت داری کا کیسے پتہ چلا؟ لڑکی نے کہا کہ میں جب انہیں گھر لا رہی تھی تو کچھ وقت میں ان کے آگے آگے چلی مگر انہوں نے مجھے روک کر کہا کہ میں آگے چلتا ہوں تم مجھے راستہ بتاتے جانا۔ وجہ پوچھنے پر بتایا کہ ہم عورتوں کے پیچھے نہیں چلا کرتے تا کہ ان کے قد کاٹھ اور ڈیل وڈول پر نگاہ نہ پڑے۔ (مجمع البیان وتفسیر کاش وغیرہ)

۱۸) قال انی ارید ان انکحك ... الآیة

چونکہ جناب شعیبؑ کی اولاد نرینہ نہیں تھی اور گھر کے کام کاج اور مویشیوں کی دیکھ بھال کی وجہ سے ان کو خاصی تکلیف ہوتی تھی ان حالات میں انہوں نے جناب موسیٰ سے کہا کہ اگر آپ آٹھ دس سال تک میرے ہاں رہ کر خدمت کریں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ جو کنویں پر جناب موسیٰ کو لینے گئی تھی اور یہاں سے بھی باپ سے بات کا آغاز کیا تھا اور وہ چھوٹی بیٹی تھی تمہارا عقد کر دوں۔ جناب موسیٰ نے یہ شرط قبول کر لی اور اس طرح ان کا نکاح دختر شعیبؑ سے ہو گیا اور انہوں نے دس سال تک جناب شعیبؑ کے ہاں شبانی کر کے ان کی خدمت کی۔ (ایضاً)

یہاں چند امور کی وضاحت کر دینا اور اس واقعہ سے حاصل شدہ چند نتائج کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہیں ہے

۱۔ اس واقعہ میں مدین کے جس بزرگ اور لڑکیوں کے جس باپ کا تذکرہ ہے اگرچہ قرآن مجید میں تو ان کا نام مذکور نہیں ہے۔ مگر مورخین اور مفسرین میں مشہور یہی ہے کہ ان کا نام حضرت شعیبؑ تھا اور یہ انہی کا واقعہ

ہے۔اور بعض نے اس بزرگ کو جناب شعیبؑ کا بھتیجا قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جناب شعیبؑ اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔(مجمع البیان وتفسیر الکاشف)۔واللہ العالم

۲۔کمزوروں کی امداد کرنا نہ صرف یہ کہ کار ثواب ہے بلکہ سنت انبیاء بھی ہے۔

۳۔اگرچہ اس وقت عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نہیں تھا مگر اس وقت بھی خاندانی شریف عورتوں میں شرم وحیا کا جوہر موجود تھا اور وہ نامحرم مردوں سے اختلاط کو ناپسند نہیں کرتی تھیں اور یہی ایک چیز ایک عورت کی زینت ہے۔

۴۔عورت کے لئے ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکل کر کام کرنا کوئی معیوب بات نہیں ہے بلکہ جائز ہے بشرطیکہ اس کے آبگینہ عفت کو ٹھیس نہ لگے۔

۵۔کسی شخص سے کام لینا ہوتو دو چیزوں کا مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ایک قوت اور وہ کام کرنے کی صلاحیت۔دوسری امانت ودیانت۔مگر آج کے دور میں حکومتی عہدوں کے لئے تعلیمی ڈگریاں کو تو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔مگر دیانتداری اور صلاحیت کاری کو نہیں دیکھا جاتا۔جس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے اور عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے۔

۶۔اگر کوئی صاحب کردار اور دیندار مرد مل جائے تو لڑکی کے ولی کے لئے نکاح کی پیشکش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔لڑکے والوں کی طرف سے نکاح کی تحریک کا انتظار کرنا ضروری نہیں ہے۔

۷۔شریعت اسلامیہ میں عقد نکاح کے تین ارکان ہیں۔

الف۔ایجاب

ب۔قبول

ج۔اور حق مہر

لہٰذا اگر لڑکی کا باپ حق مہر میں اپنے داماد سے کوئی خدمت لے تو یہ بات شریعت محمدیہ میں تو جائز نہیں لیکن ممکن ہے شریعت شعیبؑ میں ایسا کرنا جائز ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں حق مہر کچھ اور مقرر کیا گیا ہو اور جناب موسیٰؑ کا بکریاں چرانا علیحدہ مزدوری ہو۔

۸۔عقد کے ضمن میں ہر جائز شرط مقرر کرنا جائز ہے اور پھر اس کی پابندی لازم ہے۔

۹۔نکاح کی صحت میں شرط ہے کہ لڑکی اور لڑکا معین ہوں مگر یہاں جو احدا ابنتی کی لفظ موجود ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دو بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں تو یہ غیر معین نہیں ہے بلکہ یہ معین ہے

اور روایات کے مطابق یہ وہی لڑکی تھی جو جناب موسیٰؑ کو بلانے کے لئے گئی تھی اور پھر باپ سے انہیں اجرت پر رکھنے کی تحریک بھی کی تھی اور وہ جناب شعیبؑ کی چھوٹی بیٹی تھی۔ (تفسیر صافی وغیرہ)

۱۰۔اس قصہ کے آخر میں خدا پر بھروسہ کرنے اور اسے نگہبان سمجھنے کی بات کی گئی ہے جو کہ ایک بندہ مومن کا شیوہ وشعار ہے۔ تلك عشرة كاملة۔

آیات القرآن

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ
قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ
مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۲۹ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ
الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۰ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا
وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝۳۱ اُسْلُكْ
يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ
جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۳۳ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ
رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۳۴ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ
بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا
وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝۳۵ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا
مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۶ وَقَالَ

مُوْسٰی رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ
الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا
لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی ۙ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ
وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا
یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ
الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع

ترجمۃ الآیات

پھر جب موسیٰؑ نے مقررہ) مدت پوری کر دی اور اپنے اہل و (عیال) کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ محسوس کی تو گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھہرو میں نے آگ محسوس کی ہے شاید میں تمہارے پاس (وہاں سے) کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں تاکہ تم تاپو (۲۹) تو جب آپ وہاں گئے تو اس وادی کے داہنے کنارے سے اس مبارک مقام پر درخت سے انہیں ندا دی گئی اے موسیٰؑ ! میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار (۳۰) اور یہ کہ تم اپنا عصا پھینک دو تو جب اسے دیکھا کہ اس طرح حرکت کر رہا ہے جیسے وہ سانپ ہے تو وہ منہ موڑ کر الٹے مڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (آواز آئی) اے موسیٰ آگے آؤ ۔ اور ڈرو نہیں تم (ہر طرح سے) امن میں ہو (۳۱) (اور) اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی تکلیف (اور بیماری) کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور رفع خوف کے لئے اپنا بازو اپنی طرف سمیٹ لو یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے دو نشانیاں ہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ۔ بیشک وہ (بڑے) نافرمان لوگ ہیں (۳۲) موسیٰ نے کہا

اے میرے پروردگار! میں نے ان کا ایک آدمی قتل کیا تھا ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے (۳۳) اور میرا بھائی ہارونؑ جو مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے تو اسے میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج تا کہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے (۳۴) ارشاد ہوا۔ ہم تمہارے بازو کو تمہارے بھائی کے ذریعہ سے مضبوط کریں گے۔ اور ہم تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے کہ وہ تم تک پہنچ نہیں سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کی برکت سے تم اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے (۳۵) تو جب موسیٰ ان لوگوں کے پاس کھلی ہوئی نشانیوں کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہے مگر گھڑا ہوا جادو اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ داداؤں کے زمانہ میں بھی نہیں سنیں (۳۶) اور موسیٰؑ نے کہا میرا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ اس کی طرف سے کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لئے دار آخرت کا انجام بخیر ہے؟ بیشک ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پاتے (۳۷) اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں تو اپنے سوا تمہارے لئے کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان! تو میرے لئے مٹی کو آگ میں پکا (مٹی کی کچی اینٹوں کو پکوا) پھر میرے لئے ایک بلند عمارت بنوا۔ تا کہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰؑ کے خدا کا کوئی سراغ لگا سکوں اور میں تو اسے (اس دعویٰ میں) جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں (۳۸) اور فرعون اور اس کی فوجوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹائے نہیں جائیں گے (۳۹) سو ہم نے اسے اور اس کی فوجوں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ (۴۰) اور ہم نے انہیں ایسا پیشوا قرار دیا ہے جو (لوگوں کو) آتش (دوزخ) کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی (۴۱) اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن قبیح المنظر لوگوں میں سے ہوں گے (۴۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ الاجل......اجل کے معنی مدت کے ہیں۔

۲۔ جذوۃ......کے معنی ہیں دھکتا ہوا انگارہ یا جلتی ہوئی چنگاری۔

۳۔ تصطلون......اصطلاء کے معنی ہیں آگ تاپنا۔

۴۔ شاطی...... کے معنی ہیں جانب اور کنارہ۔

۵۔ تہتز ... اھتزاز کے معنی حرکت کرنے کے ہیں۔

۶۔ جان...... کے معنی اژدھا کے ہیں۔

۷۔ رداً...... کے معنی مدد اور مددگار کے ہیں۔

۸۔ سلطان...... کے معنی حجۃ اور دلیل کے ہیں۔

۹۔ صرحاً...... صرح کے معنی ہیں محل اور ہر اونچی عمارت۔

۱۰۔ من المقبوحین ...... قبیح کے معنی ہیں بدصورت اور بدنما یعنی وہ بروز قیامت اس طرح بد صورت محشور ہوں گے کہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔

تفسیر الآیات

۱۹) فلما قضی موسیٰ الاجل ... الآیۃ

جناب شعیبؑ نے آٹھ برس خدمت کی شرط لازمی قرار دی تھی اور پھر کہا تھا کہ اگر دس سال پورے کرو تو تمہارا احسان ہوگا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میں ان دو میں سے جو مدت بھی پوری کردوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔ اب ارشاد قدرت ہے کہ جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی تو اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لے کر مصر روانہ ہوئے اب قابل غور بات یہ ہے کہ کونسی مدت پوری کی؟ معتبر روایت یہ ہے کہ دس برس والی مدت پوری کی۔ چنانچہ تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور مجمع البیان میں جناب ابن عباس سے دس سال مروی ہے۔

ایک عجیب روایت

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا جناب شعیبؑ خدا کی محبت (اور اس کی جدائی) میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی۔ پھر خدا نے ان کی بینائی لوٹائی۔ پھر اتنا روئے کہ پھر بصارت چلی گئی اور خدا نے پھر واپس لوٹائی حتیٰ کہ جب چوتھی مرتبہ پھر رو رو کر اپنی بصارت کھو بیٹھے تو ارشاد قدرت ہوا اے شعیبؑ! کب تک ایسا کرتے رہو گے؟ اگر تمہارا یہ گریہ وبکا جہنم کے خوف سے ہے تو میں تمہیں اس سے پناہ دیتا ہوں اور اگر جنت کے شوق میں ہے تو اسے تمہارے لئے مباح کرتا ہوں۔ عرض کیا الٰہی وسیدی! تو جانتا ہے کہ میرا یہ گریہ نہ جہنم کے خوف سے ہے اور نہ جنت کے شوق میں ہے۔ ہاں البتہ یہ سب کچھ تیری محبت اور تیرے

فراق میں ہے۔ارشاد ہوا کہ جب یہ بات اسی طرح ہے تو میں اپنے کلیم موسیٰ بن عمران سے تیری خدمت کراؤں گا۔(تفسیر البرہان)

۲۰)انس من جانب الطور...الآیة

چنانچہ واپسی پر جناب موسیٰؑ جب وادی طور کے پاس پہنچے تو رات کا وقت اور سردی کا موسم تھا اور کچھ راستہ بھی بھول گئے تھے۔لہٰذا جب طور کے ایک طرف آگ دیکھی تو اپنے اہل خانہ سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں وہاں جاتا ہوں اور وہاں سے کوئی خبر یا آگ کا کوئی انگارہ لاتا ہوں۔ یہاں وہی واقعہ مذکور ہے جو قبل ازیں سورہ طٰہ آیت ۱۱، ۱۲ میں اور سورہ نمل آیت ۹ وغیرہ میں گزر چکا ہے۔صرف الفاظ مختلف ہیں مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ مثلاً سورہ طہ میں ہے کہ وہاں سے آواز آئی انی انا ربک اور سورہ نمل میں ہے۔انه انا الله العزیز الحکیم۔اور یہاں وارد ہے انی انا الله رب العالمین۔

الغرض جناب موسیٰؑ آگ لینے گئے تھے۔مگر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب واپس آئے تو نبی مرسل تھے(الکافی)۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ جائیں آگ کو لینے پیغمبری مل جائے

بہرحال کوہ طور پر درخت سے انا رب العالمین کی آواز آئی تھی وہ خدا کی پیدا کردہ آواز تھی جس کا محل وہ درخت تھا کیونکہ خدا کے متکلم ہونے کا مفہوم ہی یہی ہے کہ جس چیز میں ہے چاہے کلام پیدا کردے۔ ورنہ وہ خود کسی چیز میں جلوہ نہیں کرتا۔

۲۱)ان الق عصاك...الآیة

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ سورہ نمل میں آیت نمبر ۱۰ میں مذکور ہے چونکہ جناب موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں یہ عصا کو اژدھا بنانے اور ید بیضا کا معجزہ پیش کرنا تھا اس لئے خداوند عالم ان کو یہاں مشق کروا رہا ہے۔ جسے آج کل ریہرسل کہا جاتا ہے اور جو مذکور ہے کہ جناب موسیٰؑ ڈر گئے اور پیٹھ پھیر کر اس طرح دوڑ سے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ انبیاء بھی بشری تاثرات سے بری نہیں ہوتے۔ جیسے بھوک، پیاس اور درد وتکلیف وغیرہ جو طبعی اسباب کے تحت انسان پر طاری ہوتے ہیں۔اور یہی کیفیت خوف، وحشت اور گھبراہٹ کی ہے۔بھلا جب اچانک اپنا عصا اژدھا بن جائے اور دوڑنے لگے تو کسے خوف محسوس نہیں ہوگا؟ یہ چونکہ پہلی مشق تھی تاکہ جب دربار فرعون میں یہ معجزہ رونما ہو تو وہاں نہ گھبرائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

علاوہ بریں جناب موسیٰؑ کی گھبراہٹ نے یہ مسئلہ حل کر دیا کہ معجزہ فعل خدا ہوتا ہے نبی وامام کا فعل نہیں ہوتا ورنہ اپنے فعل سے خوفزدہ نہ ہوتے۔ بعدازاں ید بیضا کے معجزہ کی مشق کرائی جیسا کہ سورہ نمل کی آیت نمبر ۱۲ میں ذکر ہو چکا ہے۔ پھر حکم دیا کہ اب فرعون کے پاس جاؤ اور پیغام توحید پہنچاؤ اور اگر وہ انکار کرے تو پھر اسے یہ معجزے دکھاؤ۔

اگرچہ یہاں اس ماموریت کی تصریح نہیں ہے مگر سورہ طٰہٰ اور نازعات میں ہے۔ فرمایا: اذھب الی فرعون انہ طغیٰ۔ اور سورہ شعراء میں ارشاد ہے اذنادی ربك موسیٰ ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون۔

۲۲) قال رب انی قتلت منھم نفساً ... الآیۃ

اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں نے ان کا ایک آدمی قتل کیا ہوا ہے کہیں وہ مجھے تبلیغ رسالت سے پہلے گرفتار کر کے قتل ہی نہ کر دیں اور اس طرح اصل مقصد فوت ہو جائے۔ لہٰذا کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ میرے ساتھ کوئی قادرالکلام اور پشت پناہ ہونا چاہیے جو بھرپور طریقہ پر ادائے رسالت میں میرا ساتھ دے اور ایسا شخص میرا بھائی ہارونؑ ہی ہے اس لئے میری استدعا ہے کہ اسے میرے ساتھ پیروکار کے طور پر بھیج تا کہ وہ اس مہم کی تکمیل کرے۔

۲۳) قال سنشد عضدك باخيك ... الآیۃ

چنانچہ خالق اکبر نے جناب موسیٰؑ کی دعا قبول فرمائی اور ہارونؑ کو ان کا قوت بازو بنا کر ان کے ساتھ بھیجا۔

افادہ:

مخفی نہ رہے کہ جس طرح جناب موسیٰؑ نے دعا مانگ کر اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنی تصدیق رسالت، ادائے رسالت اور بقائے رسالت کے لئے اپنا خلیفہ و جانشین بنوایا تھا۔ اسی طرح مثیل موسیٰؑ حضرت پیغمبر اسلامؐ نے بھی خدا کی بارگاہ میں درخواست دے کر حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین اور اپنا قوت بازو بنوایا تھا اور فرمایا تھا: یا علیؑ! انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ الا انہ لا نبی بعدی (متفق علیہ) افمن کان علی بینۃٍ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ۔

الغرض خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کو یقین دہانی کرائی کہ ہم تمہیں دلیل و برہان سے غلبہ عطا کریں

گے اور وہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔

۲۴) فلما جاءهم موسیٰ ... الآیة

چنانچہ حسب الحکم موسیٰؑ و ہارون دربار فرعون میں گئے اور معجزات بھی دکھائے تو فرعون اور اس کے درباریوں نے انہیں گھڑا ہوا جادو قرار دیا۔ اس کے بعد طرفین میں جو گفتگو ہوئی اور دربار میں جناب موسیٰؑ اور فرعون کے جادوگروں میں جو معرکہ آرائی ہوئی اور جس طرح جناب موسیٰؑ و ہارون کامیاب ہوئے اور فرعون و فرعونیوں کی جگ ہنسائی ہوئی وہ کڑیاں یہاں چھوڑ دی گئی ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر مذکور ہیں۔

۲۵) وقال فرعون یا ایها الملاء ... الآیة

فرعون نے اپنے دربار کے سرداروں سے اتنا کہا کہ میں تو اپنے سوا تمہارے لئے کسی خدا کو نہیں جانتا۔ پھر اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک اونچا قصر تعمیر کراتا کہ اس پر چڑھ کر موسیٰؑ کے خدا کو دیکھ سکوں۔ اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں کیونکہ اس کا خدا زمین میں کہیں نظر نہیں آتا شاید آسمان میں ہو تو وہاں بھی جھانک کر دیکھ لیتا ہوں۔ بظاہر اس نے از راہ مذاق یہ بات کہی تھی یا پھر رعایا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے تاکہ ان کو باور کرایا جائے کہ فرعون نے پوری چھان بین کی ہے مگر موسیٰؑ کا خدا کہیں نظر نہیں آیا۔ لہٰذا میں ہی خدا ہوں۔ العیاذ باللہ۔

حالانکہ اس احمق کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ جو حقیقی خدا ہوتا ہے وہ لامکان ہوتا ہے وہ کسی خاص حد میں محدود نہیں ہوتا وہ جسے ملتا ہے تو یہ رگ حیات سے بھی زیادہ نزدیک مل جاتا ہے اور جسے نہیں ملتا اسے اونچے قصروں پر اور آسمانی فضاؤں میں بھی نہیں ملتا۔ جیسا کہ ماضی قریب میں روس کے فرعون (وزیر اعظم) نے اپنے ہوابازوں کو خلا میں بھیج کر اسے ڈھونڈا تھا اور نہ ملنے پر اعلان کیا تھا کہ ہمیں کہیں بھی خدا نہیں ملا ہے۔ سچ ہے کہ:

جنہیں ہم ڈھونڈتے تھے آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے آخر اپنے خانہ دل کے مکینوں میں

۲۶) واستکبر هو وجنوده ... الآیة

الغرض فرعون نے تکبر کیا اور بڑائی و کبریائی کا دعویٰ کیا اور خدا نے اسے اور اس کے لاؤ لشکر کو دریائے نیل میں غرق کر کے اس کا نام و نشان ہی مٹا دیا۔ فانظر کیف کان عاقبة الظالمین۔

حدیث قدسی میں وارد ہے۔ الکبریاء ردائی فمن نازعنی فی ردائی القیه فی ناری ولا

ابالی۔ کبریائی اور بڑائی میری چادر ہے جو شخص یہ چادر مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا اسے اپنی جہنم میں جھونک دوں گا اور کوئی پروانہیں کروں گا۔ (کواکب مضیۂ، دراحادیث قدسیہ)

۲۷) وجعلنا هم آئمة ... الآية

اس آیت کے صحیح مفہوم کی وضاحت

اس آیت کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا نے تو انہیں جہنمیوں کا امام نہیں بنایا۔ لہٰذا اس کی کوئی مناسب تاویل کرنا پڑے گی اور وہ یہ ہے کہ یہاں قرار دینے (کہ ہم نے انہیں ایسا پیشوا قرار دیا ہے) کے معنی حکم لگانے اور ایسا جاننے کے ہیں کہ ہم نے ان پر ایسا پیشوا ہونے کا حکم لگایا اور ہم انہیں ایسا جانتے ہیں کہ وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاح عالم نے فلاں شخص کو کافر قرار دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس نے اسے کافر بنایا ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس نے اس پر کافر ہونے کا حکم لگایا ہے اور وہ اسے کافر جانتا ہے۔ کفر کرنا اس شخص کا اپنا فعل ہے جناب شیخ طوسی نے اپنی تفسیر بتیان میں جعل کے مفہوم پر بڑا مبسوط تبصرہ فرمایا ہے اور اس کی کئی قسمیں قرار دی ہیں۔ جیسے۔

۱۔ جعل بمعنی تخلیق جیسے **وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً**

۲۔ جعل بمعنی تبدیل صورت جیسے **ثم خلقنا النظفة علقة**۔

۳۔ کسی پر حکم لگانا اور اس کے متعلق نظریہ رکھنا جیسے یہی آیت۔

۴۔ عطائے منصب جیسے **انی جاعل فی الارض خليفة** اور **انی جاعلك للناس اماماً** یا جیسے **وجعلنا هم آئمة يهدون بامرنا الآية**۔ یہاں قرار دینے کا مطلب یہ منصب عطا کرنا اور اس عہدہ پر فائز کرنا ہے۔

۲۸) واتبعنا هم فی هذه الدنيا لعنة ... الآية

اس آیت میں جہنمی لوگوں کے پیشواؤں کی تین علامات بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۲۔ اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی ہے اور اہل ایمان ان پر لعنت کرتے ہیں۔

۳۔ بروز قیامت ان کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے یعنی ان کا رنگ سیاہ ہوگا اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔ جیسا کہ قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر اس کی صراحت موجود ہے۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى
بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ
بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ
الشّٰهِدِیْنَ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُۚ وَمَا كُنْتَ
ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ﴿۴۵﴾
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ
قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ
تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ
اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ
الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰىؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا
بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَاٙ۫ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ
كٰفِرُوْنَ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ
اَهْوَآءَهُمْؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد بالیقین ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی جو لوگوں کے لئے

بصیرتوں کا مجموعہ اور سراپا ہدایت و رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۴۳) اور (اے رسولؐ) آپ (کوہ طور کی) مغربی جانب موجود نہ تھے۔ جب ہم نے موسیٰ سے (نبوت و رسالت) کا معاملہ طے کیا تھا اور نہ ہی آپ وہاں حاضرین میں سے تھے (۴۴) لیکن ہم نے (اس اثناء میں) کئی نسلیں پیدا کیں اور ان پر زمانہ دراز گزر گیا ہے (اور ہمارے عہد و پیمان کو بھلا دیا) اور نہ ہی آپ مدین والوں میں مقیم تھے کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے لیکن ہم (آپ کو) رسول بنا کر بھیجنے والے تھے (اس لئے ان کے حالات سے تمہیں آگاہ کیا) (۴۵) اور نہ آپ کوہ طور کے دامن میں موجود تھے جب ہم نے (موسیٰ) کو ندا دی تھی لیکن یہ (آپ کا مبعوث برسالت ہونا) آپ کے پروردگار کی رحمت ہے تا کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۴۶) (اور شاید ہم رسول نہ بھیجتے) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اگر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں انہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ نہ کہنے لگ جائیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوتے (۴۷) جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق آ گیا (آخر برحق رسول آ گیا) تو کہنے لگے اس (رسول) کو وہ کچھ کیوں نہ دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں (۴۸) آپ کہیے! کہ تم سچے ہو تو اللہ کی طرف سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں (توراۃ، قرآن) سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو تو میں اسی کی پیروی کروں گا (۴۹) اور اگر وہ آپ کی یہ بات قبول نہ کریں تو پھر سمجھ لیں کہ وہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو خدائی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے؟ بے شک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا (۵۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ **القرون**......قرن کی جمع ہے جس کے معنی ہیں سو سال، ایک امت کے بعد دوسری امت اور ایک زمانہ کے لوگ۔

۲۔ ثاویاً......یہ ثوی یثوی سے مشتق ہے جس کے معنی کسی جگہ ٹھہرنے اور آباد ہونے کے ہیں۔
۳۔ اھوسئھم ......یہ ھویٰ کی جمع ہے جو ھوی یھوی کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں خواہش نفس۔
۴۔ ان لم یستجیو ا......استجابت کے معنی ہیں لبیک کہنا اور دعوت قبول کرنا۔

تفسیر الآیات

۲۹) ولقد آتینا موسیٰ الکتاب...الآیة

کئی نسلوں اور امتوں کی ہلاکت کے بعد جناب موسیٰ کو توراۃ عطا ہوئی

جیسے قوم نوح اور عاد و ثمود وغیرہ ایک روایت میں حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے کہ توراۃ کے نازل ہونے کے بعد خدا نے کسی قوم، کسی امت اور کسی بستی کو آسمانی عذاب سے ہلاک نہیں کیا۔ سوائے اصحاب السبت (سینچر والے لوگوں کے) جن کو سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار نہ کرنے کے تاکیدی حکم کی صریح خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے خدا نے مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا۔ (مجمع البیان)

توراۃ تحریف سے پہلے بصیرتوں کا مجموعہ اور سراپا کتاب ہدایت و رحمت تھی

اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ارشاد الٰہی کے مطابق یقیناً توراۃ دینی بصیرتوں کا مجموعہ اور رحمت کا مجموعہ تھی جس کے مطابق جناب موسیٰؑ اور آپ کے بعد آنے والے انبیاء فیصلے اور تبلیغ کیا کرتے تھے مگر یہ سب اس کے محرف ہونے سے پہلے تھا مگر جب سے یہود نے حسب دلخواہ اس میں تحریف کر دی تو پھر وہ کتاب ہدایت نہیں رہی موجودہ توراۃ تو بنی اسرائیل کو حکم دیتی ہے کہ (اپنے مخالفین) کے سب مردوں اور عورتوں کو قتل کر دو۔ ہاں البتہ اپنی شہوت رانی کے لئے باکرہ لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو اور یہ کہ لوگوں کے مال مویشی اور املاک کو لوٹ لو اور ان کے شہروں اور گھروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دو۔ (اصحاح ۲ ۳ سفر العدد بحوالہ تفسیر کاشف)

اسی لئے آج بنی اسرائیل کی حکومت اپنے مخالفین یعنی مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کر رہی ہے اور اس کے ظلم و تعدی سے مسجد اقصیٰ بھی محفوظ نہیں رہی ہے جسے جلا دیا گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ عالم اسلام کے باہمی انتشار کی وجہ سے اور کی صفوں میں اتحاد نہ ہونے کے سبب سے ہو رہا ہے۔ ورنہ اگر آج عالم اسلام متحد ہو جائے

اورمل کر اس ناسور کا مقابلہ کرے تو چشم زدن میں اس کا صفحہ ہستی سے نام ونشان بھی مٹ جائے۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

۳۰)وما کنت بجانب الغربی...الآیة

پیغمبر اسلامؐ کے کلیم اللہ کے کوہ طور پر خدا سے کلام کرتے وقت اور جناب شعیبؑ کے مدین میں موجود نہ ہونے کے باوجود بلا کم وکاست وہ خبریں بتانا آپ کی وحی نبوت کی ناقابل رد دلیل ہے

جناب پیغمبر اسلامؐ کوخطاب کر کے ارشاد قدرت ہوتا ہے کہ جب خدا نے کوہ طور کی مغربی سمت میں جو جناب موسیٰ کی داہنی جانب تھی آپؑ سے کلام کیا تھا پہلی بار مغربی جانب سے اور بعد ازاں مختلف اطراف سے وحی کی جاتی تھی اور آپ کی نبوت ورسالت کا معاملہ طے کیا تھا اور انہیں احکام شریعت عطا کئے تھے۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے اور نہ ہی آپ جناب شعیبؑ کے مدین میں قیام پذیر تھے۔ کہ آیات الٰہیہ کی تلاوت کر کے ان لوگوں کو سناتے اور ان دونوں عہدوں میں یعنی جناب موسیٰؑ اور حضرت رسول خداؐ کے درمیان کئی نسلیں اور امتیں صفحہ ہستی پر ابھریں اور پھر مٹ گئیں اور یہ عہد قریباً دوہزار سال پر محیط ہے تو آپ کا ان واقعات کو کسی کتاب میں نہ پڑھنے اور کسی چشم دید گواہ سے نہ سننے کے باوجود لوگوں کو ان حالات وواقعات کی اطلاع دینا کیا اس بات کی ناقابل رد دلیل نہیں ہے کہ خداوند عالم نے بذریعہ وحی آپ کو ان واقعات کی اطلاع دی ہے اور یہ بات آپ کی نبوت ورسالت کی قطعی دلیل ہے۔ذلك من انباء الغیب نوحیه الیك..الآیة۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو وحی کے ذریعہ سے ہم تم تک پہنچا رہے ہیں۔ (آل عمران۔ ۴۴)

۳۱)ولکن رحمةً من ربك...الآیة

پیغمبر اسلامؐ کی رسالت خدا کی خصوصی رحمت کا ثمرہ ہے

ارشاد قدرت ہے کہ یہ آپ کے پروردگار کی خصوصی رحمت ہے کہ اس نے آپ کے سر پر نبوت ورسالت کا تاج رکھا ہے تاکہ آپ اس قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور جو آئے تھے ان کی تعلیمات کو بھلا دیا گیا اور لوگوں نے انبیاء کے توسط سے خدا سے جو عہد و پیمان کئے تھے انہیں بھی بھلا دیا گیا اور توراۃ وانجیل وغیرہ میں تحریف کر دی گئی ان حالات میں ایک نئے نبی کا آنا ناگزیر تھا۔

ایک ایراد کا جواب

سورہ فاطر آیت ۲۴ میں ارشاد قدرت ہے۔ وان من امة الا خلا فیها نذیر۔ کوئی ایسی امت نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ بنا بریں جب ہر امت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا گزرا ہے تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسری آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے پاس آپ سے پہلے کبھی بھی کوئی رسول نہیں آیا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ سابقہ نبی اور آپ کی بعثت کے درمیان ایک ایسا وقفہ گزرا ہے جسے زمانہ فترت کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں کوئی نئی وحی نہیں آئی اور نہ کوئی نبی آیا ہے بلکہ سابقہ انبیاء کے اوصیاء فریضہ تبلیغ انجام دیتے تھے۔ جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۱۰ میں ارشاد ہوا ہے۔ قد جاء کم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل۔

پیغمبر اسلام کے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی

عوام بلکہ بعض نام نہاد خواص کی زبان پر بھی بعض ایسے الفاظ گردش کرتے ہیں۔ جن کے حقیقی مفہوم کا ان کو ادراک بھی نہیں ہوتا۔ انہی الفاظ و مسائل میں سے ایک انبیاء و آئمہ کے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا نظریہ بھی ہے جو عند التحقیق دو الگ الگ موضوع ہیں کیونکہ حاضر ہونے کا تعلق جسم و بدن سے ہے اور ناظر ہونے کا تعلق علم و ادراک سے ہے۔ اور یہ صفت خداوند عالم کی ذات سے مخصوص ہے کیونکہ جہاں تک حاضر ہونے کا تعلق ہے تو وہ جسم و جسمانیت سے منزہ و مبرا ہے اور جہاں تک اس کے ناظر ہونے کا تعلق ہے تو اس کا علم ذاتی اور کلی و احاطی ہے۔ لہٰذا وہ علمی طور پر ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور جہاں تک کسی بھی مخلوق کا تعلق ہے جو کسی قسم کا جسم رکھتی ہے تو جسم کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے لہٰذا ایک جسم کا ایک ہی وقت میں ایک سے زائد جگہ پر موجود ہونا محال عقلی ہے۔ جس کا تصور کرنے سے بھی انسان قاصر ہے۔ جب وہاں سے منتقل ہوتا ہے تو پہلی جگہ خالی ہوتی ہے اور دوسری جگہ پر ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث انبیاء و آئمہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی سے جھلک رہے ہیں۔ حاضر کی نفی پر علاوہ دوسری آیات و روایات کے یہی دو آیتیں کافی ہیں کہ اے رسولؐ آپ کوہ طور پر اس وقت حاضر نہ تھے جب خدا نے کلیم اللہ سے کلام کر کے ان کی رسالت کا معاملہ طے کیا تھا اور نہ ہی آپ مدین شعیبؑ میں سکونت پذیر تھے کہ ہماری آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور جہاں تک ناظر کی نفی کا تعلق ہے تو یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ کائنات میں خدا نے کوئی ایسی مخلوق خلق ہی نہیں کی کہ جس کا علم اس طرح کلی و احاطی ہو کہ کائنات ارضی و سماوی کا کوئی ذرہ بھی،

ایک لحہ ولحظہ کے لئے اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔ ان کے لئے صرف علوم شریعت کا جاننا لازم ہے۔ باقی کائناتی امور وہ اس قدر جانتے ہیں کہ جتنا اللہ جنواتا ہے۔ یا جب وہ کسی چیز کے جاننے کا ارادہ کرتے ہیں اور خدا سے رابطہ کرتے ہیں تو خداوند عالم انہیں بتادیتا ہے اور یہ اس کا تفضّل ہے۔ یہاں اس سے زیادہ اس موضوع کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں ہے جو حضرات اس موضوع کی جملہ تفصیلات و جزئیات اور اس موضوع پر وارد شدہ اشکالات اور ان کے لئے شافی وکافی جوابات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری تحقیقی کتاب اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کے چھٹے باب کا مطالعہ کریں جو خاص طور پر اسی موضوع پر سپرد قلم کیا گیا ہے۔

۳۲)ولولا ان تصیبھم ...الآیۃ

انبیاء ومرسلین کی بعثت کی غرض وغایت

یہ بات قرآن وسنت پر نگاہ رکھنے والوں پر مخفی ومستور نہیں ہے کہ خدائے علیم وحکیم نے انبیاء کو مبشر و منذر بنا کر اس لئے بھیجا ہے تاکہ لوگوں پر حجت تمام ہوجائے تاکہ کل فردائے قیامت کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے لولا ارسلت الینا رسولا ۔تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیات واحکام کی پیروی کرکے فوز وفلاح پاتے۔ رسلاً مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس حجۃ علی اللہ بعد الرسل (سبا۔۱۶۵) اس لئے خدا فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب لوگ اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے تو یہ کہہ دیتے کہ بارالہا! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی اتباع کرتے تو شاید ہم رسول نہ بھیجتے۔ مگر اب اتمام حجت کے لئے بھیجنا ضروری ہوگیا ہے اس لئے بھیجا ہے۔ نیز اس آیت میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں لوگوں کو جو مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ اکثر وبیشتر ان کے گناہوں اور ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ایک اور جگہ اس کی صراحت موجود ہے کہ ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوعن کثیر۔

۳۳)فلما جاءھم ...الآیۃ

لوگوں کی کٹ حجتی کا شکوہ کیا جارہا ہے کہ اگر رسول نہ بھیجا جائے تو وہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں نہیں بھیجا؟ اور اگر بھیجا جائے تو اب یہ اعتراض ہے کہ اسے وہ معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جو جناب موسیٰ کو دیئے گئے تھے؟ ارشاد ہوتا ہے چلو یہ پیغمبر تو وہ معجزات نہیں لایا۔ جو جناب موسیٰؑ لائے تھے تو کیا تمہارے بھائی بندوں نے ان کی نبوت کا اقرار کیا تھا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو کیوں ایسا کیا تھا؟ سچ ہے کہ:

خوئے بدرا بہانہ بسیار

سورہ سباء میں مذکور ہے وقال الذین کفرو الن نومن بھذا القرآن ولا بالذی بین الآیۃ۔ (آیت۔۳۱)۔کافر کہتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے۔

قصہ کوتاہ گشت ورنہ درد سر بسیا بود

۳۴)قالو اسحران تظاھرا...الآیۃ

جب مذکورہ بالا جواب دیا جائے اور ہر طرف سے ان کا ناطقہ بند ہو جائے تو ایمان پھر بھی نہیں لاتے بلکہ کھسیانی بلی کی طرح کھنبا نوچنے لگتے ہیں کہ توراۃ بھی جادو ہے اور قرآن بھی۔ جو ایک دوسرے کی تائید و توثیق کرتے ہیں اور موسیٰؑ و محمدؐ جادوگر ہیں (العیاذ باللہ)

۳۵)قل فاتوا بکتاب من عنداللہ...الآیۃ

ارشاد ہوتا ہے کہ میرا حبیب ان سے کہو کہ اگر تمہارے بقول توراۃ اور قرآن جادو ہیں تو پھر مخلوق کی ہدایت کے لئے ان سے بہتر کوئی کتاب تم خدا کی طرف سے لاؤ۔ میں بھی اس کی پیروی کر لوں گا۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ان کٹ حجتیوں سے صرف نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں ورنہ ان کے دلوں میں نہ حق کی طلب و تڑپ ہے اور نہ انہیں حق و حقیقت سے کوئی سروکار ہے اور جو خدا کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی اتباع کرے اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے۔ فذر ھم فی طغیانھم یعمھون!!

آیات القرآن

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا
بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ﴿٥٣﴾ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ
أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾
اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ط
اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ
لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ
مَعِيْشَتَهَا ج فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ط
وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ
اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ج وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا
وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَزِيْنَتُهَا ج وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے ان کے لئے کلام (ہدایت نظام) کا تسلسل جاری رکھا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۵۱) جن کو ہم نے اس نزول قرآن) سے پہلے کتاب عطا کی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں (۵۲) اور جب یہ (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور ہم تو اس سے پہلے ہی مسلم (اسے ماننے والے) ہیں (۵۳) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر وثبات کی وجہ سے دوہرا اجر عطا کیا جائے گا اور وہ برائی کا دفعیہ بھلائی سے کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو رزق دے رکھا ہے وہ اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں (۵۴) اور وہ جب کوئی فضول بات سنتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال

تمہارے لئے! تم کو سلام! ہم جاہلوں کو پسند نہیں کرتے (۵۵) (اے رسولؐ) آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے (۵۶) اور وہ (کفار مکہ) کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں اپنی سرزمین سے اچک لیا جائے گا (یہاں سے نکال دیا جائے گا) کیا ہم نے ان کو ایسے امن والے محترم مقام میں جگہ نہیں دی۔ جہاں ہماری طرف سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۵۷) اور ہم نے کتنی ہی ایسی بستیاں ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت (خوشحالی) پر اتراتی تھیں (دیکھو) یہ ان کے مکانات ہیں جو (اجڑے) پڑے ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں آخر کار ہم ہی وارث ہیں (۵۸) اور آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے۔ جب تک ان کے مرکزی مقام میں کوئی رسول نہ بھیج دے جو ہماری آیتوں کی تلاوت کرے اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں جب تک ان کے باشندے ظالم نہ ہوں (۵۹) اور تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے۔ یہ محض زندگانی دنیا کا سرمایہ ہے اور اسی کی زیب و زینت اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ پائیدار بھی تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے (۶۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ وصلنا۔ وصل الشي بالشئی...... کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے جوڑنا اور ملانا۔

۲۔ یدرؤن۔ دراء اور دراۃ...... کے معنی ہیں دفعیہ کرنا اور ہٹانا۔

۳۔ اللغو...... کے معنی بے ہودہ اور فضول کلام کے ہیں۔

۴۔ نتخطف...... یہ خطف سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کو اچک لینے کے ہیں۔

۵۔ نمکن لھم... مکن کے معنی کسی کو قدرت دینا، جگہ دینا اور اختیار دینا۔

۶۔ یجبی... جبی کے معنی جمع کے ہیں۔

۷۔ بطرت... بطر بطراً کے معنی زیادہ نعمت میں پڑ کر اترانا اور بہک جانا۔

۸۔ متاع الحیوۃ... متاع کے معنی ہیں زندگی کا سامان، پہننے اور کھانے پینے کی چیزیں اور ہر وہ فانی چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور پھر وہ فنا کی نذر ہو جائے۔

تفسیر الآیات

۳۶)ولقد وصلنا...الآیة

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو سلسلہ ہدایت سابقہ انبیاء کے دور سے چلا آرہا تھا وہ ہم نے قرآن کے ذریعہ سے برابر جاری رکھا۔ اور نصیحت آمیز باتوں کی یکے بعد دیگرے تکرار کرتے رہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

۳۷)الذین آتینا ھم الکتاب...الآیة

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۱۲۱ اور سورہ آل عمران میں آیت نمبر ۱۹۹ پر گزر چکی ہے اور وہیں ہم تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ ان لوگوں سے وہ حقیقت پسند اہل کتاب (یہود، نصاریٰ) مراد ہیں جو اپنی سلیم الطبعی اور سابق سماوی کتابوں میں پیغمبر اسلامؐ کے حالات و اوصاف کے تذکرے اور ان کے بارے میں بشارتیں پڑھ چکنے کی وجہ سے جلد ایمان لاتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ ہم تو پہلے سے ہی مسلم ہیں یعنی جب سابقہ آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں جن میں پیغمبر اسلامؐ کا ذکر ہے تو اس طرح ان کو بھی پہلے سے مانتے تھے اور ان میں سے بھی بالخصوص وہ چالیس نصرانی مراد ہیں جن سے بتیس (۳۲) کا تعلق حبشہ سے تھا جو جناب جعفر طیارؓ کے ہمراہ مکہ پہنچے تھے اور آٹھ کا تعلق شام سے تھا جو بجیرا، ابرھہ، اشرف، عامر، ایمن، ادریس، نافع اور تمیم تھے۔ (مجمع البیان)

افادہ:

اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ صرف اسی دین وشریعت کے ماننے والے کو ہی مسلمان نہیں کہا جاتا جو پیغمبر اسلامؐ لائے بلکہ ہر نبی کا دین اسلام تھا اور ان کے ماننے والے مسلمان ہی کہلاتے تھے چنانچہ جناب نوح فرماتے ہیں۔ وامرت ان ا کون من المسلمین ۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں سے ہو کر رہوں (یونس۔۷۲)۔ جناب ابراہیم کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ اور پھر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔ جناب لوطؑ کے واقعہ میں ہے کہ فما وجدنا فیھا غیربیت من المسلمین۔ لوط کی بستی میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا اور کوئی گھر نہ تھا اور جناب یوسفؑ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ وغیرہ وغیرہ۔

۳۸)اولئك يوتون اجرهم... الآية

دو مرتبہ اجر دیئے جانے کی ایک وجہ تو قرآن نے بیان کی ہے کہ یہ ان کے راہ حق میں پیش آمدہ مشکلات ومصائب پر صبر وثبات کا ثمرہ ہے اور دوسری وجہ بعض مفسرین نے یہ ذکر کی ہے کہ چونکہ انہوں نے خلوص نیت کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کی اتباع کی ہے اس لئے ایک اجر اس پر انہیں عطا کیا جائے گا۔

۳۹)ويدرؤن بالحسنة... الآية

یہاں ان لوگوں کی تین صفتوں اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ:

۱۔وہ برائی کا دفعیہ بھلائی سے کرتے ہیں یعنی وہ ان کے جاہلانہ برے سلوک کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ نیکی سے دیتے ہیں جس کا اسلام علمبردار ہے کہ **ادفع بالتی ھی احسن**۔

۲۔اور جو کچھ اللہ نے ان کو رزق دیا ہے وہ سارا خود استعمال نہیں کرتے بلکہ اس میں سے کچھ راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

۳۔اور جب کوئی بے ہودہ اور فضول بات سنتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے الجھتے نہیں بلکہ سلام کر کے ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہاں سلام سے اسلامی طریقہ پر سلام کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو اہل اسلام سے مخصوص ہے بلکہ اس سے لاتعلقی والا اسلام کرنا مراد ہے جس طرح ہم کسی ناپسندیدہ شخص کو اچھا خدا حافظ کہہ کر رخصت کر دیتے ہیں۔جس سے واقعی خدا کی حفاظت میں دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس سے جان چھڑانا مطلوب ہوتا ہے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔کہ **اذا خاطبهم الجاهلون قالو سلاماً** کہ جب جاہل ان سے جہالت آمیز بات کرتے ہیں۔تو یہ سلام کر کے ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔

۴۰)انك لا تهدى من احببت... الآية

اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ اے رسولؐ آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں کر سکتے اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے **وانك تهدى الى صراط مستقيم**۔کہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں ایک ظاہر بین تو ان آیتوں کو دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ معاذ اللہ قرآن میں اختلاف ہے ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ ہدایت کے معنی راہنمائی کرنے کے ہیں اب یہ راہنمائی دو طرح متصور ہو سکتی ہے ایک اس طرح کہ راہرو کو صرف سیدھا راستہ دکھایا جائے کہ یہ راستہ منزل مقصود کی طرف جاتا ہے اور دوسری اس

طرح کہ راہرو کو منزل مقصود تک پہنچا دیا جائے۔

بناء بریں اے رسول آپ ہدایت کرتے ہیں یہ پہلے طریقہ کار کے مطابق ہے کہ آپ راستہ دکھاتے ہیں اور آپ ہدایت نہیں کر سکتے یہ دوسرے طریقہ کار کے مطابق ہے۔ کیونکہ پہلے ہدایت کے اسباب پیدا کرنا اور پھر اپنی توفیق شامل حال کرنا خدا کا کام ہے یہ نبی ورسول کا کام نہیں ہے۔ اور پھر خدا بھی ان کو ہدایت کرتا ہے جن کے دل و دماغ میں ہدایت حاصل کرنے کی تڑپ ہوتی ہے اور وہ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جو لوگ ہدایت حاصل کرنے کے آلات یعنی آنکھ اور کان پر تعصب کی پٹیاں باندھ لیں نہ آنکھ اٹھا کر حق کی طرف دیکھیں اور نہ آواز حق پر کان دھریں اور عقل کو بھی معطل کر دیں کہ اس سے نہ سوچیں تو خدا بھی ایسے مورکھوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت کی شانِ نزول کیا ہے

اس آیت کی شان نزول میں مفسرین میں اختلاف ہے برادران اسلامی کے بہت سے مفسرین نے اور ہمارے بھی بعض مفسرین نے آنکھیں بند کر کے یہی لکھ دیا کہ یہ آیت پیغمبر اسلامؐ کے عم محترم و رکل ایمان حضرت علیؑ کے والد ماجد جناب ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ وہ ایمان لائیں مگر خدا نے فرمایا جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں کر سکتے۔ (العیاذ اللہ)

مگر ہمارے اکثر اور سنی بھائیوں کے بعض مفسرین اس روایت کو قابل توجہ نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ایک تو لفظ ''من'' عموم کے صیغوں میں سے ہے دوسرے پیغمبر اسلام تو سب دور اور نزدیک والے لوگوں کے بارے میں یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہدایت پائیں ان کی اس چاہ کو صرف ایک فرد تک کس طرح محدود کیا جا سکتا ہے؟

جناب ابوطالبؑ پکے اور سچے مسلمان تھے

عقلائے روزگار کا دستور ہے کہ انہیں جب کسی شخص کے اعتقاد کے متعلق فیصلہ کرنا ہو تو وہ اس کے قول و فعل کو دیکھا کرتے ہیں کہ وہ کرتا کیا تھا اور کہتا کیا تھا؟ لہٰذا اگر اس ضابطہ کے مطابق جناب ابوطالبؑ کے فعل و قول کا جائزہ لیا جائے تو ان کا اسلام و ایمان روز روشن سے بھی زیادہ نمایاں نظر آتا ہے کیونکہ جہاں تک آنجنابؑ کے فعل کا تعلق ہے تو ابتدائے بعثت رسولؐ میں (جبکہ اسلام اور مسلمان بالکل کمزور و ناتواں تھے) اسلام کو پروان چڑھانے اور پیغمبر اسلامؐ کی دشمنوں کے ضرر رسانیوں سے حفاظت کرنے کے سلسلہ میں جو زرین خدمات انجام دی ہیں وہ اس قدر نمایاں ہیں کہ کوئی مورخ اسلام انہیں نظر انداز کر کے اسلام کی تاریخ مکمل نہیں کر سکتا تو کیا یہ خدمات آپ کے مسلم ہونے کی ناقابل انکار دلیل نہیں ہیں؟

ولو لا ابو طالب وابنه
لما مثل الدین شخصاً فقاما

اور جہاں تک ان کے قول کا تعلق ہے تو ان کے ایسے اشعار ابدار سے ان کا دیوان اشعار اور کتب تاریخ چھلک رہی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اسلام وایمان کا اظہار واقرار کیا ہے جیسے یہ شعر

الم تعلموا انا وجدنا محمداً
نبیاً کموسیٰ خط فی اول الکتب

(مواہب لدنیہ ودیوان ابوطالب وغیرہ)

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے حضرت محمدؐ کو ایسا ہی نبی پایا ہے جیسے موسیٰؑ نبی تھے ان کی نبوت پہلی کتابوں میں مذکور ہے جناب ابوطالبؑ کے اسی شعر سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کے اسلام پر استدلال کیا ہے۔ (تفسیر صافی)

ولقد علمت بأن دین محمد
من خیر ادیان البریه دیناً

(ایضاً)

میں جزم ویقین سے جانتا ہوں کہ (میرے بھتیجے) محمدؐ کا دین تمام ادیان عالم سے بہتر دین ہے۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ بھلا جناب ابوطالب کس طرح کافر ہو سکتے ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں

لقد علموا ان ابننا لا یکذب
لدینا ولا یعبأ بقول الا باطل
وابیض یستقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ ہمارا بیٹا جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ باطل اور غلط باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ وہ ایسا پاکدامن ہے کہ ان کے چہرہ کا واسطہ دے کر بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا فریاد رس اور بیوگان کی پناہ گاہ ہے۔ (ایضاً)

ہاں البتہ جس بات سے لوگوں کو مغالطہ ہوا وہ یہ ہے کہ آپ محض اس نیک مقصد کے تحت کہ وہ رسول خداؐ اور کفار کے درمیان ڈھال کا کام دے سکیں بالعموم تقیہ کی زندگی بسر کرتے رہے۔ کیونکہ اگر وہ کھلم کھلا اقرار کر لیتے

تو قوم کی نگاہوں میں ان کی وہ وجاہت باقی نہ رہتی جو پہلے تھی اور پھر وہ اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کی حفاظت و نگہداشت کے سلسلہ میں وہ کام انجام نہ دے سکتے تھے جو انہوں نے تقیہ کر کے دیا۔

اسی بنا پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں **ان مثل ابو طالب مثل اصحاب الکھف اسروا الایمان واظھروا الشرك فاتاھم الله اجرھم مرتین**۔ کہ بے شک جناب ابو طالب کی مثال اصحاب کہف کی طرح ہے جنہوں نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا۔ لہٰذا اللہ نے ان کو دہرا اجر و ثواب عطا فرمایا۔ (الکافی)

اگر مومن آل فرعون ایمان چھپائیں اور شرک ظاہر کریں تو وہ لائق مدح و ثناء سمجھے جاتے ہیں اور اگر جناب ابو طالبؑ اسلام و مسلمین کے مفاد کی خاطر یہی کام کریں تو ان پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں؟ محض اس لئے کہ وہ اسلام کے سب سے بڑے جرنیل حضرت علیؑ کے والد ہیں۔ یا للعجب؟ کیا آپ کے اسلامی خدمات کا یہی صلہ اور یہی شکر یہ ہے کہ منبروں پر گلے پھاڑ پھاڑ کر سارا زور بیان آپ کو کافر ثابت کرنے پر صرف کیا جائے گو اس سے تمام سادات و مومنین کی بلکہ نبیؐ و علیؑ کی بھی دل آزاری ہوتی ہو؟

(۴۱) وقالو ان نتبع الھدی... الآیۃ

اس آیت میں کفار مکہ کے اسلام قبول نہ کرنے کے ایک عذر کا پردہ چاک کیا جا رہا ہے کہ جب وہ قرآن و اسلام کی صداقت و حقانیت کے دلائل کا جواب نہ دے سکتے تو دبے لفظوں میں اقرار کرتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام بھی ہے اور اسلام اللہ کا پسندیدہ دین بھی ہے۔ مگر ہم مجبور ہیں چاروں طرف سے کافروں اور مشرکوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم آج برملا قبول اسلام کا اعلان کر دیں تو یہ لوگ ہمیں اپنی اس زمین سے اچک کر لے جائیں گے۔ یہ بعینہٖ وہی عذر لنگ ہے جو آج کل کے کمزور ایمان والے مسلمان ممالک اسلام و قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور اتحاد اسلامی کے رشتہ کو استوار کرنے اور اسلامی احکام و نظام نافذ کرنے کے بجائے دنیا کی نام نہاد سپر طاقتوں کا یہ کہہ کر سہارا لیتے ہیں کہ اگر ہم ان سے تعلقات توڑ لیں تو ہمارا سب اثر و رسوخ ختم ہو جائے گا اور یہ لوگ ہمیں اس طرح اپنی سرزمین سے اچک لیں گے جس طرح چیل چوزے کو اچک لیتی ہے۔ خداوند عالم ایسے عذر لنگ پیش کرنے والوں کو جواب دے رہا ہے کہ یہ محترم مقام جو امن و امان کی جگہ ہے اور جس کی بدولت تمہیں سارے عالم عرب میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اور باوجود ریگستانی علاقہ ہونے کے دنیا بھر کے پھل فروٹ اور مالہائے تجارت یہاں کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ یہ جائے امن اور مرکزیت کی جگہ تمہیں کس نے مہیا کی ہے؟ تو جس خدا نے تمہیں کفر کی حالت میں اس اعزاز سے نوازا ہے تم سمجھتے ہو کہ جب تم

اسلام قبول کرو گے تو وہ اپنی اس عنایت سے تمہیں محروم کر دے گا اور لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے اور تمہاری روزی کے دروازے بند ہو جائیں گے؟ مالکم کیف تحکمون؟؟

۴۲) و کم اھلکنا من قریۃ... الآیۃ

یہ کلام خدا گویا کفار کے سابقہ عذر لنگ کا دوسرا جواب ہے کہ تمہاری یہ خوشحالی اور موجودہ معیشت کی وجہ سے یہ مرفہ الحالی جو اس وقت تمہیں حاصل ہے اور تم سمجھتے ہو کہ اگر اسلام قبول کرو گے تو یہ ختم ہو جائے گی تم اس پر اتنا گھمنڈ نہ کرو۔ یہی خوشحالی اور مال و دولت کی ریل پیل کبھی عاد و ثمود جیسی سابقہ گمراہ قوموں کو بھی حاصل تھی۔ جس پر وہ بہت اتراتے تھے۔ تو کیا مال و دولت کی فراوانی اور مرفہ الحالی انہیں بربادی سے بچا سکی؟ کیا یہ اجڑی ہوئی بستیاں اور ان محلات کے کھنڈرات ان کی تباہی کا منہ بولتا ہوا ثبوت نہیں ہیں؟

لہٰذا اگر تم بھی وہی روش اختیار کرو گے جو ان قوموں نے کی تھی تو پھر یاد رکھو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا اور انجام کار ہم ہی وارث ہوں گے۔

۴۳) وما کان ربك مھلك... الآیۃ

خدا کبھی اتمام حجت کے بغیر عذاب نازل نہیں کرتا

چونکہ خداوند عالم جہاں قادر و قاہر ہے وہاں عادل بھی ہے لہٰذا اس کی عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حجت تمام کئے بغیر کسی قوم کو تباہ و برباد نہیں کرتا۔ بلکہ وہ پہلے ان کے مرکزی مقام پر اور یہ بات بھی تغلیبی ہے کہ وہ عموماً ایسا کرتا ہے ورنہ وہ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بھی ہادی اور راہنما بھیجا کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ اتمام حجت کے لئے کوئی رسول نہ بھیجے جو لوگوں تک خدا کا دین اور اس کا پیغام اور اس کے احکام پہنچائے۔ ہاں البتہ جب لوگ اس کی بات نہیں مانتے بلکہ اس کی تکذیب کرتے ہیں، احکام خداوندی کا مذاق اڑاتے ہیں اور خدا کے فرستادہ کو اذیت پہنچاتے ہیں اور اس پر ظلم کر کے اپنے اوپر ظلم ڈھاتے ہیں تو پھر ان پر خدا کا عذاب نازل ہو جاتا ہے جو انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورہ انعام آیت ۶ اور سورہ ہود آیت ۱۱۷ میں گزر چکی ہے۔ وما کان ربك لیھلك القریٰ بظلم و اھلھا مصلحون۔

۴۴) وما اوتیتم من شئی... الآیۃ

تمہارے پاس جو کچھ مال و متاع ہے یہ اگرچہ بطریق حلال حاصل کیا جائے اور جائز مصرف میں صرف کیا جائے

تو بیشک جائز ومباح ہے قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق۔ مگر ہے تو بہرحال فانی مگر آخرت میں خدائے رحیم وکریم نے اہل ایمان وتقویٰ کے لئے جو نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں وہ جاودانی ہیں لہٰذا ایک عقلمند آدمی کو فانی سے زیادہ جاودانی پر اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیے۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورہ بقرہ آیت ۱۰۳ اور سورہ نساء آیت ۷۷ میں گزر چکی ہے۔ فما متاع الدنیا الا قلیل والآخرة خیر لمن اتقی۔ مگر عام لوگ اتنا بھی عقل سے کام نہیں لیتے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

آیات القرآن

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ
تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ
فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا
يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾
فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ
تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَرَبُّكَ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾
وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ
الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

ترجمۃ الآیات

کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہے اور وہ اسے پانے والا بھی ہے اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جسے ہم نے صرف دنیوی زندگانی کا (چندروزہ) سامان دیا ہے اور پھر قیامت کے دن (سزا کے لئے پکڑ کر) حاضر کیا جائے گا (٦١) اور (وہ دن یاد رکھو) جس دن اللہ انہیں پکارے گا اور فرمائے گا (آج) کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کو تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے (٦٢) جن پر خدا کا حکم (عذاب) نافذ ہو چکا ہوگا۔ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں وہ لوگ جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا ہم نے انہیں اسی طرح گمراہ کیا تھا جیسے ہم خود گمراہ تھے (اب) ہم تیری بارگاہ میں (ان سے) برات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ ہماری پرستش نہیں کیا کرتے تھے (٦٣) پھر (ان سے) کہا جائے گا کہ اپنے (مزعومہ) شریکوں کو بلاؤ چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے۔ اور عذاب کو دیکھیں گے (اس پر وہ تمنا کریں گے کہ) کاش وہ ہدایت یافتہ ہوتے (٦٤) اور (وہ دن یاد کرو) جس دن اللہ انہیں پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ (٦٥) اس دن ان پر خبریں تاریک ہو جائیں گی (کوئی جواب نہ بن پڑے گا) اور نہ ہی یہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کرسکیں گے (٦٦) البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے

اور نیک عمل کرے تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا (۶۷) اور (اے رسول) آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کرتا ہے لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور جو وہ شرک کرتے ہیں وہ اس سے بلند و برتر ہے (۶۸) اور آپ کا پروردگار جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور وہ بھی جو وہ ظاہر کرتے ہیں (۶۹) وہی (ایک) اللہ ہے اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے اسی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسی کی حکومت (فرمانروائی) ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۷۰) آپ کہیے آیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر رات مقرر (مسلط) کردے تو اللہ کے سوا کون الہ ہے جو تمہارے پاس روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو (۷۱) اور کہئے! آیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر قیامت تک تم پر دن مقرر (مسلط) کردے تو اللہ کے سوا کون الہ ہے جو تمہارے پاس رات لائے جس میں تم آرام کرو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ (۷۲) اور اس نے اپنی (خاص) رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تا کہ (رات میں) آرام کرو۔ اور (دن میں) اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تم شکرگزار بنو (۷۳) اور (یاد کرو) وہ دن جس میں اللہ ان (مشرکین) کو پکارے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کے متعلق تم گمان فاسد کیا کرتے تھے (۷۴) اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائیں گے پھر ان سے کہیں گے کہ اپنی دلیل و برہان لاؤ تب انہیں معلوم ہوگا کہ حق اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ جو افتراء پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گی (۷۵)

تشریح الالفاظ

۱۔ **المحضرین** ...... یہ احضار سے مشتق ہے جو مجرموں کو پکڑ کر سزا کے لئے پیش کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے

۲۔ **فعمیت علیهم** ...... کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ خبریں ان پر اندھی ہو جائیں گی یعنی ان کو کوئی جواب نہیں سوجھے گا

۳۔ سرمد ...... کے معنی دوام اور ہمیشگی کے ہیں۔

۴۔ شھید...... کے معنی گواہ کے ہیں عام اس سے کہ اس کی یہ گواہی چشم دید واقعات کی بناء پر ہو یا خدا کے خبر دینے کی وجہ سے ہو۔

۵۔ ضل عنہم، ضل عنہم ...... کے معنی غائب اور گم ہونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۴۵) افمن وعدناہ ۔۔۔ الآیۃ

قبل ازیں اس شخص کا ذکر کیا گیا تھا جسے حیات دنیا کی متاع دی گئی تھی اور اس نے آخرت کو بھلا دیا تھا اور یہاں اس خوش قسمت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جسے اس کی عبادت و اطاعت کے صلہ میں اخروی نعمت سے نوازا گیا ہے ان کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے واضح کیا جا رہا ہے کہ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ھل یستوی الظلمات والنور؟

(۴۶) ویوم ینادیھم ۔۔۔ الآیۃ

خدا کے خودساختہ شریکوں اور ان کے پجاریوں کے درمیانہ مکالمہ

کل فردائے قیامت خداوند عالم قیامت کے دن مشرکین اور ان کے بڑے سرداروں اور لیڈروں کو جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہوگا اور ان کے جنی وانسی معبودان باطل کو محشور فرمائے گا۔ اور پھر مشرکین سے پوچھے گا کہ آج تمہارے وہ مزعومہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم یہ گمان باطل کرتے تھے کہ وہ میرے شریک ہیں اور مشکل وقت آنے پر تمہاری مدد کریں گے؟ اس وقت کمزور پیرو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بڑے سرداروں کی پیروی کی تھی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (انا اطعنا سادلتنا و کبرائنا فاضلونا السبیل) اور ان کے بڑے سردار کہیں گے کہ ہم نے ان کو اپنی اطاعت پر مجبور تو نہیں کیا تھا بلکہ ہم نے انہیں صرف دعوت دی تھی اور انہوں نے خود اپنی مرضی سے اسے قبول کیا تھا۔ الغرض وہ بڑے سردار اور لیڈر اعتراف کریں گے کہ ہم جو کچھ خود تھے وہی کچھ ہم نے ان لوگوں کو بنایا یعنی خود بھی گمراہ تھے اور انہیں بھی گمراہ کیا۔ ہم آج تیری بارگاہ میں ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ ہماری پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ جنی وانسی معبودوں کی عبادت کرتے تھے تو جب ان کے سردار بھی ان سے اپنی برأت کا اعلان کر دیں گے تو خدا پھر ان سے فرمائے گا اب بتاؤ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں ان کو پکارو۔ چنانچہ وہ اپنے معبودوں لات، منات اور عزیٰ وغیرہ کو پکاریں

گے اور وہ ان کی کوئی فریادرسی نہیں کریں گے بلکہ کوئی جواب بھی نہیں دیں گے۔ ادھر عذاب کو بچشم خود دیکھیں گے تو پھر بصد حسرت وندامت تمنا کریں گے کہ کاش وہ مومن اور ہدایت یافتہ ہوتے۔ الغرض حجت تمام کرنے کے بعد سب کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

۴۷)ویوم ینادیھم ماذا ... الآیة

خداوند عالم ان لوگوں کو مزید ذلیل و رسوا کرنے کی خاطر ان سے پھر سوال کرے گا کہ میں نے جو تمہارے پاس انبیاء ومرسلین بھیجے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سناتے تھے میرے احکام تمہیں پہنچاتے تھے اور اس دن سے ڈراتے تھے تم نے ان کو جواب کیا دیا تھا؟ اقرار کیا تھا یا انکار کیا تھا؟ اور ان کی اطاعت کی تھی یا عصیاں کاری کی تھی؟ ارشاد قدرت ہے کہ وہ اس وقت اسے حواس باختہ ہوں گے کہ کوئی جواب نہ بن پڑے گا اور اس قدر خوف زدہ ہوں گے کہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔

۴۸)فامامن تاب ... الآیة

قرآن کا یہ دستور ہے کہ نیکوکاروں اور ان کے اجر وثواب کے تذکرہ کے بعد عصیاں کاروں اور ان کے عذاب وعقاب کا تذکرہ کرتا ہے اور عصیاں کاروں اور ان کے عذاب کے بعد ایمان داروں اور اطاعت شعاروں اور ان کے صلہ وستائش کا ذکر کرتا ہے اسی دستور کے مطابق یہاں مشرکوں اور بدکاروں اور ان کی سزا بد کے بعد اہل ایمان اور اہل اطاعت وعبادت اور ان کی جزاء کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے ''عسیٰ'' کی لفظ جب مخلوق کے کلام میں استعمال ہو تو تمنا اور امید کے معنی دیتی ہے اور جب خالق کے کلام میں استعمال ہو تو پھر وجوب ولزوم کے معنی مراد ہوتے ہیں۔ بناء بریں مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے کفر وشرک سے توبہ کی اور ایمان لائے اور اس کے ساتھ ساتھ نیک عمل بھی کئے تو وہ یقیناً فوز وفلاح پانے والے ہیں۔

۴۹)وربك یخلق مایشاء ... الآیة

پیدا کرنا اور نبوت وامامت کے لئے کسی کو منتخب کرنا خدا کے اختیار میں ہے

اس آیت مبارکہ میں خداوند علیم وحکیم نے یہ حقیقت واقعیہ بیان کی ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنا اور منصب نبوت وخلافت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرنا خدا کے قبضہ قدرت اور اس کے اختیار میں ہے نہ خالق ہونے میں اس کا کوئی شریک ہے۔ **قل اللہ خالق کل شئی** ہر شئی کا خالق صرف خدا ہے اور نہ اس انتخاب میں اس کا کوئی شریک ہے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ مصلح کون ہے اور مفسد کون؟ **یعلم المصلح من المفسد**۔

ظاہر بین اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ خدا ہی سب باتوں کو جانتا ہے انہیں بھی جو وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور انہیں بھی جو وہ ظاہر کرتے ہیں کیونکہ وہ علیم بذات الصدور ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام ایک طویل خطبہ کے ضمن میں صفات امام کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ھل تعرفون قدر الا مامة و محلھا من الامة فیجور فیھا اختیارھم رغبوا عن اختیار اللہ واختیار رسول اللہ الی اختیار ھم والقرآن ینادیھم وربك یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرة من امرھم۔ کیا تم امامت کی قدرومنزلت اور امت میں اس کا محل ومقام جانتے ہو کہ کیا ہے کہ اس میں امت کے انتخاب کا جواز ثابت ہو؟ (یعنی ایسا نہیں ہوسکتا)۔ عام لوگوں نے خدا ورسول کے اختیار وانتخاب سے روگردانی کرکے اپنے اختیار وانتخاب کو ترجیح دی حالانکہ قرآن انہیں پکار رہا ہے کہ آپ کا پروردگار ہی پیدا کرتا ہے اور وہی انتخاب کرتا ہے انہیں اپنے معاملہ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ (اصول کافی)

مسئلہ امامت وخلافت کہ متعلقہ تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات اس موضوع پر ہماری مفصل کتاب اثبات الامامت کی طرف رجوع فرمائیں۔

۵۰) وھو اللہ لا الہ الا ھو۔۔۔ الآیة

اس آیت میں بڑے ایجاز واختصار کے ساتھ خدا کی توحید ذاتی وصفاتی اور افعالی وعبادتی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ:

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

نیز اس آیت میں یہ حقیقت بھی اجاگر کی گئی ہے کہ حکومت اور فرمانروائی بس خدا کی ہے تو اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جب حکومت اللہ کی ہے تو حکومت چلانے کے نائب (نبی اور اس کے خلیفہ) کا انتخاب بھی وہی کرے گا۔

۵۱) قل ارائیتم ان جعل اللہ۔۔۔ الآیة

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بڑے احسن انداز میں اپنے بندوں سے سوال کیا ہے کہ اگرچہ میری نعمتیں تو بے شمار ہیں۔ وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا۔ مگر اس کی صرف اس ایک نعمت پر غور کرو جسے شب وروز کی آمد ورفت کہا جاتا ہے کہ تم رات میں آرام کرتے ہو۔ اور دن میں روزی کماتے ہو۔ فرض کرو کہ خدا ہمیشہ رات کو تم پر مسلط کردیتا تو پھر تمہارا حشر کیا ہوتا اور کون تھا جو اللہ کے بغیر دن اور روشنی کو لاتا؟ اور اگر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دن کو تم پر مسلط کردیتا تھا تو پھر تمہارا انجام کیا ہوتا اور اللہ کے سوا اور کون تھا جو رات کو لاتا؟ اس نے

محض اپنی رحمت خاصہ سے ایسا انتظام کیا ہے جو افراط وتفریط سے محفوظ ہے اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے ۔فبای الاء ربکما تکذبان؟ یہاں انداز بیان کی بلاغت بھی قابل دید وداد ہے کہ رات کے تذکرہ کے بعد فرمایا۔افلا تسمعون۔کہ اگر تمہیں تاریکی شب میں نظر کچھ نہیں آتا تو تم سنتے بھی نہیں ہو؟ اور دن کے تذکرہ کے بعد فرمایا۔افلا تبصرون۔کہ کیا تمہیں دن کی روشنی میں بھی یہ چیز نظر نہیں آتی ؟

۵۲)ونزعنا من کل امة ۔۔۔ الآیة

ارشاد قدرت ہے کہ ہم قیامت کے دن ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے جو اس امت کا نبی ہوگا جو خدا کے بتانے کے مطابق اس امت کے اعمال خوب و بد کی گواہی دے گا۔اور خدا اس کی شہادت کو قبول کر کے اس کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ارشاد قدرت ہےفکیف اذا جئنا من کل امه بشهید و جئنا بك علی هو لا ء شهیداً ۔پس جب انبیاء گواہی دے دیں گے تو خداوند عالم فرمائے گا کہ اگر تمہارے پاس اپنے دعویٰ کی صداقت پر یا اپنی صفائی پر کوئی دلیل ہے تو پیش کرو مگر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔اور ان پر واضح ہوجائے گا کہ حق بجانب اللہ ہے اور وہ جو افتراء پردازیاں کرتے تھے وہ ان سے غائب ہوجائیں گی اور ہر قسم کے عذر قطع ہوجائیں گے تب وہ عذاب الٰہی کے مستوجب قرار پائیں گے۔

آیات القرآن

إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓأُ بِالْعُصْبَةِ أُولِى الْقُوَّةِ ۚ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ إِنَّمَآ أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۖ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّأَكْثَرُ جَمْعًا ۖ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۖ قَالَ الَّذِيْنَ

يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ
حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ
لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ
وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ
لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا پھر وہ ان کے خلاف سرکش ہو گیا۔ اور ہم نے اسے اتنے خزانے عطا کئے تھے کہ اس کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو بھی گرانبار کر دیتی تھیں (اس سے مشکل سے اٹھتی تھیں) جبکہ اس کی قوم نے اس سے کہا کہ (اپنی منزلت پر) مت اترا بے شک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۷۶) اور اللہ نے تجھے جو کچھ (مال و زر) دیا ہے۔ اس سے آخرت کے گھر کی جستجو کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اسی طرح (اس کے بندوں کے ساتھ) احسان کر۔ اور زمین میں فساد برپا کرنے کی خواہش نہ کر یقیناً اللہ فساد برپا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا (۷۷) قارون نے کہا کہ مجھے جو کچھ (مال و منال) ملا ہے وہ اس (خاص) علم کی بدولت ملا ہے جو میرے پاس ہے کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی نسلوں کو ہلاک کر دیا ہے جو قوت میں اس سے سخت تر اور جمعیت میں زیادہ تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کرنا پڑتا (۷۸) وہ (ایک دن) اپنی قوم کے سامنے اپنی زیب و زینت کے ساتھ نکلا تو جو لوگ دنیاوی زندگی کے طلبگار تھے وہ کہنے لگے کہ کاش ہمیں بھی وہ (ساز و سامان) ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ بیشک وہ بڑا نصیب والا ہے (۷۹)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا وائے ہوتم پر! جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اس کے لئے اللہ کا صلہ وثواب اس سے بہتر ہے اور یہ (حکمت ومنزلت) صرف صبر و ثبات کرنے والوں کو مرحمت کی جاتی ہے (۸۰) پھر ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا سونہ اس کے حامیوں کی کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ اپنی مدد آپ کر سکا (۸۱) اور وہ لوگ جو کل اس کے جاہ ومرتبہ کی تمنا کر رہے تھے اب کہنے لگے افسوس (اب پتہ چلا) کہ اللہ اپنے بندوں میں جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر (تنگدست بنا کر) احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا اور کافر کبھی فلاح نہیں پاتے (۸۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ مفاتح...... یہ مفتح کی جمع ہے جیسے مفاتیح مفتاح کی جمع ہے۔

۲۔ لتنوء ...... یہ ناء ینوء نوء سے مشتق ہے جس کے معنی مشکل سے اٹھنے اور مشکل سے بوجھ اٹھانے کے ہیں۔

۳۔ عصبه...... کے معنی گروہ کے ہیں۔

۴۔ ولا یلقاھا لقی... اور تلقی کے ایک معنیٰ سیکھنا اور حاصل کرنا ہیں۔

۵۔ فخسفنا به، خسف ...... کے معنی زمین میں دھنسنا اور جب اس کا تعدیہ با کے ساتھ ہو تو پھر اس کے معنی ہوتے ہیں دھنسانا۔

۶۔ فئة...... کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔

۷۔ المنتصرین...... یہ انتصار سے مشتق ہے جس کے معنی غالب آنے، کامیاب ہونے اور دشمن سے بچنے کے ہیں اور جب اس کا صلہ من ہو تو اس کے معنی دشمن سے انتقام لینے کے ہوتے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۳) ان قارون کان من ... الآیة

قارون کا مختصر تعارف کہ یہ شخص کون تھا؟

قارون کا نام قرآن مجید میں چار مقامات پر آیا ہے یہ شخص اسرائیلی تھا قبطی یا فرعون کا ہم قوم نہ تھا بلکہ توراۃ کے نسب نامہ کے مطابق وہ حضرت موسیٰؑ کا چچازاد بھائی تھا اپنی بے انداز دولت کے کے گھمنڈ میں آخر موسیٰ اور رب موسیٰ سے باغی ہو بیٹھا توراۃ میں ہے کہ اس کو اصل حسد وعناد حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ سے تھا اور اسرائیلیوں کی ایک ٹکڑی ڈھائی سو آدمیوں کی اس کے ساتھ ہوگئی تھی (کنتی۔۱۶۔۳۲) آخر میں اپنے خزانہ کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اس کا خزانہ بڑا تھا کہ اس کے لئے کلید برداروں ہی کا ایک مستقل عملہ رکھنا پڑتا تھا (اور ہوسکتا ہے کہ کلید برداروں سے مراد خزانچی، نائب اتنا خزانچی، سیاہہ نویس، چپڑاسی وغیرہ سب ہی ہوں جیسے آج کل بینکوں میں ہوتے ہیں۔) قرآن مجید ہی میں ہے کہ وہ اپنی قوم کے سامنے بڑے فخر وناز سے نکلا جس سے بہت سے لوگ اس پر رشک بھی کرنے لگے اور جب لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اتنا مت اترا! بلکہ اس بے انداز دولت میں سے کچھ خدا کی راہ میں بھی نکال تو اس نے تمرد وطغیان کے ساتھ انکار کر دیا۔ پھر اس کے انجام سے بہتوں کو عبرت بھی حاصل ہوئی۔ (از اعلام القرآن یا قرآنی شخصیتیں)

ایک قول یہ ہے کہ قارون جناب موسیٰؑ کا چچازاد بھائی تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق وہ آپ کا خالہ زاد بھائی تھا اور ظاہر ہے کہ ان دو قولوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ایک ہی شخص چچازاد اور خالہ زاد ہوسکتا ہے۔ (تفسیر صافی)

اور وہ مالدار اس قدر تھا کہ اس کے خزانہ کے صندوقوں کی چابیاں ایک طاقتور گروہ بمشکل اٹھاتا تھا۔ عصبہ جس کے معنی گروہ کے ہیں اس کی تعداد میں اہل لغت میں اختلاف ہے تین آدمیوں سے لے کر نو تک، دس سے پندرہ تک، دس سے انیس تک اور دس سے چالیس تک۔ اس سے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر دولت منداور سرمایہ دار تھا۔ اور یہ بات فطری ہے کہ ان الا نسان لیطغی اذ راہ استغنیٰ۔ جب انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ غنی و مالدار ہوگیا ہے تو وہ باغی وسرکش ہو جاتا ہے اس لئے وہ بھی اپنی قوم کا باغی ہوگیا اور انہی کے دشمن فرعون کا دم چھلا بن گیا اور رفتہ رفتہ مصر کی بڑی شخصیتوں میں سے فرعون وہامان کے بعد تیسرا شخص

یہی سرمایہ دار تھا۔

۵۴)اذقال لہ قومہ لا تفرح ... الآیۃ

قارون کی قوم کے دانشمندوں کا اسے پانچ نصیحتیں کرنا

ارشاد قدرت ہے کہ قارون کی قوم نے یعنی اس قوم کے دانشمندوں اور صاحبان علم نے اسے سمجھانے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور اسے پانچ نصیحتیں کیں۔

۱۔اترا مت کیونکہ خدا اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲۔اللہ نے جو کچھ تمہیں مال و دولت عطا کیا ہے۔اسے آخرت کو سنوارنے کا وسیلہ بنا اور اسے خوشنودی خدا کے کاموں میں صرف کر۔

۳۔بے شک دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔جب خدا نے تجھے دولت دی ہے تو بیشک اچھی خوراک کھا،اچھی پوشاک زیب تن کر،اچھے مکان میں رہائش رکھ اور اچھی سواری پر سوار ہو کیونکہ دین ترک لذائز کا درس نہیں دیتا۔مگر انہی چیزوں کو اپنا مقصد حیات قرار نہ دے اور اسراف وفضول خرچی سے اپنا دامن بچا اور ضرورت سے زائد کی ہوس نہ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ مال دنیا میں سے تمہارا اصلی حصہ وہی ہے جو تم خدا کی راہ میں صرف کروگے۔اور جس سے اپنی عاقبت کو سنوارو گے۔

۴۔جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے تو بھی شکرانہ نعمت کے طور پر اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کیونکہ خلق خدا کو نفع رسانی سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں ہے کیونکہ

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان

۵۔زمین میں فساد نہ برپا کر کیونکہ خداوند عالم فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا والفتنۃ اشد من القتل زمین میں فتنہ وفساد پھیلانا قتل سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔

۵۵)قال انما اوتیتہ علی علم ... الآیۃ

اس بدبخت نے ان تمام گرانقدر اور زریں نصیحتوں کو ایک مادہ اور ہوس پرست آدمی کی طرح یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ دولت وثروت خدا نے مجھے تھوڑی ہی دی ہے۔یا اس نے بلا وجہ مجھ پر احسان تھوڑا کیا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کروں اور اسے اس کی خوشنودی کے کاموں میں صرف کروں بلکہ یہ سب کچھ تو میں نے اپنی محنت و

مہارت اور ایک خاص علم کی بدولت حاصل کیا ہے جو میرے پاس ہے۔

وہ خاص علم کونسا تھا جس کا حوالہ قارون نے دیا ہے؟

اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے بعض نے صنعت وحرفت اور بعض نے تجارت مراد لی ہے اور بعض نے اس سے فن کیمیا (سونا گری) مراد لیا ہے اور یہی ہماری قدیم تفسیر قمی میں مذکور ہے کہ وہ کیمیا گر تھا اور اسی علم سے اس نے اپنی دولت بڑھائی تھی اور بعض نے اس سے علوم دینیہ میں مہارت مراد لی ہے کہ وہ جناب موسیٰؑ اور ہارونؑ کے بعد سب سے بڑا عالم توراۃ تھا (تفسیر جلالین) یعنی وہ کم بخت بے دین ملاؤں کی طرح دین فروشی کر کے دولت کما تا تھا۔ مگر وہ یہ سادہ سی بات سمجھنے سے قاصر رہا کہ اگر اس کے بقول اس نے یہ دولت وثروت اپنے کسی ہنرو کمال یا کسی صنعت وحرفت یا کاروبار تجارت میں مہارت سے حاصل کی ہے تو یہ سب کچھ بھی تو خدا کا عطا کردہ ہے۔ اس کا ذاتی تو نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس طرح بھی خدا کے احسان سے بری الذمہ تو نہیں ہوسکتا۔ سچ ہے کہ:

لا تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون

۵۶) اولم یعلم... الآیة

علاوہ سابقہ جواب کے کہ اس کا یہ علم وہنر بھی تو خدا کا عطا کردہ ہے۔ یہاں ایک اور جواب دیا جارہا ہے کہ مال وزر جس پر قارون پھولا نہیں سماتا۔ کیا مشکل وقت آنے پر اسے بچا سکے گا۔ یا اسے خدا کے عذاب کی گرفت سے چھڑا سکے گا؟ اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگ جو قدرت وطاقت میں اس سے زیادہ طاقتور، مال ودولت میں اس سے زیادہ بڑھ کر اور جمعیت وعدد میں اس سے زیادہ تر تھے جیسے قوم نوح وعاد وثمود وغیرہ وہلاک وبرباد نہ ہوتے۔ مگر تاریخ عالم شاہد ہے کہ جب ان قوموں نے بغاوت وسرکشی کی تو عذاب الٰہی نے انہیں پکڑ لیا اور ان کی طاقت وقوت اور دولت وثروت اور جمعیت کچھ بھی کام نہ آئی۔ کیونکہ

سخت ہیں قدرت کی تعزیریں

۵۷) ولا یسئل عن ذنوبهم... الآیة

ایسے مجرموں میں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں بے حساب جہنم میں جھونک دیا جائے گا حالانکہ ایک جگہ فرماتا ہے۔ **فوربك لنسا لنهم اجمعين عما كانو يعملون۔** (الحجر۔ ۹۳)

تمہارے پروردگار کی قسم ہم ان سے سوال کریں گے کہ وہ کیا کرتے تھے! تو ان کے درمیان اس

طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ ہماری زیر قلم آیت دوسری آیت کی مخصص ہے۔نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ہم سب گنہگاروں کا حساب و کتاب لیں گے سوائے ان مجرموں کے جو ذاتی مفاد و مصلحت کی خاطر لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور اپنے ذاتی مفادات کے لئے فتنوں اور فسادوں کی آگ روشن کر کے بے قصور لوگوں کو اس میں جلاتے ہیں کہ یہ بلا حساب جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔واللہ العالم

۵۸) فخرج علی قومه...الآیة

قارون کا اپنے کا حشم وخدم کے ساتھ بڑے تزک واحتشام کے ساتھ نکلنا

ایک دن قارون اپنے پورے ٹھاٹھ اور طمطراق کے ساتھ اس طرح برآمد ہوا کہ سیاہی مائل سفید رنگ کے ایسے خچر پر سوار تھا جس پر سونے کی زین رکھی ہوئی تھی اور سرخ رنگ کے لباس میں ملبوس اور اسی ہیت کے ساتھ چار ہزار غلام گھوڑوں اور خچروں پر سوار اور کئی ہزار سفید رنگ کی کنیزیں بھی سرخ رنگ کا لباس در بر کئے ہوئے اور سونے کے زیورات سے لدی پھدی ہوئی ہمراہ تھیں (مجمع البیان وصافی)۔اس کی یہ شان وشوکت اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر وہ کمزور ایمان والے لوگ جو عام لوگوں کی عادت کے مطابق زندگانی دنیا کی زیب و زینت چاہتے تھے ان کے منہ سے بھی رال ٹپکنے لگی اور کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی وہ کچھ ہوتا جو قارون کے پاس ہے۔بیشک قارون بڑا نصیب والا ہے۔

۵۹) قال الذین اوتوا...الآیة

ارشاد قدرت ہوتا ہے کہ اس موقع پر قوم کے وہ لوگ جنہیں علم کی دولت دی گئی تھی کہنے لگے وائے ہو تم پر۔جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اس کا اجر وثواب قارون کے اس امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے بہتر و برتر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دانشمند جنہوں نے قارون کو نصیحت کی تھی کہ لا تفرح...الآیۃ وہ یہی اہل علم حضرات تھے۔۔ارشاد قدرت ہے کہ اس قسم کی حکمت آمیز گفتگو یا اس قسم کے مثوبہ (اجر وثواب) کی توفیق انہی لوگوں کو دی جاتی ہے۔جو صبر وثبات سے کام لیتے ہیں۔کیونکہ

توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے

۶۰) فخسفنا به وبداره الارض...الآیة

ہم نے اس باغی وسرکش کو جو زمین پر چادر گھسیٹ کر چلتا تھا اس کے خزانوں سے بھرے ہوئے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔وہ بڑی جماعتوں والا تھا۔مگر مشکل وقت آنے پر نہ کوئی جماعت اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکی

اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا۔

یعنی ع

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

قارون کی بربادی کا ایک سبب اور بھی تھا

بعض آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ قارون کی بغاوت اور سرکشی کے علاوہ اس کی تباہی کا ایک اور بھی قوی عامل تھا اور وہ یہ تھا کہ اس نے ایک خطیر رقم دے کر ایک فاحشہ عورت کے ساتھ سازش کی تھی کہ کل جب میں بنی اسرائیل کے پاس حاضر ہوں تو بھرے مجمع میں موسیٰؑ پر اپنے ساتھ زنا کاری کی تہمت لگانا۔ وعدہ وعید ہوگیا مگر حسن اتفاق سے اس عورت کا مردہ ضمیر زندہ ہوگیا وہ نادم و پشیمان ہوئی اور دل میں کہا کہ میں نے ہر قسم کے گناہ کئے اب صرف اللہ کا ایک نبی رہتا تھا۔ اسے بھی متہم کرنے کی سازش کر رہی ہوں۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق جب وہ دوسرے دن قارون کے پاس اس وقت پہنچی۔ جب دربار کھچا کھچ بنی اسرائیل سے بھرا ہوا تھا تو اس نے درہموں والی دو تھیلیاں نکالیں جن پر قارون کی مہر لگی ہوئی تھی اور بولی اے بنی اسرائیل! قارون نے مجھے درہموں کی یہ دو تھیلیاں اس لئے دی ہیں کہ میں موسیٰؑ پر زنا کاری کی تہمت لگاؤں۔ یہ معلوم کر کے جناب موسیٰؑ کے صبر و ضبط کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑا اور بارگاہ الٰہی میں قارون کو بددعا دی۔ خدا نے انہیں وحی کی کہ میں نے زمین کو تیرا تابع فرمان بنا دیا ہے تم اسے حکم دو یہ تعمیل کرے گی۔ پس جناب موسیٰؑ نے زمین سے کہا اے زمین اسے پکڑ لے جبکہ وہ پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا پس جب زمین نے اسے پکڑنا شروع کیا تو قارون نے موسیٰؑ کو دہائی دینا شروع کی اور رشتہ داری کا واسطہ دیا مگر جناب موسیٰؑ نے سنی ان سنی کر دی۔ یہاں تک کہ وہ پورا زمین میں دھنس گیا اور کچھ وقت کے بعد اس کا گھر بھی دھنس گیا جو خزانوں سے بھرا ہوا تھا۔ مروی ہے کہ اس کی ہلاکت کے بعد خدائے رحیم نے جناب موسیٰؑ سے کہا تھا کہ جس طرح قارون نے تم سے فریاد کی تھی اور رشتہ داری کا واسطہ دیا تھا اگر وہ اس طرح مجھ سے فریاد کرتا تو میں ضرور اس کی دادرسی کرتا (مجمع البیان)

(۶۱) فاصبح الذین۔۔۔ الآیۃ

ارشاد ہوتا ہے کہ قارون کے اس برے انجام کو دیکھنے کے بعد وہ لوگ جو اس کے مقام و مرتبہ کی تمنا کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش ہمارے پاس بھی وہ ساز و سامان ہوتا جو قارون کے پاس ہے۔ آج کہنے لگے۔ الحمد للہ۔ اللہ نے ہمیں غریب و نادار بنا کر ہم پر احسان کیا ورنہ اگر ہم بھی قارون کی طرح سرمایہ دار ہوتے تو

آج ہمارا بھی یہی انجام ہوتا۔ بے شک خدا بہتر جانتا ہے کہ کس کا رزق کشادہ کرنا ہے اور کس کا تنگ؟ **واللہ بصیر بالعباد**۔ وہ اپنے بندوں کے حالات وکوائف کو بہتر جانتا ہے۔ بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے۔

تنبیہ:

اس قصہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دولت ہر حال میں مذموم ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ خود اسی آیت میں صراحت موجود ہے کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے۔ ہاں وہ دولت مذموم ہے جس کی جمع آوری اور خرچ کرنے میں حدود شریعت کا لحاظ نہ کیا جائے اور جس کے ساتھ بغاوت، سرکشی، فساد، کفران نعمت، غصب حقوق اور آخرت فراموشی کے جراثیم شامل ہوجائیں۔ یہی وہ جراثیم تھے جن کی وجہ سے قارون کا وہ بھیانک انجام ہوا۔ واللہ العالم

آیات القرآن

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا
فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۸۳ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ
وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝۸۴ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ
رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۸۵ وَمَا كُنْتَ
تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا
لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۸۶ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ
اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۸۷ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ۝۸۸

ترجمۃ الآیات

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو زمین میں تکبر و سرکشی اور فساد برپا کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتے اور (نیک) انجام تو پرہیز گاروں کے ہی لئے ہے (۸۳) جو کوئی بھلائی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر صلہ ملے گا اور جو کوئی برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگوں کو جو برائیاں کرتے ہیں تو انہیں بدلہ بھی اتنا ہی ملے گا جتنا وہ (برائی) کرتے تھے (۸۴) (اے رسولؐ) جس (خدا) نے آپ پر قرآن (کا پہنچانا) فرض کیا ہے وہ آپ کو واپسی کی منزل (مکہ) تک پھر پہنچا کر رہے گا۔ آپ کہیے! میرا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے اور کھلی ہوئی گمراہی میں کون ہے؟ (۸۵) اور آپ کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ آپ پر (یہ کتاب) نازل کی جائے گی۔ یہ تو بس آپ کے پروردگار کی رحمت ہے۔ لہٰذا آپ بھی کافروں کے پشت پناہ نہ بنئے گا (۸۶) اور (خیال رکھنا) کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے کہیں روک نہ دیں بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں اور آپ اپنے پروردگار کی طرف (لوگوں کو) بلائیں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا (۸۷) اور اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نہ پکاریں اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ ہر شئی ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے۔ وجہ (ذات) کے اسی کی حکومت (اور فرمانروائی) ہے اور اسی کی طرف تم (سب) لوٹائے جاؤ گے (۸۸)

تشریح الالفاظ

۱۔ علوا ...... کے معنی تکبر و کبریائی کے ہیں۔

۲۔ معاد ...... کے معنی ہیں واپسی کی منزل اور جائے بازگشت یعنی وطن۔

۳۔ فلا یصدنك۔ صد ...... کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔

۴۔ وجه ...... وجہ کے کئی معنی ہیں چہرہ، ذات، دین وغیرہ۔

۵۔ الحکم ...... کے معنی حکومت و فرمانروائی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۶۲)تلك الدار الاخرة... الآية

جنت میں داخلہ کا معیار؟

یہ آیت مطلب ومفہوم میں بالکل واضح ہے اور اس میں بڑے واشگاف الفاظ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جنت کن خوش قسمت لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے اور انجام کن کا بخیر ہے؟

۱۔ جنت میں وہ اہل ایمان جائیں گے جو پرہیزگار رہوں گے یعنی واجبات شرعیہ کو ادا کرتے ہوں گے اور محرمات شرعیہ سے بچتے ہوں گے۔

۲۔ اوران محرمات میں سے بڑی حرام دو چیزیں ہیں۔

(الف) تکبر کرنا یعنی مخلوق خدا کو حقیر وذلیل سمجھنا اور اپنے آپ کو ان سے بہتر وبرتر سمجھنا۔ اسی چیز نے شیطان کا بیڑہ غرق کیا تھا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

(ب) زمین میں فساد پھیلانا اور مخلوق خدا کو اذیت پہنچانا جس نے فرعون اور فرعونیوں کا بھٹہ بٹھا دیا تھا۔ و کان من المفسدین و الفتنة اشد من القتل

لہٰذا جنتی لوگ وہ ہیں جو تکبر کرنا یا فساد برپا کرنا تو بجائے خود وہ کبھی اپنے دل ودماغ میں تکبر کرنے اور فساد پھیلانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے۔ زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام اپنے ظاہری دور خلافت میں بازاروں میں تنہا گشت کیا کرتے تھے۔ اور بھولے بھٹکوں کو راہ دکھاتے، کمزوروں کی مدد کرتے، تاجروں اور سبزی فروشوں کے پاس سے گزرتے اور قرآن کھول کر اس میں سے یہ آیت پڑھ کر انہیں سناتے کہ خدا فرماتا ہے۔ تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين۔ اور فرماتے تھے کہ یہ آیت ان حکام اور ارباب قدرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو عدل و انصاف اور تواضع وفروتنی کرتے ہیں۔ (مجمع البیان)

۶۳)من جاء بالحسنة... الآية

اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورہ انعام میں نمبر ۱۲۰ پر گزر چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔ چونکہ جزاء میں اضافہ کرنا فضل ہے اس لئے خدا کرتا ہے اور سزا میں اضافہ کرنا چونکہ خلاف عدل ہے اور قبیح ہے۔ لہٰذا خدا ایسا نہیں کرتا۔ لہٰذا وہ جزا زیادہ دیتا ہے اور سزا برابر۔ **ویعفو عن کثیر۔**

۶۴) ان الذی فرض ... الآیۃ

یہاں معاد سے کیا مراد ہے؟

جس ذات نے آپ پر قرآن اور اس کے احکام کا لوگوں تک پہنچانا واجب قرار دیا ہے وہ آپ کو دوبارہ واپسی کی منزل تک پہنچائے گا۔ اس ''معاد'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ اکثر مفسرین نے اس سے آنحضرتؐ کا آبائی وطن یعنی مکہ مکرمہ مراد لیا ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ ہجرت کے وقت آپ کو اس کی جدائی کا صدمہ ہوا تھا اور آپ پیچھے مڑ مڑ کر اسے دیکھتے تھے تو خدا نے آپ کو تسلی دی کہ خدا آپ کو دوبارہ مکہ پہنچائے گا (اور وہ بھی اس طرح مظفر و منصور اور فاتح بنا کر کہ تمام اکابر قریش اور آپ کے سب دشمن آپ کے سامنے گردنیں جھکائے کھڑے ہوں گے اور آپ کے فیصلہ کے منتظر ہوں گے) اور بعض نے اس سے حقیقی معاد یعنی قیامت مراد لی ہے اور ہماری بعض روایات میں اس سے زمانہ رجعت مراد لیا گیا ہے جس میں حضرت رسول خداؐ اور امیر المومنین اور دوسرے آئمہ طاہرینؑ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ (قمی و برہان وغیرہ)

۶۵) وما کنت ترجوا ... الآیۃ

چونکہ آپ نے یہ کتاب خدا سے مانگ کر اور دعا و استدعا کر کے تو نہیں نازل کرائی۔ تا کہ خدا کتاب نازل کر کے خود فارغ ہو جائے اور ساری ذمہ داری آپ پر ڈال دے۔ بلکہ اس نے خود اپنی رحمت سے اتاری ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے خود ہی آپ کا انتخاب کیا ہے تو پھر آپ مشکلات راہ کی کوئی پروا نہ کریں اور نہ ہی مخالفین کی مخالفت کو خاطر میں لائیں خدائے قادر و قدیر آپ کی دستگیری فرمائے گا اور ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود آپ کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے گا۔ واضح رہے کہ اس آیت کا عالم ارواح و اشباح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی نفی یا اثبات سے اس کا کوئی واسطہ ہے کہ خدا کا کب سے آپ کو نبی خاتم بنانے کا ارادہ تھا یہ تو صرف ظاہری حالات پر محمول ہے کہ بنظر بہ ظاہر حالات آپ کو اس کتاب کے نزول اور اس کے ذریعہ سے اولین کے قصص و حکایات کے معلوم ہونے کی کوئی توقع نہ تھی۔ یہ محض آپ کے پروردگار کی خصوصی رحمت و رافت کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔

۶۶)فلا تکونن ظهیراً ۔۔۔ الآیة

ولاتکونن من المشرکین

یہاں بظاہر خطاب پیغمبرؐ اسلام سے ہے اور انہیں حکم دیا جارہا ہے کہ کافروں کے پشت پناہ نہ بنیں ۔اور مشرکوں سے نہ ہوں ۔ بظاہر یہ بات شان رسالت کے منافی دکھائی دیتی ہے کیونکہ عصمت کبریٰ کی وجہ سے آپ سے ایسا کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس کا جواب تو یہ ہے کہ اگر کوئی اعلیٰ ہستی اپنے سے فروتر کو کوئی حکم دے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور دوسرا جواب جو معصومؑ سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ بطور استعارہ ۔ ایاك اعنی و اسمعیٰ یا جارہ ۔ بظاہر خطاب پیغمبرؐ اسلام کو ہے اور دراصل مراد آپ کی امت ہے ۔(تفسیر نور الثقلین وغیرہ)

۶۷)ولا تدع مع اللہ ۔۔۔ الآیة

اس آیت میں غیر اللہ کو خدا اور خدائی صفات کا حامل سمجھ کر پکارنے کی جس صراحت کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے ۔ وہ مزید کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے ۔بس **لا الہ الا ھو ولا معبود الا ھو ولا مسجود الا ھو ولا مدعو الا ھو** ۔

۶۸)کل شئی ھالك ۔۔۔ الآیة

کل شئی ھالك الا وجھه کے بارے میں تحقیق انیق

اس آیت جیسی ایک اور آیت بھی قرآن میں ہے ۔ **کل من علیھا فان و یبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام** ۔(رحمن ۔۲۶۔۲۷) دونوں جگہ لفظ وجہ موجود ہے ۔فرق صرف اس قدر ہے کہ یہاں اس کے ساتھ لفظ ھالک موجود ہے اور وہاں لفظ فان ہے ۔اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ کے وجہ کے اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ ہر شئی جو زمین کے اوپر ہے وہ فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ کے وجہ کے اب قابل غور دو باتیں ہیں ۔ایک یہ ہے کہ وجہ اللہ سے کیا مراد ہے؟ دوسرے یہ کہ ہلاکت اور فنا کا کیا مفہوم ہے؟ سو وجہ کے جو متبادر معنی ہیں وہ چہرہ کے ہیں ۔ جو یہاں قطعاً مراد نہیں لئے جاسکتے ۔ کیونکہ اس طرح مفہوم یہ ہوگا کہ ہر چیز فنا اور ہلاک ہوجائے گی سوائے خدا کے چہرہ کے اور یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ خدا کا چہرہ ہی نہیں ہے ۔لہٰذا یہاں وجہ سے اس کے مجازی معنی مراد لینے پڑیں گے ۔اور وہ چند معنی ہیں جو مختلف

روایات میں مذکور ہیں۔(۱) اللہ کی ذات یعنی جزء (وجہ) سے مراد کل ہے اور یہ مجاز شائع ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ اعتق رقبۃ کہ ایک گردن یعنی غلام آزاد کرو کہ یہاں جزء یعنی رقبہ (گردن) سے مراد کل یعنی پورا غلام ہے۔(۲) اللہ کا دین جو خدا کی ذات کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔(۳) نبی و امام جن کے وسیلہ سے خدا تک رسائی ہوتی ہے۔(۴) ہر مومن جو حق کا علمبردار ہے یعنی ان کے لئے فنا اور ہلاکت نہیں ہے۔ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہیں سے فنا اور ہلاکت کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے کہ اس سے مراد موت نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے کیونکہ موت تو ہر مخلوق کی گردن کی اس طرح زینت ہے جس طرح جواں عورت کی گردن کی زینت ہار ہوتا ہے اس کا ذائقہ تو مومن نے بھی چکھنا ہے اور بے ایمان نے بھی۔ امام نے بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور ماموم نے بھی اور نبی نے بھی موت کا ذائقہ چکھ کر دنیا سے رخت سفر باندھنا ہے اور امت نے بھی۔ جیسا کہ "انك ميت وانهم ميتون" افان مت وهم الخالدون۔ وغیرہ قرآنی آیات سے ثابت ہے اور مشاہدہ ہے کہ:

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا؟

ایک غلط استدلال کا ابطال

لہٰذا جو چرب زبان مشرک مقررین یہاں وجہ اللہ سے حضرت علیؑ کو مراد لیکر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں کہ آپ نے نہیں مرنا بلکہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ استدلال محض غلط ہے کیونکہ اگرچہ یہاں وجہ اللہ کے بہت سے مجازی معنوں میں سے ایک نبی و امام بھی ہیں۔ لیکن وہ فنا اور ہلاکت سے مستثنیٰ ہیں موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ وہ تو ان کو ضرور آنی ہے۔ لہٰذا قابل غور و فکر یہ بات ہے کہ پھر فنا اور ہلاکت کا مفہوم کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ معدن وحی و تنزیل کے مختلف ارشادات سے سمجھ میں آتا ہے۔ جو کہ تفسیر قمی، عیاشی، صافی اور البرہان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جو مخلوق مرنے کے بعد جنت سے محروم ہوجائے وہ فانی اور ہالک ہے اور جسے مرنے کے بعد بہشت کی نعمت حاصل ہوجائے اور وہ اس کی نعمتوں سے متنعم ہو وہ باقی ہے اور فنا و ہلاکت سے محفوظ ہے اس تحقیق کی تائید مزید عالم ربانی محدث فیض کاشانی کے اس بیان حقیقت ترجمان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ والمراد ان كل مطيع لله ولرسوله متوجه الى الله فهو باق فى لجنان ابدا لا بدين وهو وجه الله فى خلقه به يواجه الله تعالىٰ و من هو بخلافه فهو فى النيران مع الهالكين۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو خدا اور رسول کا مطیع و فرمانبردار ہے وہ اللہ کی طرف متوجہ ہے لہٰذا وہ بہشتوں میں ابد الآباد تک باقی ہے وہ اللہ کی مخلوق میں وجہ اللہ

ہے جس کے ذریعے سے خدا کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور جو اس کے برعکس ہے یعنی خدا اور رسول کا مطیع ومنقاد نہیں ہے بلکہ عاصی ونافرمان ہے وہ جہنم کا ایندھن بن کر ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہونے والا ہے۔ (تفسیر صافی)

الحمد لله على وضوح الحق والحقيقة
وللناس فيما يعشقون مذاهب

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کا نام اس کی آیت ۴۱ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت سے ماخوذ ہے کہ کافروں اور مشرکوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے مزعومہ شریکوں کے سہارا کا جو گھروندا بنا رکھا ہے کمزوری میں اس کی مثال مکڑی کے جالے جیسی ہے اور ظاہر ہے کہ تمام گھروں میں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے۔

عہد نزول:

یہ سورہ مبارکہ مکی ہے اور انداز بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ ہجرت حبشہ سے کچھ عرصہ پہلے نازل ہوئی ہے۔ جب پورے زور وشور سے اسلام کی مخالفت کا سلسلہ جاری تھا اور اسلام قبول کرنے والوں پر مظالم وشدائد کے پہاڑ گرائے جا رہے تھے یہی وجہ تھی کہ کچھ لوگ اسلام کی صداقت کا اعتراف کرنے کے باوجود کھلم کھلا اس کے اظہار سے ہچکچاتے تھے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔

مختصر فہرست مضامین

۱۔صادق الایمان لوگوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے واضح کیا گیا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں وہی سرفراز اور کامیاب ہوتے ہیں جو مشکل حالات میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

۲۔ضعیف الاعتقاد لوگوں کی سرزنش کی گئی ہے کہ جو مشکلات کا صبر وثبات سے مقابلہ نہیں کرتے وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

۳۔کفار مکہ کو بھی تہدید کی گئی ہے کہ حق کے خلاف وہ راستہ اختیار نہ کریں جس کا انجام تباہی ہے جس سے سابقہ قومیں دوچار ہوتی رہی ہیں۔

۴۔مشرکین کو اپنے خود ساختہ شریکوں پر بڑا ناز تھا کہ جب وہ ان کے پشت پناہ ہیں تو پھر انہیں پیغمبر اسلامؐ کے خدا سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ خداوند عالم اپنے حبیب مکرم کو بتارہا ہے کہ ان کے یہ سارے سہارے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

۵۔خدا کی توحید اور وحدانیت پر بڑے موثر انداز میں دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

۶۔اس سورہ میں مسلمانوں کو یہ بھی فہمائش کی گئی ہے کہ اگر کسی جگہ اسلام و ایمان کی وجہ سے نا قابل برداشت مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑے تو ایمان چھوڑنے کی بجائے وطن چھوڑنا بہتر ہے۔

۷۔صادق و کاذب میں امتیاز کی خاطر آزمائش و امتحان ضروری ہے۔

۸۔والدین کی اطاعت فرض ہے مگر جب وہ خلاف شرع کوئی حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت جائز نہیں۔

۹۔جناب نوحؑ کا ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کرنا اور چند آدمیوں کے سوا کسی کا ایمان نہ لانا اور پھر طوفان نوح کا آنا۔

۱۰۔جناب ابراہیمؑ اور جناب لوطؑ و شعیبؑ وغیرہ کا تذکرہ۔

۱۱۔کئی قوموں پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا تذکرہ۔

۱۲۔اعلان نبوت سے پہلے آنحضرتؐ کے نہ لکھنے پڑھنے کا ذکر۔

۱۳۔حرم خدا کی مثالی جائے امن ہونے کا بیان۔

۱۴۔ہر متنفس کے لئے موت کے لازم ہونے کا بیان۔

۱۵۔اس حقیقت کا اظہار کہ ساری مخلوق کا رازق صرف خدا ہے۔

۱۶۔دنیا کے کھیل تماشہ ہونے کا تذکرہ۔

۱۷۔اس حقیقت کا بیان کہ جو حق کی جستجو کرتے ہیں اللہ انہیں اپنا راستہ دکھا دیتا ہے۔

۱۸۔علمی مباحثہ کا طریقہ۔

۱۹۔جنت میں داخلہ کا معیار۔

۲۰۔مشرکین عرب کا کئی امور تکوینیہ کا خدا کے لئے اقرار۔

۲۱۔اس حقیقت کا اظہار کہ دراصل معجزہ خدا کے قبضہ قدرت میں ہے وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ العنکبوت کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱) نبوی روایت میں مروی ہے کہ جو شخص سورہ عنکبوت کی تلاوت کرے اسے تمام مومنین و منافقین کی مجموعی تعداد سے دس گنا زیادہ اجر و ثواب ملے گا (مجمع البیان)

۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص ماہ رمضان کی تیسویں شب میں سورہ عنکبوت اور روم کی تلاوت کرے وہ بخدا اہل جنت میں سے ہے۔(ثواب الاعمال)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ
یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ
فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۳﴾ اَمۡ حَسِبَ
الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۴﴾ مَنۡ
کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۵﴾
وَ مَنۡ جَاہَدَ فَاِنَّمَا یُجَاہِدُ لِنَفۡسِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶﴾
وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ
وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷﴾ وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ
بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا ؕ وَ اِنۡ جَاہَدٰکَ لِتُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ
فَلَا تُطِعۡہُمَا ؕ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾
وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّہُمۡ فِی الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۹﴾ وَ مِنَ
النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ
کَعَذَابِ اللّٰہِ ؕ وَ لَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکَ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمۡ ؕ
اَوَ لَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا
اتَّبِعُوۡا سَبِیۡلَنَا وَ لۡنَحۡمِلۡ خَطٰیٰکُمۡ ؕ وَ مَا ہُمۡ بِحٰمِلِیۡنَ مِنۡ خَطٰیٰہُمۡ
مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَہُمۡ وَ اَثۡقَالًا مَّعَ

اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

شروع (کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو مہربان، نہایت رحم والا ہے الف۔ لام۔ میم (۱) کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے (زبانی) کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائیگی؟ (۲) حالانکہ ہم نے ان (سب) کی آزمائش کی تھی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں سو اللہ ضرور معلوم کرے گا ان کو جو (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی معلوم کرے گا جو جھوٹے ہیں (۳) جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ وہ کتنا برا حکم لگاتے ہیں (۴) جو کوئی اللہ کے حضور حاضری کی امید رکھتا ہے تو بیشک اللہ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (۵) اور جو کوئی جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لئے جہاد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے (۶) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے تو ہم ان کی برائیاں دور کر دیں گے (ان کی غلطیوں کو نظر انداز کر دینگے) اور ہم انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دیں گے (۷) اور ہم نے انسان کو وصیت کی ہے یعنی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور (یہ بھی کہ) اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک بنا جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو پھر ان کی اطاعت نہ کر تم سب کی بازگشت میری ہی طرف ہے تو میں تمہیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے (۸) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی بجالائے ہم ضرور انہیں صالحین میں داخل کریں گے (۹) اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر اللہ کی راہ میں جب اسے اذیت پہنچائی جاتی ہے تو وہ ان لوگوں کی آزمائش کو اللہ کے عذاب کے مانند قرار دے دیتا ہے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے کوئی مدد پہنچ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم (بھی) تو تمہارے ساتھ تھے کیا جو کچھ دنیا جہاں والوں کے دلوں میں ہے اللہ اس کا سب سے بہتر جاننے والا نہیں ہے؟ (۱۰) اللہ ضرور معلوم کرے گا کہ مومن کون

ہے اور منافق کون؟ (۱۱) کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے راستہ کی پیروی کرو۔ اور تمہارے گناہوں (کا بوجھ) ہم اٹھائیں گے۔ حالانکہ یہ ان کے گناہوں کو کچھ بھی اٹھانے والے نہیں وہ بالکل جھوٹے ہیں (۱۲) (ہاں البتہ) یہ لوگ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی۔ اور قیامت کے دن ضرور ان سے باز پرس کی جائے گی ان افترا پردازیوں کے بارے میں جو وہ کرتے تھے (۱۳)

تشریح الالفاظ

۱۔ یفتنون...... یہ فتن و فتون سے مشتق ہے جس کے معنی آزمائش اور گمراہ کرنے کے ہیں۔

۲۔ لقاء اللہ...... اس کے ظاہری معنی تو اللہ سے ملاقات کرنے کے ہیں مگر مراد اس کی بارگاہ میں حاضری وحضوری ہے

۳۔ لنکفرن، تکفیر...... کے معنی گناہ معاف کرنے کے ہیں اور جب اس کا صلہ "عن" ہو جیسے کفر عن اثمہ تو اس کے معنی گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے ہوتے ہیں۔

۴۔ اثقال...... یہ ثقل کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ اور وزن کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) الم... الآیۃ

الف۔ لام۔ میم۔ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں اور مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقت خدا اور راسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ سورہ بقرہ اور کئی دوسرے مقامات پر کئی بار اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ فراجع

۲) احسب الناس ان یترکوا... الآیۃ

ایمان کے دعویداروں کا ضرور امتحان لیا جائے گا

کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ زبان سے کہیں گے کہ ہم ایمان لائے تو انہیں ایسا سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔ کھوٹے اور کھرے، جھوٹے اور سچے کو پرکھنے کی کسوٹی

امتحان و آزمائش ہے۔عربی کی ضرب المثل ہے کہ عند الا متحان یکرم الرجل اویھان۔آزمائش کے وقت پتہ چلتا ہے کہ تعظیم وتکریم کا کون حقدار ہے اور توہین کا کون سزاوار ہے؟

یہ الگ بات ہے کہ یہ آزمائش کبھی دشمن کی طرف سے مختلف ایذارسانیوں کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی خدا کی طرف سے غربت اور جان و مال کے نقصان اور اتلاف کی شکل میں ہوتی ہے۔اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم الآیة ۔تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔حالانکہ ابھی تمہیں وہ حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے گزرے ہوؤں کو پیش آئے تھے۔نیز اس قسم کی ایک آیت سورہ آل عمران اور سورہ توبہ میں بھی مذکور ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اس ابتلاء کا تعلق اہل ایمان کے مال سے بھی ہے اور جان سے بھی (تفسیر صافی)

پیغمبر اسلام نے بھی فرمایا لا بد من فتنة تبتلی بها الا مة بعد نبیها لیتعین الصادق من الکاذب الآیة۔اس امت کو اپنے نبی کے بعد ضرور آزمائش کی کھٹائی میں ڈالا جائے گا تاکہ صادق و کاذب میں امتیاز ہوجائے۔(ایضاً)

نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہمیں آزمائش کے متعلق کچھ بتائیں اور یہ بھی فرمائیں کہ کیا آپ نے پیغمبر اسلام سے اس آزمائش کے بارے میں کچھ سوال کیا تھا؟ فرمایا ہاں جب یہ آیت اتری احسب الناس الآیة۔

تو مجھے معلوم ہوگیا کہ حضرت رسول خداؐ کی موجودگی میں ہماری آزمائش کی جائے گی۔چنانچہ میں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ یہ کیسی آزمائش ہے جس کی خدا نے خبر دی ہے؟ فرمایا اے علیؑ! میرے بعد اس امت کی آزمائش کی جائے گی۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ جب جنگ میں کچھ لوگ شہید ہوگئے اور میں اس سعادت سے محروم رہا تو یہ بات مجھ پر بہت شاق گزری تو آپ نے فرمایا تھا کہ یا علیؑ تمہیں بشارت ہو کہ شہادت تمہارے پیچھے پیچھے ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ یا علیؑ اس وقت تمہارا صبر کیسا ہوگا تو میں نے اس وقت عرض کیا تھا کہ یہ صبر کا نہیں یہ تو خوشی اور شکر کا مقام ہوگا تو اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد عام لوگوں کی مال کے ذریعہ سے آزمائش کی جائے گی۔لوگ دین اختیار کرکے خدا پر احسان دھریں گے (اور عمل کے بغیر) اس کی رحمت کی امید رکھیں گے مگر اس کے قہر وغضب سے مامون ہوجائیں گے وہ جھوٹے شبہات پیش کرکے حرام کو حلال قرار دیں گے۔مثلاً وہ شراب کو نبیذ سمجھ کر اور رشوت کو ہدیہ کہہ کرکے اور سود کو خرید وفروخت کا نام دے کر حلال سمجھیں گے۔تو میں نے پوچھا تھا کہ

یارسول اللہؐ! میں ایسے لوگوں کو مرتد قرار دوں یا فتنہ زدہ؟ تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ بلکہ انہیں فتنہ زدہ سمجھو۔(نہج البلاغہ)

۳) ولقد فتنا الذین من قبلھم ... الآیۃ

حالانکہ ہم ان سے پہلے والوں کی بھی آزمائش کر چکے ہیں تا کہ اللہ معلوم کرے اور جانے ان کو جو سچے ہیں اور جو جھوٹے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کو اس ابتلاء و آزمائش سے پہلے معلوم نہیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ جبکہ اہل ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کا علم ازلی و ابدی ہے یعنی وہ ابتدائے افرینش کائنات سے لیکر قیام قیامت تک ہر ہر شخص کے جملہ کوائف و حالات سے واقف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کئی مقامات پر پہلے بھی گزر چکے ہیں اور وہیں ان کے مفہوم کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے کہ بے شک اللہ اپنے ازلی اور قدیم علم سے ہر نیک و بد کے حالات اور نیکوکار کی نیکیاں کرنے اور بدکار کی بدکاریاں کرنے کو جانتا ہے اور یہ اس کا علم غیب ہے لیکن صرف اس علم کی بناء پر نہ کوئی نیکوکار جزاء کا مستحق قرار پاتا ہے اور نہ کوئی بدکار سزا کا مستوجب قرار پاتا ہے جب تک یہ علم غیب علم شہود سے نہ بدل جائے اور خدا کا یہ علم عملی حیثیت سے وقوع پذیر نہ ہو جائے اور اس کا عملی ثبوت سامنے نہ آجائے کیونکہ امتیاز بر بنائے واقعہ ہوتا ہے۔لہٰذا جب وہ واقعہ وقوع پذیر ہو جائے گا۔تو پھر صادق و کاذب میں امتیاز بھی عملی حیثیت سے واقع ہو جائے گا اور علم غیب علم شہود ہو جائے گا۔ کما لا یخفیٰ

۴) ام حسب الذین یعملون ... الآیۃ

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اگر کوئی بدکار یہ سمجھتا ہے کہ اس کی بدعملی کی پاداش میں ہم اسے پکڑنا چاہیں گے تو وہ ہم سے بھاگ کر ہمارے قابو سے نکل جائے گا۔تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کونکہ اس کا یہ فیصلہ بالکل غلط ہے کیونکہ جب ہم اسے اپنے عذاب کی گرفت میں لانا چاہیں گے تو وہ ایک قدم بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکے گا۔اس طرح گویا پہلے اہل ایمان کو آزمائش میں مبتلا ہونے اور اس پر صبر و ثبات سے کام لینے کی فہمائش کرنے کے بعد اب ظالموں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے اس ظلم و ستم کی پاداش سے بچ نہیں سکیں گے بلکہ انہیں ضرور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

۵) من کان یرجو لقاء ربه ... الآیۃ

منکرین قیامت کے ذکر کے بعد اب ان لوگوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو اس کے قائل ہیں اور جن کا عقیدہ ہے کہ اپنے عمل کی جزا و سزا کے لئے ایک دن خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ خدا کا مقرر کردہ وقت جلد آنے والا ہے۔ اور بساط حیات لپیٹی جانے والی ہے۔ لہٰذا اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں جلد کر لیں۔ قبل ان یحجم علیهم الموت الذی لا مهرب منه ولا مفر۔

۶) ومن جاهد فانما یجاهد... الآیة

جہاد کی چند اقسام کا بیان

جہاد خواہ خواہش نفس اور شیطان سے ہو جو جہاد اکبر ہے۔ یا دشمنان اسلام سے ہو جو جہاد اصغر ہے۔ یا غلط ماحول و معاشرے سے ہو۔ بہر حال جو شخص جہاد کرتا ہے اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے خدا پر کوئی احسان نہیں ہے اور ترک جہاد میں جو نقصان ہے وہ بھی بندہ کا ہی ہے۔ خدا کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پوری کائنات سے بے نیاز ہے نہ نیکوکاروں کی نیکیاں اس کو کوئی فائدہ پہنچاتی ہیں اور نہ برے لوگوں کی برائیاں اسے کوئی نقصان پہنچاتی ہیں۔ گویا یہ آیت اسی آیت کی مانند ہے جو سورہ انعام میں نمبر ۱۰۴ پر ہے فمن ابصر فلنفسه و من عمی فعلیها اور ظاہر ہے کہ ایک بندہ مومن کا یہ جہاد ساری زندگی جاری و ساری رہتا ہے اور زندگی کے کسی ایک شعبہ میں نہیں بلکہ ہر شعبہ حیات میں ہر محاذ پر رہتا ہے۔ واللہ العالم

۷) والذین آمنو... الآیة

خدائے رحیم و کریم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل بھی کرتے ہیں بشارت دے رہا ہے کہ وہ ان کی برائیوں اور غلطیوں کو جو ان سے عمل زندگی کے کسی شعبہ میں ہوئی ہونگی نظر انداز کر کے ان کے نیک اعمال کا انہیں بہترین بدلہ دے گا یعنی ان کے استحقاق سے بڑھ کر دے گا۔ اب رہا غلطیوں کو نظر انداز کرنا تو ایسا تو یہ کرنے سے بھی ہو سکتا ہے اور نیکیاں کرنے سے بھی (ان الحسنات یذهبن السیئات) اور محض خدا کے فضل سے بھی۔ والله ذوالفضل العظیم

۸) ووصینا الانسان بوالدیه... الآیة

شرک اور دوسرے گناہ کے کاموں میں والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے

اسلام و قرآن نے والدین کے اکرام و احترام، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور ان کی

اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا بار بار حکم دیا ہے اور اس کی تاکید کی ہے۔ مگر اس مقام پر یہ وضاحت کر دی ہے کہ اگر وہ اولاد کو شرک کرنے یا خدا کی کوئی اور نافرمانی کرنے کا غرضیکہ کوئی بھی خلاف شریعت حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت نہ کی جائے اور ان کی بات نہ مانی جائے کیونکہ والدین کا احترام اور ان کی اطاعت تو محض خدا کی وجہ سے تھی۔ تو جب وہ اسی کی نافرمانی کرنے کا حکم دیں تو پھر کس طرح ان کی اطاعت کی جاسکتی ہے؟ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں **لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**۔ جہاں خالق کی نافرمانی لازم آئے وہاں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (نہج البلاغہ)

۹) والذین آمنو... الآیة

صالحین کی معیت بہت بڑا عطیہ خداوندی ہے

صاحبان ایمان نیکوکاروں کے لئے بڑی بشارت ہے جو اوپر آیت نمبر ۷ میں بیان کردہ جزا سے بھی بڑھ کر ہے۔ کہ خدا انہیں اپنے خاص صالح بندوں کے زمرہ میں داخل کر کے ان کے ساتھ محشور فرمائے گا اور صالح بندے انبیاء، آئمہ، شہداء اور صدیقین ہی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ **ومن یطع الله و رسوله فاولئك مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والشهدا والصدیقین و حسن اولئك رفیقاً**۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ صالحین کی معیت بہت بڑا عطیہ خداوندی ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

احب الصالحین ولست منهم

لعل الله یرزقنی الصلاحا

۱۰) ومن الناس من یقول... الآیة

ضعیف الاعتقاد منافقوں کی روش ورفتار کا تذکرہ

کامل الایمان لوگوں کے تذکرہ کے بعد اب یہاں ضعیف الاعتقاد لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جو قرآنی واسلامی تعلیمات اور اس کے عادلانہ احکام سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل تو ہو جاتے ہیں مگر جب خدا اور اس کے دین کے معاملہ میں انہیں مظالم کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور انہیں اذیت دی جاتی ہے تو وہ اپنی ایمانی کمزوری سے آدمیوں کی آزمائش اور اذیت رسانی کو اللہ کے عذاب کی مانند سمجھنے لگتے ہیں تو جس طرح کافر خدا کے عذاب سے ڈر کر کفر چھوڑ دیتے ہیں اور مسلمان بن جاتے ہیں یہ لوگوں کے مظالم سے ڈر کر اسلام سے رشتہ توڑ کر کافر بن جاتے ہیں۔ حالانکہ بندوں کی اذیت کو خدا کے عذاب سے کیا نسبت؟ یہ عارضی ہے وہ دائمی ہے۔ یہ خفیف ہے

اور وہ شدید وسخت ہے۔ اگر مسلمانوں کو کوئی فتح ونصرت حاصل ہوجائے تو یہ اپنے نمبر بنانے لگتے ہیں کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ ہیں۔ بہرحال ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے والے یہ ضعیف الاعتقاد بلکہ منافق لوگ وہ کھوٹے سکے ہیں جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ کیا اللہ تمام دنیا والوں کے دلوں کے رازوں سے واقف نہیں ہے؟ وہ بہتر جانتا ہے کہ مومن ومخلص کون ہے اور منافق کون؟ اس قسم کی ایک آیت سورہ نساء میں نمبر ۱۴۱ پر گزر چکی ہے جس میں ایسے لوگوں کے کردار کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے۔

ایضاح:

بے شک نا قابل برداشت اذیت یا سخت مالی وجانی نقصان وزیاں کے خوف کے تحت کلمہ کفر کہہ کر جان ومال کا بچانا شرعاً جائز ہے جسے تقیہ کہا جاتا ہے مگر اس میں شرط ہے کہ دل ایمان پر مطمئن ہو اور آدمی اس پر ثابت قدم ہو لیکن جس کا دل سرے سے گوہر ایمان سے خالی ہو اور صرف زبانی وکلامی طور پر مسلمان ہو اور پھر معمولی آزمائش سے گھبرا کر اور کلمہ کفر کہہ کر کافروں کی جماعت میں شامل ہوجائے ان کا باہمی فرق کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

۱۱) وقال الذین کفرو...الآیۃ

کافروں کے مسلمانوں سے تمسخر کرنے کا تذکرہ

وہ کافر جو آخرت کے قائل ہی نہیں تھے وہ تمسخر کے طور پر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم جو اخروی عذاب وعقاب سے متاثر ہوکر مسلمان ہوئے ہو تم پھر سابقہ دین پر آجاؤ اگر وہاں کوئی عذاب ہوا تو ہم یہ بات اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ کہ تمہارے گناہوں کا بوجھ ہم اٹھائیں گے۔ ارشاد قدرت ہے۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں یہ ہرگز ان کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے۔ اور نہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔ **لا تزرو ازرۃ وزر اخری**۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ جو کوئی جو کچھ بھی کرے گا وہی بھرے گا۔

۱۲) ولیحملن اثقالھم..الآیۃ

ہاں البتہ یہ لوگ قیامت کے دن اور دو قسم کا بوجھ اٹھائیں گے ایک اپنی گمراہی کا دوسرا لوگوں کو گمراہ کرنے کا۔ چنانچہ ان کو دوہری سزا دی جائے گی۔ مگر اس طرح دوسرے گمراہ ہونے والے اپنی سزا سے بری الذمہ نہیں ہوں گے۔ نیز ان گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں سے قیامت کے دن ان سے ان کی افترا پردازیوں کے بارے میں اور غلط مفروضوں کے متعلق ضرور باز پرس کی جائے گی۔ جن کے ذریعہ سے وہ لوگوں کو گمراہ کیا

کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے۔ من سن سنة سيئةً فله وزرها ووزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم من شئى۔ جوکوئی غلط طریقہ رائج کر جائے تو اس پر اس طریقہ کا وبال بھی ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جو اس طریقہ پر عمل کریں گے بغیر اس کے ان کے وبال میں کوئی کمی واقع ہو۔ (مجمع البیان وتفسیر قرطبی)

ایضاح:

واضح رہے کہ یہاں جس بوجھ اٹھانے کی نفی کی گئی ہے وہ اٹھانا اختیاری ہے۔ جس کی انہوں نے ذمہ داری لی تھی اور جس بوجھ اٹھانے کا اثبات کیا گیا ہے وہ اضطراری ہے کہ خدا ان سے اٹھوائے گا اور اگر یہاں یہ کہا جائے کہ وہ اٹھا نہیں سکیں گے تو پھر خدا کیسے ان سے اٹھوائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اور سزا نام کس چیز کا ہے؟ یہ آخرت ہے جو جزا و سزا کا گھر ہے۔ دار دنیا نہیں جو دار تکلیف ہے کہ اس میں خدا اپنے عدل کے تحت کسی کو طاقت اور برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ وهذا اوضح من ان يخفى۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ
عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۝۱۴ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ
السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۵ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۱۶ اِنَّمَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝۱۷ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ
اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۝۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا
كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۝۱۹ قُلْ

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ
النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور یقینا ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ اس میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر (آخرکار) اس قوم کو طوفان نے آ پکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے (۱۴) پس ہم نے نوحؑ کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور اس (کشتی) کو تمام جہانوں کے لئے (اپنی ایک) نشانی بنا دیا (۱۵) اور (ہم نے) ابراہیمؑ کو (بھیجا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس (کی نافرمانی سے) ڈرو اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے (۱۶) تم اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کی پرستش کرتے ہو اور تم ایک جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک یہ جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک ومختار نہیں ہیں۔ پس تم اللہ سے روزی طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (۱۷) اور اگر تم (مجھے) جھٹلاتے ہو (تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) تم سے پہلے بھی کئی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں اور رسول کی ذمہ داری صرف واضح تبلیغ کرنا ہے۔ وبس (۱۸) کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر کس طرح اسے دوبارہ پلٹاتا ہے؟ بیشک یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے (۱۹) آپ کہئے! کہ زمین میں چلو پھرو پھر (غور سے) دیکھو کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا ہے؟ پھر (اسی طرح) اللہ پچھلی بار بھی پیدا کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (۲۰) وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے (۲۱) اور تم (اللہ کو) نہ زمین میں عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور نہ ہی اللہ کے سوا تمہارا کوئی سرپرست وکارساز ہے اور نہ ہی کوئی مددگار (۲۲)

تشریح الالفاظ

۱۔ اوثان...... یہ وثن کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بت۔

۲۔ افك...... کے معنی جھوٹ کے ہیں۔

۳۔ ینشاء...... کے معنی ہیں یخلق یعنی پیدا کرنا۔

۴۔ تقلبون...... کے معنی ترجعون کے ہیں۔

۵۔ معجزین...... کے معنی عاجز کرنے والے اور قابو سے نکل جانے والے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۳) ولقد ارسلنا نوحاً ... الآیة

حضرت نوحؑ کا قصہ مندرجہ ذیل مقامات پر مذکور ہے سورہ آل عمران آیت ۳۳۔۳۴، الانعام ۸۴، الاعراف ۵۹ تا ۶۳، یونس ۷۱ تا ۷۳، سورہ ہود ۲۵۔۴۸، الانبیاء ۷۶ تا ۷۷، المومنون ۲۳ تا ۳۰، الفرقان ۳۷، الشعراء ۱۰۵ تا ۱۲۳، الصافات ۷۵ تا ۸۲، القمر ۹ تا ۱۵، الحاقہ ۱۱ تا ۱۲ اور پوری سورہ نوح۔

ان قصوں کے یہاں بڑے اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ اس سورہ کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ان سب اہل ایمان کا امتحان لیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا یہ اس کی تصدیق ہے دوسری طرف ظالموں کو دھمکی دی گئی تھی کہ وہ خدا کے عذاب سے سبقت نہیں لے جا سکیں گے۔ اس کی تائید کی خاطر یہ قصے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۴) فلبث فیھم ... الآیة

یہ ساڑھے نو سو سال جناب نوحؑ کی عمر نہیں بلکہ ان کی دعوت تبلیغ رسالت کی مدت بیان کی جا رہی ہے کتنی عمر میں مبعوث ہوئے اور قوم کی تباہی کے بعد کتنا عرصہ زندہ رہے؟ روایات سے آپ کی مجموعی عمر اڑھائی ہزار سال ثابت ہوتی ہے۔ معدودے چند آدمیوں کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا۔ بالآخر ایذا رسانیوں اور انکار سامانیوں سے تنگ آ کر جناب نوحؑ نے بددعا کی اور خدا نے اس قوم کو طوفان میں غرق کر دیا اور صرف جناب نوحؑ کو اور جن کو آپ نے کشتی میں سوار کیا تھا خدا نے زندہ بچا لیا اور اس کشتی کو تمام جہانوں کے لئے اپنی قدرت کا

ایک نشان بنادیا۔

۱۵) وابراھیم اذقال... الآیۃ

اس کا عطف ولقد ارسلنا نوحاً پر ہے یعنی ہم نے جناب نوحؑ کو بھیجا اور انہوں نے اپنی بت پرست قوم کو خدا کی عبادت کرنے، اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا اور انہیں خودساختہ بتوں کی پرستش سے روکا اور ان پر واضح کیا کہ پہلے تو جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو یہ تم نے خود گھڑے ہیں اور ایک جھوٹ تم نے یہ گھڑا ہے کہ انہیں معبود اور شفیع کہتے ہو۔ عبادت کے لائق تو وہ ذات ہوتی ہے جو خالق اور رازق ہو اور یہ نہ تمہارے خالق ہیں نہ روزی کے مالک۔ تو پھر کس طرح تم ان کی عبادت کرتے ہو؟ خالق بھی خدا ہے اور رازق بھی وہی ہے تو اسی سے روزی طلب کرو اور اس کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔ لا الہ الا ھو۔

واضح رہے کہ جناب ابراہیمؑ کا قصہ قرآن مجید میں درج ذیل مقامات میں مذکور ہے۔ البقرہ رکوع ۱۵۔ ۱۶۔ ۳۵، آل عمران رکوع ۷، الانعام رکوع ۹، ہود رکوع ۷، ابراہیم رکوع ۶، الحج رکوع ۴، مریم رکوع ۳، الانبیاء رکوع ۵، الشعراء رکوع ۵، الصافات رکوع ۳، الزخرف رکوع ۳، الذاریات رکوع ۲۔

۱۶) وان تکذبو افقد... الآیۃ

اس میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ آیا یہ آیت بھی جناب ابراہیمؑ کے قصہ کا تتمہ ہے یا وہ سلسلہ ایک بار یہاں قطع ہو گیا ہے اور یہاں سے لے کر آیت ۲۴ عذاب الیم تک امت محمدیہ سے خطاب ہے اور اس کے بعد پھر جناب ابراہیمؑ کا قصہ شروع ہو جاتا ہے۔

بہرکیف اگر یہ جناب ابراہیمؑ کے قصہ کا ہی تتمہ ہے تو گویا جناب خلیلؑ اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ اگر تم میری تکذیب کرتے ہو اور مجھے اللہ کا رسول نہیں مانتے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تم سے پہلے بھی کئی قومیں جیسے نوحؑ، ہودؑ اور صالحؑ کی قومیں اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتی رہی ہیں مگر ان رسولوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ انہی قوموں کا خانہ خراب ہوا اب تم بھی اپنے انجام پر غور کرلو اگر تم اپنی اسی روش پر قائم رہے تو:

انجام گلستان کیا ہوگا؟

اور اگر یہ خطاب امت محمدیہ سے ہے تو پھر یہ پیغمبر اسلامؐ کا کلام ہوگا اور اس کے مخاطب آپ کی امت کے منکرین ومکذبین ہوں گے۔ رسولوں کا کام بہرحال پیغام خدا پہنچانا ہے منوانا ان کا کام نہیں ہے۔

۱۷) اولم یروا... الآیۃ

قیامت کے منکرین کو جھنجوڑا جا رہا ہے کہ تم کس طرح آخرت اور معاد کا انکار کرتے ہو جبکہ پہلی خلقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ تو جو قادر مطلق مخلوق کو عدم محض سے نکال کر وجود میں لاسکتا ہے کیا وہ دوبارہ اس کا اعادہ نہیں کرسکتا؟ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **عجبت لمن انکر النشأة الاخرىٰ وھو یری النشأة الاولیٰ**۔ دونوں نشاؤں کی علت ایک ہے اور وہ موجد اور خالق کی قدرت ہے۔ جو لاشئ سے شئ بنا سکتا ہے کیا وہ اس کے متفرق اجزاء کو جمع کرنے پر قادر نہیں ہے۔ **قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدأ الخلق** کہہ کر خداوند عالم اپنے بندوں کو تفکر و تدبر اور تحقیق کی دعوت دے رہا ہے۔ اور اپنے باپ دادا اور اسلاف کی کورکورانہ تقلید سے منع کر رہا ہے۔

۱۸) یعذب من یشاء... الآیة

وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے مگر یہ بات ارباب علم و دانش پر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ بلاوجہ نہ کسی کو سزا دیتا ہے نہ بلاسبب کسی پر رحم کرتا ہے بلکہ سزا اسے دیتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے اور رحم اس پر کرتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے کیونکہ وہ عادل ہے اس لئے وہ ہر شخص کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جس کا وہ اپنے کردار اور اپنی روش و رفتار کی وجہ سے مستحق اور سزاوار ہوتا ہے۔

۱۹) وما انتم بمعجزین... الآیة

کافروں، مشرکوں اور بدکاروں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر خدا تمہیں گرفت میں لانا چاہے تو تم خدا سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے نہ زمین کہ تہیں تمہیں اس سے چھپا سکتی ہیں اور نہ ہی آسمان کی بلندیاں تمہیں اس کی گرفت سے بچا سکتی ہیں۔ یہی حقیقت جن وانس کو خطاب کرکے سورہ رحمن میں بیان کی گئی ہے کہ تم خدا سے نکل کر کہیں نہیں جاسکتے۔ **یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذو من اقطار السماوات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان**۔ (رحمن)

۲۰) وما لکم من دون الله... الآیه

نہ ہی تمہارا خدا کے سوا کوئی ایسا سرپرست یا مددگار ہے جو اللہ کی پکڑ سے تمہیں چھڑا سکے۔ اور اس کے مواخذہ سے تمہیں بچا سکے تو جب صورتحال یہ ہے تو پھر کس برتے پر تم خدا کی معصیت اور نافرمانی کرتے ہو؟ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی کرتے ہو؟

آیاتُ القرآن

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا
اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ
بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ
لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا
لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ
اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ
فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا
بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى
الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٣٠﴾

ترجمۃ الآیات

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا انکار کیا ہے وہ میری رحمت
سے مایوس ہوگئے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (۲۳) اور ان (ابراہیمؑ) کی قوم

کا جواب اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا کہ انہیں قتل کر دو یا آگ میں جلا دو پس اللہ نے اس آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں (۲۴) اور ابراہیمؑ نے (اپنی قوم سے) کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر زندگانی دنیا میں باہمی محبت کا ذریعہ سمجھ کر ان بتوں کو اختیار کر رکھا ہے پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا (۲۵) اور لوطؑ نے ان (ابراہیمؑ) کی بات مانی اور اطاعت کی اور انہوں نے کہا میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ بیشک وہ غالب (اور) بڑا حکمت والا ہے (۲۶) اور ہم نے انہیں اسحاقؑ اور یعقوبؑ عطا کئے۔ اور نبوت اور کتاب ان کی نسل میں قرار دے دی۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ دیا اور آخرت میں یقیناً وہ صالحین میں سے ہوں گے (۲۷) اور (ہم نے) لوطؑ کو (بھیجا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا (۲۸) کیا تم (عورتوں کو چھوڑ کر) مردوں کے پاس جاتے ہو؟ اور راہزنی کرتے ہو اور اپنے مجمع میں برے کام کرتے ہو۔ تو ان کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا (اے لوطؑ) اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ (۲۹) لوطؑ نے کہا اے میرے پروردگار! ان مفسد لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما (۳۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ ماوا کم ...... ماوا کے معنی ٹھکانے کے ہیں۔

۲۔ ذریت ...... ذریت کے معنی اولاد اور نسل کے ہیں۔

۳۔ فاحشہ ...... اس کے معنی بے حیائی کے کام کے ہیں جس سے یہاں خلاف وضع فطری فعل مراد ہے۔

۴۔ نادی ...... کے معنی محفل و مجمع کے ہیں۔

۵۔ المنکر ...... کے معنی ہیں وہ قول یا فعل جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔

تفسیر الآیات

۲۱)والذین کفروا...الآیة

بھلا جو لوگ خدا اور آخرت کے منکر ہوں اگر وہ خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں گے تو اور کون ہوگا؟

سزائے این چنین دو ناں بجز دوزخ کجا باشد؟

۲۲)فما کان جواب قومه...الآیة

اوپر آیت ۱۸ (وان تکذبوا...) سے لے کر یا آیت ۱۹ سے لے کر آیت ۲۳ عذاب الیم تک پانچ یا چھ آیتیں بقولے بطور جملہ، معترضہ حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کے درمیان کفار مکہ کے مخاطبہ کے سلسلہ میں آ گئی تھیں۔ یہاں سے پھر جناب خلیل خدا کا قصہ شروع ہو رہا ہے۔ کہ جب جناب ابراہیمؑ نے ناقابل رد دلائل و براہین سے خداوند عالم کی توحید اور اس کے مزعومہ شریکوں کی عاجزی اور بے بسی واضح کر دی۔ تو ان کی بد بخت قوم نے ان کی اس دعوت پر لبیک کہنے کی بجائے الٹا ان کی آواز حق کو دبانے اور ان سے گلوخلاصی کرانے کی خاطر باہمی صلاح و مشورہ کیا۔ چنانچہ کسی نے انہیں قتل کرنے اور کسی نے آگ میں جلانے کا مشورہ دیا۔ آخر کار پنچائتی فیصلہ یہ ہوا کہ انہیں آگ میں جلا دیا جائے چنانچہ بڑے اہتمام سے انہیں آگ میں جھونکا گیا۔ جس کی تفصیل سورہ انبیاء میں گزر چکی ہے۔ یہاں تو صرف یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اللہ نے ان کو آگ سے نجات دی۔ مگر مذکورہ بالا سورہ میں تفصیل موجود ہے۔ کہ جب ان لوگوں نے آپ کو آگ میں جھونکا تو خدا نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا۔ قلنا یانار کونی برداً وسلاماً۔(الانبیاء۔۲۹)

تو آگ گل و گلزار بن گئی اور جناب ابراہیمؑ سلامتی کے ساتھ وقت گزار کر باہر نکل آئے اور اس طرح خالق فطرت نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ جو قادر مطلق کسی چیز میں کوئی خاصیت پیدا کرتا ہے جب وہ چاہے اس خاصیت کو ختم بھی کر سکتا ہے اور بدل بھی سکتا ہے اور نیچر اور طبعی قانون کے خلاف اسی خرق عادت کا نام معجزہ ہے جو بوقت ضرورت خدائے قدیر اپنے کسی نبی یا اس کے کسی وصی کے ہاتھوں پر اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے یہاں ایسا ہی کیا۔ ان فی ذالك لا یات لقوم یؤمنون

۲۳)وقال انما اتخذتم...الآیة

اکثر مفسرین تو اس بات کو متعرض نہیں ہوئے کہ جناب خلیلؑ خدا نے یہ تقریر آگ میں ڈالے جانے سے پہلے کی تھی یا اس کے بعد؟ ہاں البتہ بعض کا خیال ہے کہ آگ سے بسلامت نکل آنے کے بعد کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے پہلے کی تھی۔ مجھے ان حضرات سے اتفاق ہے جو کہتے ہیں کہ تقریر کا یہ حصہ آپ کے آگ میں ڈالے جانے سے پہلے کا ہے کیونکہ اس کے بعد تو حجت تمام ہو چکی تھی اور دعوت وارشاد کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ جب وہ یہ معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لائے تو جناب خلیلؑ خدا نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور عراق کی سرزمین کو خیر آباد کہہ کر شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ واللہ العالم

بہرحال جناب خلیلؑ خدا کی اس تقریر کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ تم لوگ آج تو خدا کو چھوڑ کر بتوں کے پجاری ہونے کے ناطے ایک دوسرے سے محبت کی بڑی پینگیں لڑا رہے ہو۔ مگر کفر و شرک کی وجہ سے اس محبت کا انجام تو قیامت کے دن معلوم ہوگا۔ جب ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی تیرہ بختی کا ذمہ دار قرار دو گے۔

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یتبر التابع من المتبوع والقائد من المقود فیتز ایلون بالبغضاء ویتلا عنون عند اللقاء۔ کہ اس دن تابع اپنے متبوع سے اور قائد اپنے مقود سے تبرا کرے گا۔ پس جب وہ الگ ہوں گے تو بغض وعداوت سے اور جب ملیں گے تو لعنت ملامت سے۔ (نہج البلاغہ)

اسی حقیقت کا اظہار خداوند عالم نے سورہ زخرف میں ان الفاظ میں کیا ہے۔ الا خلاء یو مئذ بعضهم لبعض عدوا لا المتقین۔ (زخرف۔ ۶۷) اس دن متقیوں کے سوا باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

قبل ازیں سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۶ کی تفسیر میں بروز قیامت جھوٹے پیروں مریدوں کا ایک دوسرے پر تبرا کرنے کا تفصیل سے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

۲۴) فأمن له لوط...الآية

اس قدر وعظ وارشاد اور اس قدر دعوت وتبلیغ اور اس قدر بڑی اعجاز نمائی کے باوجود صرف جناب لوطؑ نے آپ کی بات مان کر اطاعت کی کسی اور کو یہ توفیق نہ ہوئی۔ واضح رہے کہ جب ''آمن له'' کا صلہ با ہو جیسے ''آمن به'' ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور جب اس کا صلہ لام ہو جیسے ''آمن له'' اس وقت اس کے معنی اس کی بات مان کر اس کی اطاعت کرنے کے ہوتے ہیں (المنجد)

ایک دخل مقدر کا ازالہ

اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہ ہوگا کہ جناب لوطؑ اس سے پہلے کافر یا مشرک تھے (العیاذ اللہ) نبی کبھی کفر و شرک کا ارتکاب نہیں کرسکتا اس کلام میں اس طرف کوئی اشارہ بھی نہیں ہے کہ جناب خلیلؑ کے اس معجزہ سے پہلے حضرت لوطؑ کیا تھے؟ (وہ یقینا مومن تھے)۔ بلکہ یہاں تو صرف یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اس واقعہ کے بعد صرف انہی نے جناب کی بات مانی اور ان کی اطاعت کا دم بھرا۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کا اثبات اس کے غیر کی نفی نہیں کرتا۔

بہر حال اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ جناب ابراہیمؑ کی دعوت پر صرف ایک شخص نے لبیک کہی اور باقی سب لوگ اس سعادت سے محروم رہے۔ جناب نوحؑ، جناب ہودؑ اور جناب صالحؑ وامثالہم کے واقعات قرآن میں پڑھے جاسکتے ہیں۔ جن پر ایمان لانے والوں کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جاسکتی ہے۔ سچ ہے

ہر دور میں ہوتی رہی طاقت کی پرستش
ہر دور یزیدوں کا طرف دار رہا ہے

۲۵) ووھبنا لہ اسحاق...الآیۃ

جناب خلیلؑ کو آخرت سے پہلے دنیا میں کیا صلہ ملا؟

ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے جناب ابراہیمؑ کو دنیا میں کیا صلہ دیا؟

۱) جناب اسماعیلؑ اور اسحاقؑ جیسے بیٹے عطا کئے۔

۲) جناب یعقوبؑ جیسے پوتے مرحمت فرمائے۔

۳) ہمیشہ کے لئے نبوت (اور امامت) ان کی ذریت اور نسل میں قرار دی۔

۴) آسمانی کتابیں ان کی اولاد پر نازل کیں۔

اور پھر ان کو وہ عظمت عطا فرمائی کہ دنیا کی تینوں بڑی قوتیں یہود، نصاریٰ اور مسلمان آپ کی جلالت قدر پر متفق ہیں۔ وذالك فضل الله یو تیه من یشاء

۲۶) ولوطاً اذقال...الآیۃ

اس کا عطف بھی ارسلنا نوحاً پر ہے یعنی ہم نے لوط کو بھیجا۔ جناب لوطؑ کا درج ذیل مقامات پر تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ سورہ الانعام رکوع ۱۰، الاعراف رکوع ۱۰، ہود رکوع ۷، الحجر رکوع ۴۔۵، الانبیاء رکوع ۵، الشعراء

رکوع ۹، النمل رکوع ۴، الصافات رکوع ۴، القمر رکوع ۲ اور چونکہ پہلی بار آپ کا ذکر خیر سورہ الانعام آیت ۸۷ میں اجمالاً اور پھر سورہ الاعراف آیت ۸۰ میں تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ ہوا ہے جو یہاں مذکور ہیں۔ **ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احدٍ من العالمين**۔ اور وہیں ان کے مختصر حالات زندگی بھی بیان کئے جا چکے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ رشتہ میں جناب خلیلؑ کے کیا ہوتے تھے؟ بقولے بھتیجے، بقولے بھانجے اور بقولے خالہ زاد بھائی تھے۔ (مجمع، صافی، کاشف)۔ واللہ العالم

قوم لوطؑ کی بعض بری خصلتوں کا تذکرہ

جناب لوطؑ کا جس بدترین قوم سے سابقہ پڑا تھا بے شرمی اور بے حیائی میں تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

۱۔ وہ عورتوں کو چھوڑ کر اس خلاف وضع فطری فعل کا برملا ارتکاب کرتے تھے اور اس طرح شہوت رانی کرتے تھے جس کا تصور بھی ایک انسان کو لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ جس کی پاداش میں خدا نے اس قوم کو تہس نہس کر دیا۔ مگر تعجب ہے کہ اس واقعہ کے ہزاروں سال بعد بھی آج اس متمدن دور میں برطانیہ اور فرانس وغیرہ میں اس شنیع فعل کو قانونی جواز مہیا کر کے حکومت نے خدا کے عذاب کو دعوت دی ہے جو بدیر یا سویر اس پر نازل ہو کر رہے گا۔

۲۔ وہ رہزنی کرتے تھے بلکہ بقول بعض مفسرین یہ راہزنی عام راہزنی سے ہٹ کر ایک مخصوص قسم کی تھی۔ یعنی وہ اسی جنسی شہوت کی تسکین کے ماتحت تھی کہ وہ حسین لڑکوں کو اس راستے پر گزرنے والے قافلوں سے اغواء کر کے لے آتے تھے اس لئے قافلوں نے اس راہ سے گزرنا چھوڑ دیا تھا۔ (جلالین)

۳۔ اور وہ اپنی مجالس و محافل میں خلاف شرع حرکتوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ مثلاً زور سے ریح خارج کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو کنکریاں مارتے تھے۔ طنبور سے بجاتے تھے۔ جوا بازی کرتے تھے اور بقولے وہی خلاف وضع فطری فعل ایک دوسرے کے آمنے سامنے کرتے تھے۔ غرضیکہ ہر کمینہ حرکت کرتے تھے۔ (مجمع البیان وغیرہ)

۲۷) فما كان جواب قومه... الآية

جناب لوطؑ نے اس سفلہ فطرت قوم کو ان اخلاقی پستیوں سے نکال کر ایمان کی بلندیوں تک لانے کی بڑی کوشش کی۔ ترغیب سے بھی کام لیا اور ترہیب سے بھی۔ خدا کے عذاب سے بھی ڈرایا۔ اور ان کے ناشائستہ

حرکات کے انجام بد سے بھی آگاہ فرمایا۔ مگر بموجب:

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

بلکہ روز بروز ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ یعنی

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جب جناب لوطؑ انہیں عذاب خداوندی سے ڈراتے تو وہ بے حیا کہتے کہ اگر اس بات میں کچھ حقیقت ہے تو پھر عذاب لے کیوں نہیں آتے؟

۲۸) قال رب انصرنی... الآیة

آخر بموجب تنگ آمد بجنگ آمد۔ جناب لوطؑ نے یہ بد دعا کی رب انصرنی علی القوم المفسدین۔ اور اس کے نتیجہ میں خدا نے اس قوم پر اپنا عذاب نازل کر کے اسے نشان عبرت بنا دیا جس کی تفصیلات سورہ اعراف، ہود اور الحجر وغیرہ میں گزر چکی ہیں اور کچھ کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

آیات القرآن

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۖ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۤ كَانَتْ مِنَ
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ
ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ
السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠
وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ
وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ
وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ
حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ
الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ
كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٠﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۖۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ
لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ تو انہوں نے (اثنائے گفتگو میں یہ بھی) کہا کہ ہم اس (لوطؑ) بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) اس بستی کے لوگ (بڑے) ظالم ہیں (٣١) ابراہیمؑ نے کہا اس بستی میں تو لوطؑ بھی ہیں؟ فرشتوں نے کہا ہم بہتر جانتے ہیں کہ اس میں کون کون ہے۔ ہم انہیں اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے۔ سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے (٣٢) اور جب (وہ) ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوطؑ کے پاس آئے تو وہ ان کی آمد سے

رنجیدہ اور دل تنگ ہوئے اور فرشتوں نے (ان کی حالت دیکھ کر) کہا کہ نہ ڈرو اور نہ رنج کرو ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے آپ کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے (۳۳) ہم اس بستی والوں پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں (۳۴) اور ہم نے اس بستی کے کچھ نشان باقی چھوڑ دیئے (ان لوگوں کی عبرت کے لئے) جو عقل سے کام لیتے ہیں (۳۵) اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ تو انہوں نے کہا! اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور روز آخرت کی امید رکھو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (۳۶) پس ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو (انجام کار) ایک (سخت) زلزلے نے انہیں آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل (مردہ ہو کر) گر گئے اور ہم نے عاد و ثمود کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور (یہ بات) ان کے (تباہ شدہ) مکانات سے واضح ہو چکی ہے اور شیطان نے ان کے (برے) کاموں کو خوشنما بنا کر پیش کیا اور انہیں (سیدھے) راستہ سے روک دیا۔ حالانکہ وہ سمجھدار تھے (۳۷) اور ہم نے قارون، فرعون اور ہامان کو (بھی ہلاک کیا) اور البتہ موسیٰؑ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ مگر انہوں نے زمین میں تکبر و غرور کیا حالانکہ وہ (ہم سے) آگے نکل جانے والے نہیں تھے (۳۹) پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا۔ سو ان میں سے بعض پر (پتھراؤ کرنے والی) تیز آندھی بھیجی اور بعض کو ہولناک چنگھاڑ نے آ دبایا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو (دریا میں) غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے (۴۰) جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور سرپرست اور کارساز بنا لئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جس نے (جالے کا) ایک گھر بنایا اور یقیناً تمام گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش لوگ (یہ حقیقت) جانتے (۴۱) اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ جس شئے کو پکارتے ہیں۔ بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ وہ غالب ہے، بڑا حکمت والا ہے (۴۲) اور یہ مثالیں ہم پیش تو سب لوگوں کے سامنے کرتے ہیں مگر انہیں سمجھتے صرف اہل علم ہی ہیں (۴۳) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ بیشک اس میں اہل ایمان کے لئے (اس کی قدرت کی) ایک نشانی موجود ہے (۴۴)

تشریح الالفاظ

۱۔ من الغابرین...... یہ غبر، غبورا سے مشتق ہے جس کے معنی گزر جانا ٹھہر جانا، اور گرد آلود ہونا کے ہیں۔

۲۔ ضاق ... بھم ذرعاً کے معنی دل تنگ ہونے کے ہیں۔

۳۔ رجز ......رجز کے کئی معنی ہیں جیسے عذاب، گناہ، گندگی اور بت۔

۴۔ ولا تعثوا ۔ عثو و عثی و عثیان کے معنی فساد و غرور میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔

۵۔ الرجفه... رجفه کے معنی حرکت کے ہیں مراد زلزلہ ہے۔

۶۔ جاثمین ... جثوم کے معنی گھٹنے کے بل بیٹھنے کے ہیں یہاں اس سے مراد ہلاکت ہے۔

۷۔ حاصبا ... حاصباً کے معنی ہیں پتھراؤ کرنے والی تیز ہوا۔

۸۔ عنکبوت......عنکبوت کے معنی مکڑی کے ہیں۔

۹۔ اوھن ... وھن سے مبالغہ کا صیغہ ہے جسکے معنی کمزور کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۹) لما جاءت رسلنا ... الآیة

چنانچہ خدا نے جناب لوطؑ کی بددعا قبول کر لی اور ان کی قوم کی ہلاکت کے لئے فرشتے بھیجے مگر وہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں جناب اسحاقؑ اور ان کے بعد جناب یعقوبؑ کی ولادت کی بشارت دی اور پھر انہیں بتایا کہ وہ قوم لوطؑ کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں اور پھر ان کا جناب لوطؑ کی خدمت میں خوبصورت نوخیز نوجوانوں کی شکل میں حاضر ہونا اور آپ کا قوم کے اوباشوں کی وجہ سے گھبرانا اور دل تنگ ہونا۔ اور یہ صورتحال دیکھ کر فرشتوں کا ان کو حقیقت حال بتانا کہ ہم انسان نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں اور آپ کی قوم کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ مگر ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے۔ سوائے آپ کی بیوی کے کہ وہ ہلاک ہونے والوں میں پیچھے رہ جائے گی۔ یہ سب تفصیلات قبل ازیں سورہ اعراف میں آیت ۸۰ سے لے کر ۸۴ تک بیان کی جا چکی ہیں۔ اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۰)انا منزلون علی هذه القرية...الآية

اس عذاب کی تفصیلی کیفیت قبل ازیں مذکورہ بالا سورتوں میں گزر چکی ہے اور وہ ہلاک شدہ بستیاں آج بھی ایک کھلی ہوئی نشانی کے طور پر بحیرہ مردار یا بحر لوط کے نام سے موجود ہیں جو شارع عام پر ہیں جسے شام جانے والے تجارتی قافلے صبح شام دیکھتے ہیں۔

۳۱)والی مدین شعيباً...الآية

جناب شعیبؑ کے حالات اس مقام کے علاوہ سورہ اعراف رکوع ۱۱، سورہ ہود رکوع ۸ اور سورہ شعراء رکوع ۱۰ میں مذکور ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کو اہل مدین کی ہدایت و پیشوائی کے لئے بھیجا گیا تھا اور آپ نے اپنے فرائض نبوت بڑی تندہی اور جان سوزی سے انجام دیئے مگر اہل مدین اپنی گمراہی اور کجروی سے باز نہ آئے۔ اور آخر کار اپنے کئے کی سزا پاتے ہوئے اپنے عبرتناک انجام کو پہنچے۔ تفصیلی کوائف مذکورہ بالا سورتوں کے نشان زدہ مقامات پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

۳۲)وعاداً وثموداً...الآية

یعنی ہم نے قوم عاد و ثمود کو ہلاک و برباد کیا جن کے مکانات تمہارے لئے واضح ہیں۔ نزول قرآن کے وقت سب اہل عرب ان کے مساکن و مکانات سے واقف تھے عرب کا وہ علاقہ جو اب احقاف، یمن اور حضر موت کہلاتا ہے۔ یہ قوم عاد کا مسکن تھا اور حجاز کے شمالی علاقہ میں رابغ سے عقبہ تک اور مدینہ و خیبر سے تیما و تبوک کا سارا علاقہ ثمود کا مسکن تھا اور آج بھی اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

قرآن کہتا ہے کہ یہ قومیں کانو امستبصرین اپنے انبیاء کی تعلیم کی روشنی میں حق و باطل کو سمجھتی تھیں مگر شیطان نے ان کی نگاہوں میں باطل کو خوشنما بنا دیا اور انہیں راہ راست سے برگشتہ کر دیا اور انجام کار ہلاکت و تباہی سے دوچار ہوئیں۔

۳۳)وقارون وفرعون...الآية

اور ہم نے قارون جو سرمایہ داری میں ضرب المثل تھا اور فرعون جو انا ربکم الاعلیٰ کا دعویدار تھا اور ہامان جو فرعون کا وزیر اعظم تھا۔ ان کے پاس جناب موسیٰؑ کھلی ہوئی نشانیاں اور نمایاں معجزات لے کر آئے مگر انہوں نے تکبر و غرور سے کام لیا اور جناب موسیٰؑ کے مواعظ و نصائح پر کان نہ دھرا اور انجام کار وہ ہم سے سبقت لے جانے والے یعنی بچ جانے والے نہ تھے۔ آخر کار ہم نے ان سب لوگوں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا۔ چنانچہ

کسی پر ہم نے پتھر برسائے جیسے عاد اور قوم لوط کو زبردست دھا کہ اور کڑک نے آدبایا۔ جیسے ثمود اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا جیسے قارون اور کسی کو دریا میں غرق کیا جیسے فرعون وہامان۔ اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی پر ظلم کرے ہاں البتہ یہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔

۴۱)مثل الذین اتخذوا...الآیة

خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کی مثال

اب تک یہاں جن ہلاک ہونے والی قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ شرک جیسے سنگین جرم میں مبتلا تھیں اور یہ سمجھتی تھیں کہ جن مزعومہ شرکاء کی وہ پرستش کرتے ہیں اور جن کے نام پر وہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور نذریں دیتے ہیں وہ مشکل وقت آنے پر ان کی مدد کریں گے اور انہیں مصیبتوں سے چھڑا سکیں گے۔ لیکن جب خدا نے ان کے شرک اور گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کر کے ہلاک و برباد کرنا چاہا تو ان کی یہ امیدیں آب کی جگہ سراب ثابت ہوئیں اور ان کے لئے خود ساختہ معبود کچھ بھی ان کے کام نہ آئے۔ اس لئے خداوند عالم فرما رہا ہے کہ جو لوگ خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور انہی پر اعتماد کرتے ہیں ان کی مثال مکڑی کے جالے جیسی ہے جو کہ سب گھروں سے زیادہ کمزور ہوتا ہے جس کے تار ہوا کے معمولی جھونکے سے بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ تو وہ عذاب الٰہی کے طوفان کا کیا مقابلہ کریں گے۔ **لو کانوا یعلمون**۔ کاش کہ ان لوگوں کو یہ حقیقت معلوم ہو کہ ان کے شریکوں کا سہارا کتنا کمزور اور بے حقیقت ہے۔

۴۳)وتلك الامثال...الآیة

خداوند عالم مشرکین کے سہاروں کی مکڑی کے جالے سے مثال دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم قرآنی مثالیں حقائق و مطالب کو واضح کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں مگر ان کی اصلی غرض و غایت کو سمجھتے وہی ہیں جو اہل علم ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل علم و عقلمند وہی ہوتے ہیں جو قرآنی حقائق میں غور وفکر کرتے ہیں اور مقام عمل میں وہ کام کرتے ہیں جن سے جاگیر جنت حاصل کی جاسکے اور جہنم سے بچا سکے۔ (اصول کافی)

۴۴)خلق اللہ السمٰوٰت...الآیة

خداوند عالم لوگوں کے خود ساختہ معبودوں کی ناتوانی بیان کرنے کے بعد اپنی قدرت وتوانائی اور حکمت ودانائی کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ وہ ایسا قادر و حکیم ہے کہ جس نے حق وحکمت اور لوگوں کی منفعت کی خاطر زمین و

آسمان کو پیدا کیا ہے۔ انہیں عبث پیدا نہیں کیا بلکہ کائنات کی کوئی بھی چیز بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کی ہے۔ زمین وآسمان بلکہ پوری کائنات کو کیوں محکم بنانے اور پھر اس کا نظام چلانے میں اہل ایمان کیلئے خدا کی قدرت وحکمت اور اس کی وحدانیت کی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے قدیر ہمارے اہل علم اور اہل ایمان کو ان مظاہر قدرت کے چہرے سے نقاب اٹھانے اور ان کے اندر جو راز ہائے قدرت پنہاں ہیں ان کو اہل علم پر واضح وا جاگر کر کے کفر وشرک کو مٹانے اور قرآن واسلام کی مقدس تعلیمات پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ انہ علی کل شئی قدیر و بالا جابۃ جدیر۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ رمضان ۱۴۲۳، بمطابق ۳ نومبر ۲۰۰۲ء
بروز بدھ بوقت پونے بارہ بجے دن بیسویں پارہ کی تفسیر
خیر وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

والحمد للہ و صلی اللہ علی سیدنا محمد و الہ الطاھرین

آیات القرآن

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا
تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ
وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ
وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ
اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ
یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً
وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) آپ اس (کتاب) کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کریں۔ بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے (۴۵) اور (اے مسلمانو!) تم اہل کتاب سے بحث و مباحثہ نہ کرو مگر بہترین انداز سے سوائے ان کے جو ان میں سے ظالم ہیں اور (ان سے) کہو کہ ہم تو اس (کتاب) پر بھی ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور اس

(کتاب پر بھی) جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ہمارا اور تمہارا الہ (اللہ) ایک ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں (۴۶) اور (اے رسولؐ) ہم نے اسی طرح آپ پر کتاب نازل کی ہے (جس طرح پہلے رسولوں پر کتابیں نازل کی تھیں) تو جن کو ہم نے (پہلے) کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور ان (اہل مکہ وعرب) میں سے بھی بعض اس پر ایمان لا رہے ہیں اور ہماری آیتوں کا کافروں کے سواء اور کوئی انکار نہیں کرسکتا (۴۷) اور (اے رسولؐ) آپ اس (نزول قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو یہ اہل باطل ضرور (آپ کی نبوت میں) شک کرتے (۴۸) بلکہ وہ (قرآن) کھلی ہوئی آیتیں ہیں جو ان لوگوں کے سینہ میں ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا ظالموں کے سوا اور کوئی انکار نہیں کرتا (۴۹) اور وہ کہتے ہیں کہ اس شخص (پیغمبرؐ اسلام) پر ان کے پروردگار کی طرف سے معجزات کیوں نہیں اتارے گئے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ معجزات تو بس اللہ کے پاس ہیں میں تو صرف (عذاب الٰہی) سے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں (۵۰) کیا ان کے لئے یہ (معجزہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر (یہ) کتاب نازل کی ہے۔ جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے رحمت اور نصیحت موجود ہیں (۵۱)

تشریح الالفاظ

۱۔ اتل ما ۔ یہ تلا یلتو تلوا و تلاوۃ...... سے مشتق ہے جس کے معنی پیچھے چلنے اور پڑھنے کے ہیں۔

۲۔ یجحد جحد...... کے معنی انکار کرنے کے ہیں۔ ۳۔ ولا تخطہ خطّ یخطّ خطّا...... کے معنی لکھنے کے ہیں۔

۴۔ لا رتاب المبطلون ارتیاب...... جس کا مادہ ریب ہے اس کے معنی شک کرنے کے ہیں۔

۵۔ ذکری...... کے معنی ہیں یاد دہانی، نصیحت اور ذکر قلبی ولسانی۔

تفسیر الآیات

٣٧) اتل ما اوحی... الآیة

قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا حکم اور اس کا ثواب

خداوند عالم نے اس آیت شریفہ میں اپنے حبیب مکرم کو اور آپ کے توسط سے آپ کی امت کو دو حکم دیئے ہیں ایک قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا اور دوسرا نماز قائم کرنے کا۔ قرآن مجید کی تلاوت کے اس قدر اخلاقی اور روحانی فوائد وعوائد ہیں کہ جس کا عدو احصاء نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب دل چاہے کہ خدا سے کلام کرو تو قرآن کی تلاوت شروع کردو۔ جس سے دل و دماغ پر انوار ربانیہ کی بارش برستی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں کہ نوروابیو تکم بتلاوة القرآن۔ اپنے گھروں کو قرآن مجید کی تلاوت سے منور درخشاں کرو۔ (مقدمہ تفسیر صافی)

کئی روایات میں وارد ہے کہ جو شخص کسی سے قرآن مجید کا ایک حرف سنے یا پڑھے بغیر اس حرف پر نگاہ ڈالے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی درج ہو جاتی ہے اور اس کا ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور جو اس کا ایک حرف سیکھے اسے دس حسنہ ملتے ہیں اور دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دس درجے بلند ہو جاتے ہیں اور جو شخص بیٹھ کر نماز میں اس کی تلاوت کرے اس کے نامہ اعمال میں پچاس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے پچاس گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور پچاس درجے بلند ہو جاتے ہیں اور اگر کھڑے ہو کر نماز میں تلاوت کرے تو ہر ہر حرف کے عوض سو سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو سو گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور سو سو درجے بلند ہوتے ہیں۔ (ایضاً)

نیز قرآن مجید کا مطالعہ کرتے وقت انبیاء و مرسلین اور عباد اللہ الصالحین کے حالات اور ان کے بلند صفات معلوم کر کے ان کے نقش قدم پر چل کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کا صالح جذبہ پیدا ہوتا ہے اور کافروں و مشرکوں اور اللہ کے نافرمانوں کے قصص و حکایات اور ان کے بُرے صفات معلوم کر کے ان جیسے بُرے افعال کرنے سے انسان کے اندر طبعی تنفر کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ اور آخر کار قرآن کو کلام خدا سمجھ کر اور سوچ کر پڑھنے والا قاری دنیا کے ہر قانون اور دستور سے منہ موڑ کر قرآنی تعلیمات کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان کامل اور بندہ مومن بن کر دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ وذالک ھوالفوز المبین۔

نماز آدمی کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے

قبل از متعدد مقامات پر اسلامی شریعت میں اقامہ صلوٰۃ کی اہمیت اور اس کے ثوابہائے بے پایاں پر تفصیل سے تبصرہ کیا جا چکا ہے یہاں اس کی تاثیر کے بارے میں کچھ گفتگو کرنا ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ نماز نماز گزار کو بے حیائی اور دوسرے برائی کے عام گناہوں سے روکتی ہے۔

ایک ایراد اور اس کا جواب

اس پر نہ صرف آج اعتراض کیا جاتا ہے بلکہ خود پیغمبر اسلام کے حین حیات میں بھی یہ ایراد کیا گیا تھا کہ مشاہد و شاہد ہے کہ کئی لوگ باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اور اس کے باوجود پورے تسلسل سے بُرے کام بھی کرتے رہتے ہیں تو اس ایراد کے کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

پہلا جواب:

تو یہ ہے کہ یہاں صرف نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز قائم تب ہوتی ہے کہ جب اس کی بجا آوری میں اس کے تمام ظاہری و باطنی مستحبات وآداب کو مدنظر رکھا جائے۔ ظاہری یہ کہ پورے ارکان وواجبات بلکہ مستحبات کے ساتھ ادا کی جائے اور باطنی یہ کہ پورے خلوص نیت اور خشوع وخضوع یعنی اس طرح مکمل عجز ونیاز اور تقویٰ کی روح کے ساتھ ادا کی جائے کہ گویا نماز گزار اپنے معبود کو سامنے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہیں دیکھ رہا تو کم از کم یہ یقین ضرور ہو کہ اس کا معبود اسے دیکھ رہا ہے تو امید کامل ہے کہ ایسی نماز، نماز گزار کو ضرور بے حیائی اور برائی سے منع کرے گی۔

دوسرا جواب:

یہ ہے کہ وہ نماز جو عام طریقہ پر پڑھی جاتی ہے اگر وہ بھی مسلسل پڑھی جائے تو ایک نہ ایک دن اپنا یہ اثر دکھا کر رہتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص کے بارے میں مروی ہے کہ وہ پنجگانہ نماز پیغمبر اسلام کے ساتھ باجماعت پڑھتا تھا اور پھر گناہ کے کام بھی کرتا تھا جب اس سلسلہ میں آنحضرتؐ سے بات کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ایک نہ ایک دن نماز اسے برائیوں سے روک دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ شخص سب برائیوں سے باز آ گیا۔ (مجمع البیان)

تیسرا جواب:

یہ ہے کہ اگر زیادہ نہیں تو نماز کم از کم اتنی دیر تک تو نماز گزار کو گناہ سے روکتی ہے جب تک وہ نماز میں

مشغول رہتا ہے۔لہٰذا اتنی بات ہی خدا کے کلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

چوتھا جواب:

اس کا چوتھا اور آخری جواب یہ ہے کہ نماز تشریعی طور پر نمازی کو بے حیائی اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ اب اس سے رکنا تو نمازی کا اختیاری فعل ہے۔نماز اسے تکوینی طور پر مجبور تو نہیں کرسکتی۔جیسے ارشاد قدرت ہے کہ ان الله یامر بالعدل والاحسان وینھی ون الفحشاء والمنکر والبغی۔کہ خدا اپنے بندوں کو عدل واحسان کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور بغاوت سے روکتا ہے۔مگر عام بندے نہ عدل واحسان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور نہ ہی بے حیائی وبرائی سے رکتے ہیں تو اگر اس سے خدا کی خدائی اور حاکمیت میں کوئی خلل نہیں پڑتا تو نماز بھی نمازی کو برائی سے روکے مگر نمازی نہ رکے تو اس سے نماز کی حقانیت پر کیا اثر پڑسکتا ہے؟

۳۸)ولذکر الله اکبر...الآیة

اس فقرہ کے دو مفہوم متصور ہوسکتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں ایک یہ کہ اللہ کا ذکر اور اس کی یاد نماز کے علاوہ باقی اعمال وعبادات سے بڑا عمل ہے اور خیر الاعمال ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ ارشاد قدرت ہے کہ اذکرونی اذکر کم۔تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔تو جب بندہ تسبیح وتکبیر وتہلیل کرکے اس کا ذکر کرتا ہے تو اللہ بھی اس بندہ پر لطف وکرم کرکے اس کا ذکر کرتا ہے تو اللہ کا اسے یاد کرنا سب سے بڑا ہے۔

بہر حال اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ کا ذکر خود نماز سے بھی بڑا ہے۔کیونکہ خود نماز بھی تو اللہ کا ذکر ہے تو پھر کوئی چیز اپنے آپ سے کس طرح بڑی ہوسکتی ہے؟

۳۹)ولا تجادلوا...الآیة

بحث ومباحثہ بہترین اور مہذب انداز میں کرنا چاہیئے!

خدائے علیم وحکیم اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ہدایت کررہا ہے کہ مسلمان تو بجائے خود اگر تمہیں اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ وغیرہ سے بحث ومباحثہ کرنے کا اتفاق ہو تو شرافت وشائستگی کا دامن نہ چھوڑو۔یعنی یہ نہ دیکھو کہ تمہارے مخاطب یہود اور نصاریٰ ہیں بلکہ ہمیشہ یہ دیکھو کہ تمہاری شرافت ودیانت کا تقاضا کیا ہے؟ لہٰذا درج ذیل باتوں کو مدنظر رکھو۔

۱۔صرف مدمقابل کو خاموش کرنے کے لئے بحث نہ کرو۔بلکہ اس پر حقیقت کو واضح وآشکار کرنے کے لئے کرو۔

۲۔ پیار ومحبت اورخوش اسلوبی سے بات کرو۔درشتی اور سخت کلامی کالب ولہجہ اختیار نہ کرو۔
۳۔دلنشیں انداز میں مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق دلائل و براہین سے مدلل بات کرو۔صرف سینہ زوری سے بات منوانے کی کوشش نہ کرو۔
۴۔موعظہ حسنہ اورحکمت عملی کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑو۔
۵۔جس طرح ایک مشفق طبیب اپنے بیمار کے ساتھ سلوک کرتا ہے تم بھی ایک روحانی بیمار کی اصلاح کے بارے میں وہی ہمدردانہ طریقہ کار اختیار کروجیسا کہ یہاں قولواامنا بالذی الآیۃ۔میں اس کی تعلیم دی گئی ہے ۔اس موضوع کی باقی سب تفصیلات ہم سورہ نحل کی آیت ۱۲۵ ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن کی تفسیر میں بیان کرآئے ہیں۔یہاں ذرارک کراس مقام پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی جائے تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔انشاءاللہ

۴۰)الا الذين ظلموا...الآية

یہ سابقہ حکم سے استثنائی صورت ہے کہ جو اہل کتاب بالکل ظلم وزیادتی کرنے والے اور جان بوجھ کر مخالفت حق کرنے والے اور حق وصداقت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ان سے دینی معاملات پر کوئی بحث و مباحثہ نہ کرو بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور اگر کبھی کبھار ان سے گفتگو کرنی پڑ جائے تو ان کے مقابلہ میں سخت رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ

ہر سخن جائے دہر نکتہ مقامے دارد !

۴۱)وكذالك انزلنا اليك الكتاب...الآية

یعنی جس طرح ہم نے سابقہ انبیاء پر کتابیں نازل کی ہیں جیسے جناب موسیٰؑ پر توراۃ اور جناب عیسیٰ پر انجیل۔بالکل اسی طرح ہم نے آپؐ پر بھی کتاب یعنی قرآن نازل کیا ہے تو جس طرح اہل کتاب یعنی ان میں سے بعض جو سلیم الطبع اور نیک نہاد ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ یعنی اہل مکہ اور اہل عرب میں سے بھی بعض حق پسند ایمان لا رہے ہیں۔مگر اکثر ایمان نہیں لاتے کیونکہ وما اكثر الناس ولو حرصت بمومنين اور ہماری نشانیوں کا انکار ہی بدبخت لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں پر کفر وشرک کی نا قابل ازالہ سیاہیوں کی تہیں جم چکی ہیں۔سچ ہے وما تغني الآيات والنذر عن قوم لا يؤمنون۔کیونکہ:

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سر سبز دریا میں رہ کے عکس سرو کنار جو کا

۴۲)وما کنت تتلوا من قبله...الآیة

پیغمبر اسلامؐ کے نزول قرآن سے پہلے نہ پڑھنے اور نہ لکھنے کا تذکرہ اور اس کی حکمت

تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پیغمبرؐ اسلام اپنی پوری زندگی میں ایک دن بھی کسی سکول وکالج میں نہیں گئے اور نہ گھر میں کبھی کسی معلم کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور نہ ہی اعلان نبوت سے پہلے کسی شخص نے آپ کو خلوت یا جلوت میں لکھتے پڑھتے دیکھا۔ اور اس کے باوجود ایک دم وہ جامع کتاب یعنی قرآن مجید لائے۔ جس میں اولین وآخرین کے قصص وحکایات اور سچے واقعات بھی ہیں اور ساری دنیا جہان کے علوم وفنون بھی۔ تو کیا یہ بات آپ کے نبی اور قرآن کے آپ کا معجزہ خالدہ ہونے کی دلیل نہیں ہے؟ ہے اور یقینا ہے اور ہم اسی تفسیر کی پہلی جلد کے دوسرے مقدمہ میں تفصیل سے اس کا معجزہ خالدہ ہونا ثابت کر آئے ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ بالکل ان پڑھ تھے۔ نہ لکھ سکتے تھے اور نہ پڑھ سکتے تھے (العیاذ باللہ) اور پھر ان لوگوں کی دیدہ دلیری یہ ہے کہ وہ اپنے اس غلط مدعا پر اس آیت سے استدلال کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ عربی زبان کی ابجد جاننے والے بھی جانتے ہیں کہ یہاں خدا نے یہ نفی تو ضرور کی ہے کہ آپ نزول قرآن سے پہلے مصلحت الٰہی کے تحت نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ ورنہ باطل پرستوں کو شک کرنے کا موقع مل جاتا اور وہ کہتے کہ آپ نے سابقہ کتب کا مطالعہ کر کے اور ان سے مطالب نقل کر کے قرآن مرتب کر لیا ہے مگر خدا نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ آپ کوئی کتاب پڑھ نہیں سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کسی مصلحت کے تحت نہ پڑھنا اور نہ لکھنا اور بات ہے اور نہ پڑھ سکنا اور نہ لکھ سکنا دوسری بات ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ (۷۲) بہتر زبانوں میں لکھ بھی سکتے تھے اور پڑھ بھی سکتے تھے۔ (معانی الاخبار شیخ صدوق)

۴۳)بل هو ایات بینات...الآیة

قرآن آیات بینات ہے مگران لوگوں کے سینوں میں جن کومنجاب اللہ علم دیا گیا ہے۔ وہی اس کے حقائق واسرار کے عالم ہیں۔اوروہی اس کی حقیقی تعلیمات پر عامل ہیں۔آئمہ اہلبیتؑ کی متعدد احادیث میں وارد ہے کہ ان ہستیوں سے آئمہ اہلبیتؑ مراد ہیں (اصول کافی وتفسیر صافی وغیرہ) حضرت رسول خداؐ نے اپنی متفق بین الفریقین حدیث ثقلین میں بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اهلبیتی۔

۴۴)وقالو الولا انزل...الآیة

کفار یہ کہتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ ہمارے مطلوبہ معجزات یا سابقہ نبیوں والے معجزات کیوں نہیں دکھاتے ؟ خداوندعلیم وحکیم اس کے جواب میں فرمارہا ہے۔ میرا حبیب! ان لوگوں سے کہوکہ معجزات دکھانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدائے قادرومختار کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو معجزات دکھائے اور نہ چاہے تو نہ دکھائے۔ میرا کام توتمہیں عذاب الٰہی سے واضح طور پر ڈرانا ہے۔ وبس۔

اس سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح واضح وعیاں ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہے نہ کہ نبی یا امام۔ واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ بقرہ آیت ۱۱۹، سورہ انعام آیت ۳۷، سورہ یونس آیت ۲۰ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔

۴۵)اولم یکفهم...الآیة

ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ معجزہ چاہتے ہیں تو کیا قرآن مجید معجزہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے کافی نہیں ہے جس جیسی ایک سورہ پیش کرنے سے پوری کائنات کے منکرین اوران کے فصحاء وبلغاء عاجز وقاصر ہیں؟

بے شک قرآن اہل ایمان کے لئے سراپا رحمت اور نصیحت ہے۔یعنی اس سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھائیں گے جو ایمان لائیں گے۔

دیدہ کور کو کیا نظر آئے ۔ کیا دیکھے ؟؟

ولا یزید الظلمین الا خساراً

آیات القرآن

قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ شَہِیۡدًا ۚ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ
الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ
بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۖۗ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖۗ
اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ
فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ
لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۧ﴿۶۳﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) آپ کہہ دیجئے! کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے جو
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور

اللہ کا انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں (۵۲) اور یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ اگر (اس کے لئے) ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر (کبھی کا) عذاب آچکا ہوتا۔ اور وہ اس طرح ان پر اچانک آپڑے گا کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی (۵۳) وہ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے (۵۴) جس دن عذاب ان کو اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور خدا کہے گا کہ (اب) مزہ چکھواس کا جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے رہے ہو (تب ان کو پتہ چلے گا) (۵۵) اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! میری زمین (بہت) وسیع ہے۔ پس تم میری ہی عبادت کرو (۵۶) ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے (۵۷) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی (اور) وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کیا اچھا اجر ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا (۵۸) جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں (۵۹) اور کتنے زمین پر چلنے والے (جانور) ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی۔ اور وہ بڑا سننے والا (اور) بڑا جاننے والا ہے (۶۰) اور اگر آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو پھر وہ کدھر جا رہے ہیں (۶۱) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۶۲) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ اور زمین کو مردہ ہونے (بنجر ہونے) کے بعد کس نے زندہ (آباد) کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے! آپ کہیے الحمد للہ۔ لیکن اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے (۶۳)

تشریح الالفاظ

۱۔ بغتۃً...... کے معنی ہیں اچانک اور یکدم آنا۔

۲۔ یغشی ...... یہ غشی، یغشی غشاوۃ سے مشتق ہے جس کے معنی ڈھانکنے کے ہیں۔

۳۔ نفس ...... کے معنی ہیں روح، بدن اور شخص۔

۴۔غرف ...غرفه کی جمع ہے جس کے معنی بالا خانہ کے ہیں۔

۵۔ یؤفکون...... یہ افك افکا سے مشتق ہے جس کے معنی جھوٹ بولنے کے ہیں اور جب اس کا صلہ عن ہوتو پھر اس کے معنی کسی رائے یا نظریہ سے پھیرے جانے کے ہوتے ہیں۔

۶۔لنبوأنهم ...... یہ بوا ،بیوء سے مشتق ہے جس کے معنی جگہ دینے اور ٹھہرانے کے ہیں۔

۷۔قدر الرزق اور قدر علی عبادہ...... کے معنی ہیں تنگ کرنے کے ہوتے ہیں۔

تفسیر الآیات

۴۶)قل کفیٰ باللہ...الآیة

مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو میری نبوت کی صداقت پر کسی گواہ کی ضرورت ہے تو پھر میری حقانیت کے لئے خدا کی گواہی کافی ہے جو اس نے دوسرے معجزات کے ساتھ عموماً اور قرآن کے ساتھ خصوصاً ثبت کر دی ہے جب وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کو جانتا ہے تو پھر اس پر میرا اور تمہارا معاملہ کس طرح مخفی رہ سکتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو جب اللہ میری حقانیت کا گواہ ہے تو پھر کسی کے اقرار یا انکار کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟

۴۷)والذین آمنوا بالباطل...الآیة

باطل کے مفہوم کی وضاحت

ہر وہ چیز جس کی خدا ممانعت کرے وہ باطل ہے اور ہر وہ شخص جو خدا کی نافرمانی کرے وہ بعض حالات میں کافر اور عام طور پر فاسق ہوتا ہے تو جو بد بخت خدا کا انکار کرے اور باطل پر ایمان لائے اور اس طرح اپنے ہاتھوں سے اپنا خانہ خراب کرے تو اگر ایسا شخص نقصان اٹھانے والوں میں سے نہیں ہے تو کیا وہ فوز وفلاح پانے والوں میں سے ہے؟

۴۸)ویستعجلونك بالعذاب...الآیة

جس طرح ہر نبی ورسول جب وہ لوگوں کو خدا کا دین اور اس کا پیغام پہنچاتا تھا تو ماننے والوں کو ثواب کی خوشخبری دیتا تھا اور انکار کرنے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتا تھا۔اسی طرح جب پیغمبرؐ اسلام تشریف لائے اور قوم کو اسلام اور خدا کی وحدانیت کی دعوت دی تو جہاں والوں کو اجر وثواب کی بشارت دی۔ وہاں منکرین کو عذاب الٰہی سے ڈرایا بھی تو ہر دور کے منکرین ومکذبین کی طرح کفار مکہ اور دوسرے مکذبین

نے بھی آنحضرتؐ سے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو پھر جلد وہ عذاب لے آئیں۔ امطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم! ہم پر آسمان سے پتھر برسائیں یا کوئی اور دردناک عذاب لائیں۔ ان کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ اس عذاب کے نازل ہونے کا علم الٰہی میں ایک وقت معین ہے۔ وہ اس سے پہلے نہیں آ سکتا۔ البتہ جب اس کا مقررہ وقت آ جائے گا تو اس طرح اچانک آئے گا کہ تمہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور وہ تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔

۴۹) یستعجلونك... الآیة

یہ لوگ تو دنیا کے عذاب کا جلدی مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ جہنم ابھی سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔ کیونکہ یہ لوگ وہ کام کر رہے ہیں جن کا انجام جہنم ہے بلکہ بقول بعض اصل جہنم تو یہی کفر اور عصیاں کاری ہے۔ قیامت میں تو صرف ان کے نتائج اور عواقب کا کامل ظہور ہوگا جو اوپر سے نیچے سے ڈھانک لے گا۔ سچ ہے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

۵۰) یعبادی الذین آمنوا... الآیة

جہاں آدمی خدا کی عبادت نہ کر سکے وہاں سے ہجرت کر جانا واجب ہے

اگرچہ بعض لوگوں کے نظریہ کے مطابق بظاہر آیت ان ضعیف و ناتواں لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ کسی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکے تھے اور اب کفار ان کو اذیت پہنچاتے تھے اور انہیں اپنے طریقہ پر خدا کی عبادت نہیں کرنے دیتے تھے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ مدینہ ہجرت کر جاؤ۔ (مجمع البیان)

مگر چونکہ المورد لا یخصص الوارد۔ شرعی حکم یہی ہے کہ جب اور جہاں بھی اہل ایمان کو خدا کی عبادت کرنا مشکل ہو اور وہاں خدا کی نافرمانی کی جاتی ہو تو ان پر واجب ہے کہ وہاں سے ہجرت کر جائیں جہاں باآسانی خدا کی عبادت کر سکیں۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: اذا عصی اللہ فی ارض انت فیھا فاخرج منھا الی غیرھا۔ کہ جب کسی جگہ کھلم کھلا خدا کی نافرمانی ہوتی ہو (اور عبادت نہ کی جا سکتی ہو) تو وہاں سے ہجرت کر کے نکل جانا لازم ہے (ایضاً)

اور پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا! من فر بدینہ من ارض الی ارض و ان کان شبراً من

الارض استو جب بھا الجنۃ وکان رفیق ابراھیم و محمد‘‘۔ جو شخص اپنا دین بچانے کی خاطر ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف ہجرت کرے اگرچہ ایک بالشت کے فاصلہ پر ہو وہ اس ہجرت کی وجہ سے جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور جنت میں جناب ابراہیمؑ اور پیغمبر اسلامؐ کا رفیق ہوگا۔ وحسن اولئک رفیقاً (تفسیر صافی بحوالہ، جوامع) ان حقائق سے معلوم ہوگیا کہ اصل چیز خدا کی عبادت ہے قوم، وطن یا ملک نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کبھی خدا کی عبادت اور ان چیزوں میں تصادم وٹکراؤ ہوجائے تو خدا کی بندگی پر سب کچھ قربان کردینا چاہیے

۵۱) کل نفس ذائقه الموت...الآیۃ

آیت کا یہ حصہ انہی الفاظ کے ساتھ سورہ آل عمران میں نمبر ۱۸۵ پر گزر چکا ہے اور وہیں پوری تفصیل سے یہ حقیقت واضح وآشکار کی گئی ہے۔ کہ جس نے بھی ایک بار اس عالم ناپائیدار میں قدم رکھا ہے اس نے ایک نہ ایک دن چاروناچار یہاں سے رخت سفر ضرور باندھنا ہے۔ چنانچہ

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا

لہٰذا اگر کوئی شخص موت کے خوف سے ہجرت نہیں کرتا کہ اگر اس نے اپنے وطن سے قدم باہر رکھا تو وہ مرجائے گا اسے بتایا جارہا ہے کہ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ وہ تو اپنے مقررہ وقت پر ہر جگہ آ کے رہے گی۔ **ولو کنتم فی بروج مشیدہ**۔ لہٰذا اس کے خوف سے ہجرت ترک نہ کرو۔

۵۲) والذین آمنوا...الآیۃ

اکثر مفسرین نے اس آیت اور اس کے بعد والی دوآیتوں الذین صبروا۔۔۔الآیۃ اور وکاین من دابۃ الآیۃ۔ کا تعلق اس ہجرت والی آیت سے جوڑا ہے کہ چونکہ ان کمزور اہل یمان نے کہا تھا کہ ہم کس طرح ہجرت کرکے مدینہ جائیں۔ ہمارا وہاں نہ کوئی گھربار ہے نہ کوئی پڑوسی اور نہ کوئی جائیداد ہے نہ عقار۔ تو ہماری رہائش اور خوردونوش کا کیا انتظام ہوگا (مجمع البیان) تو خداوند عالم ان لوگوں کے ان خدشات کے جواب میں فرمارہا ہے کہ میں تمہیں تمہارے دنیوی کچے یا پکے گھروں کے بدلے جنت کے بلندوبالا غرفے دوں گا۔ اور دنیا کے طعام کے عوض جنت کے بہترین کھانے مہیا کروں گا اور دنیا کے پانی کی جگہ میں تمہیں شراب طہور پلاؤں گا۔ صدق اللہ العلی العظیم

۵۳) وکاین من دابۃ...الآیۃ

ان لوگوں کو جن کا تذکرہ ابھی اوپر کیا جا چکا ہے۔ مزید اطمینان دلانے کے لئے فرمایا! دیکھو کتنے زمین پر چلنے والے جانور ایسے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے تو جو رازق ان کو رزق دیتا ہے وہی تمہیں بھی دے گا۔ لہٰذا خورد و نوش اور طعام و قیام کی فکر نہ کرو۔ خدا مسبب الاسباب اور حقیقی کارساز ہے وہ اپنی قدرت کاملہ سے سب انتظام کر دے گا۔ اللہ کے اس حتمی وعدہ کے باوجود جو بھی اس پر اعتبار نہ کرے یا اپنے جیسی کمزور مخلوق پر بھروسہ کرے اور انہی کو اپنے نفع و نقصان بالخصوص روزی کا ضامن سمجھے تو پھر کہنا پڑتا ہے کہ وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہے اور ان جیسا کوئی بے ایمان نہیں ہے۔ اس میں ان مبلغین اسلام کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو بانیان مجالس و محافل کو اپنا روزی رساں سمجھتے تھے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

۵۴) ولئن سألتهم ... الآية

مشرکین عرب تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان کا خالق اور کائنات کا مدبر خدا ہے

قرآن مجید کی مختلف آیات اور عربوں کی روایات دیکھنے سے یہ بات الم نشرح ہو جاتی ہے کہ مشرکین عرب خدا کو زمین و آسمان کا خالق، آفتاب و ماہتاب کا مسخر کرنے والا اور کائنات کا مدبر اور نظام چلانے والا مانتے تھے۔ یعنی تکوینی اور افعالی توحید کے قائل تھے اسی لئے ان سے یہ اقرار کرانے کے بعد کہا گیا ہے کہ الحمد للہ۔ اگر مکہ کے مشرکوں کی زبان سے حق کا اعلان ہو گیا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان لوگوں کو مشرک کیوں قرار دیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ شرک فی العبادہ کرتے تھے یعنی غیر اللہ کی پرستش کرتے تھے تو اتنی بات پر وہ نجس بھی ٹھہرے۔ (انما المشرکون نجس)۔ جنت سے محروم بھی قرار دیئے گئے (ومن یشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنة) اور جہنم کا ایندھن بھی قرار دیئے گئے۔ انکم وما تعبدون حصب جهنم)

ہمارے دور کے مسلمان کہلانے والے مشرکین عرب سے بھی بڑے مشرک ہیں

اگر خدا حق بینی اور حق گوئی کی توفیق دے اور آدمی اپنے گرد و پیش کے مسلمان کہلانے والوں کے رسوم و رواج کو

دیکھے اوران کے عقائد ونظریات کو سنے اور جائزہ لے اور ہر قسم کے لومۃ لائم سے بلند وبالا ہو کر حق بات کہے تو پھر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے زمانہ کے اکثر مسلمان کہلانے والے مشرکین عرب سے بھی بڑے مشرک ہیں۔ وہ صرف شرک فی العبادۃ کرتے تھے مگر یہ شرک فی الصفات بھی کرتے ہیں اور شرک فی الافعال بھی اور شرک فی العبادۃ بھی۔ اگرچہ یہ باتیں عیاں راچہ بیان کی مصداق ہیں۔ تاہم مختصر لفظوں میں بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے پیروں، فقیروں کو خدائی صفات کا حامل جانتے ہیں اور زمین وآسمان اور خود اپنا خالق ورازق اور محی وممیت غرضیکہ نظام کائنات کا چلانے والا اپنے دینی راہنماؤں اور پیشواؤں کو مانتے ہیں اور ہر جنڈی اور جھاڑی کو سجدہ بھی کرتے ہیں۔ باقی رہ کیا گیا؟

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یہ ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ علماء اعلام کی گرفت ڈھیلی ہے اور وہ عوام سے دور ہیں علماء اعلام اور عوام کے درمیان غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے بڑی خلیج حائل کر دی گئی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ منبر ومحراب پر اکثر نااہلوں کا قبضہ ہے یعنی

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

اوران حالات میں کہاں لے آئے: ع

صدا لا الٰه الا اللّٰه
والی اللّٰه المشتکیٰ

آیات القرآن

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي
الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ
يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ
فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ دنیاوی زندگی تو محض کھیل تماشہ ہے اور حقیقی زندگی تو آخرت والی ہے۔کاش لوگوں کو اس (حقیقت) کا علم ہوتا (۶۴) پس جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین (واعتقاد) کو اللہ کے لئے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ایک دم وہ شرک کرنے لگتے ہیں (۶۵) تا کہ جو نعمت ہم نے انہیں عطا کی ہے وہ اس کا کفران کریں اور تا کہ وہ لطف اٹھالیں سو انہیں (اس کا انجام) عنقریب معلوم ہو جائے گا (۶۶) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے (ان کے شہر کو) امن والا حرم بنا دیا ہے۔حالانکہ ان کے گرد و پیش کے لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے (پھر بھی) یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران (ناشکری) کرتے ہیں (۶۷) اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ اس کے پاس آچکا ہے۔کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟ (۶۸) اور جو لوگ ہماری خاطر جد و جہد کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ہے (۶۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ **لهو ولعب اور لغو** ......متقارب المعنی الفاظ ہیں جن کے معنی کھیل، تماشہ، شغل اور تفریح، مزاح اور ایسے کام و کلام کے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

۲۔ **حیوان**......کے معنی حقیقی زندگی کے ہیں۔

۳۔ **مثوی ۔ ثوی یثوی ثواء** ...... سے ظرف مکاں کا صیغہ ہے جس کے معنی منزل اور

ٹھکانے کے ہیں۔

۴۔ سبلنا...... یہ سبیل کی جمع ہے جس کے معنی راستہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۵) وما الحیوٰۃ الدنیا ... الآیۃ

کائنات کی کوئی چیز بے فائدہ خلق نہیں کی گئی ہے

جب یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ خالق حکیم نے کائنات ارضی وسماوی کی کوئی چیز بے مقصد اور بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ ماخلقنا السماء والارض لاعبین اور نہ حضرت انسان کو جو کہ اشرف المخلوقات ہے عبث پید اکیا ہے۔ افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون؟ تو پھر زندگی دنیا کو لہو ولعب کہنے کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ دنیا کی زندگی سریع الزوال اور جلد ختم ہونے میں بچوں کا کھیل معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح وہ چند منٹ یا گھنٹہ دو گھنٹہ بیٹھ کر کھیلتے اور گھروندے بناتے ہیں اس کے بعد کھیل کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے اور جس طرح مداری تماشہ دکھا کر چلا جاتا ہے۔ اسی طرح عنقریب نہ دنیا رہے گی اور نہ دنیا والے رہیں گے اور سب جاتے وقت زبان حال سے یہی کہیں گے کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

آہ!

عوض یک دو نفس قبر کی شبہائے دراز !

بہرحال حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے جس کے بعد نہ موت ہے اور نہ ہی اس کے ختم ہونے کا کوئی کھٹکا ہے۔ کاش یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجاتی کہ یہ فانی ہے وہ ابدی ہے۔ یہ مجازی ہے وہ حقیقی ہے۔ اور پھر عارضی کی بجائے دائمی کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے اور اسے سدھارنے اور سنوارنے کی صحیح کاوش وکوشش کرتے۔

۵۶) فاذا رکبوا فی الفلک ... الآیۃ

بالکل اسی قسم کی ایک آیت سورہ یونس میں نمبر ۲۲ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔ حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم ... الآیۃ۔ لہٰذا اس منظر کی تصویر کشی کے لئے اس مقام کی طرف رجوع کریں۔ بہرحال یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ جس قدر بھی مشرک، ناشکرا اور ناسپاس گزار ہو لیکن جب وہ چاروں طرف سے

مصائب کے طوفانوں میں گھر جاتا ہے خواہ سمندری کشتی پر سوار ہو یا ہوائی جہاز کی دوش پر سوار ہو اور پھر جب ہر طرف سے نجات کی امیدیں قطع ہو جاتی ہیں تو اس وقت ضرور خدا کو یاد کرتا ہے۔ اور گڑگڑا کر نجات کی دعائیں مانگتا ہے۔ مگر جونہی مصیبت ٹل جاتی ہے اور کشتی سلامتی کے ساتھ کنارے لگ جاتی ہے اور ہوائی جہاز زمین پر اتر آتا ہے تو یہ پھر اپنے خالق و مالک کو اس طرح بھول جاتا ہے کہ گویا اس سے کبھی کوئی راہ و رسم و شناسائی ہی نہ تھی اور پھر بدستور سابق شرک کرنے لگتا ہے۔ بلکہ آج کل کے مشرک تو ایسے مصائب و شدائد کی یلغار میں بھی خدا کو پکارنے کی بجائے مزعومہ شریکوں کو ہی پکارتے ہیں اور بھول کر بھی خدا کو یاد نہیں کرتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۵۷) لیکفروا بما اتینھم ۔۔۔ الآیۃ

لیکفروا و لیتمتعوا میں جو لام ہے وہ لام ''کے ہے'' جو تاکہ کا مفہوم ادا کرتی ہے یعنی ہم نے انہیں مہلکہ سے اس لئے نجات دی ہے تاکہ وہ دل کھول کر کفر کر لیں اور زندگانی دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہو لیں۔ اور اپنی حسرت مٹا لیں اور بعض نے اسے لام امر قرار دیا ہے کہ کفر کر لو اور عیش و عشرت کر لو۔

۵۸) اولم یروا ۔۔۔ الآیۃ

خداوند عالم کفار مکہ کو اپنا ایک بڑا احسان یاد دلا رہا ہے کہ وہ غور نہیں کرتے کہ ہم نے ان کے شہر مکہ کو امن و امان والا حرم بنا دیا ہے۔ حالانکہ اس کے ادھر ادھر بدامنی پھیلی ہوئی ہے، فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے اور لوٹ مار اور مار دھاڑ عام ہے۔ مگر یہاں امن و امان ہے اور یہاں کا باشندہ ہر قسم کی چیرہ دستیوں اور دست درازیوں سے محفوظ ہے۔ تو بتاؤ۔ اس جگہ کو محترم اور جائے امن بنانے والا کون ہے؟ خدا یا کوئی اور؟ کیا یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران کرتے ہیں؟ ہے اس احسان فراموشی کی کوئی حد؟ واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورہ بقرہ نمبر ۱۲۵ پر، سورہ آل عمران میں نمبر ۹۷ پر اور سورہ قصص میں ۵۷ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔

۵۹) ومن اظلم ۔۔۔ الآیۃ

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے کہ اس کے شریک ہیں۔ یا جب نبی برحق اس کے پاس آ چکا ہے تو وہ اسے جھٹلائے؟ کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟ ہاں ایسے ناشکروں اور مفتریوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور یہی بات قرین انصاف ہے۔

۶۰) والذین جاھدوا فینا ۔۔۔ الآیۃ

اللہ ان کو ہدایت کرتا ہے جن کے اندر ہدایت کی تڑپ ہوتی ہے

ہم مختلف مقامات پر بارہا اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ بے شک حقیقی ہادی و راہنما خدا ہے اور اس کے بعد رسول خداؐ اور بعد ازاں آئمہ ہدیٰؑ اور پھر آخر میں علماء ہیں جو ورثۃ انبیاء ہیں مگر ہدایت حاصل کرنے کی پہلی شرط ہے کہ آدمی کے اندر ہدایت حاصل کرنے کی تڑپ ہو اور صدق دل سے وہ ہدایت طلب کرے تو بے شک اللہ کا حتمی وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ وان اللہ لا یخلف المیعاد ۔ والذین اهتدوا زادهم هدی اور اللہ کی نصرت و امداد والی جا معیت محسنین کو حاصل ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو یہ نعمت حاصل ہو جائے۔ پھر نفس امارہ! یا شیطان رجیم یا کوئی اور جابر و ظالم حکمران کوئی بھی ایسے لوگوں کو گمراہ اور بدراہ نہیں کر سکتا۔

ایضاح:

اس جدوجہد اور مجاہدہ سے کفار سے جہاد کرنا یا نفس امارہ سے جہاد کرنا یا خدا کی عبادت کرنے میں جدوجہد کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ فاضل طبرسی نے یہ سب احتمالات ذکر کئے ہیں کہ جو ایسا کرتے ہیں خدا ان کو ثواب، از دیا د توفیق اور جنت کے راستے دکھا دیتا ہے اور اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جو لوگ اپنے علم پر عمل کرنے میں جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ان پر نا معلوم علوم کے دروازے کھول دیتے ہیں اور اللہ کی نصرت اور مدد والی معیت محسنین کے ساتھ ہے۔ وان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ ارشاد قدرت ہے۔ اتقوا اللہ و یعلمکم اللہ۔ تم خدا سے ڈرو اور خدا تمہیں تعلیم دے گا۔

والحمد للہ رب العالمین

سُوۡرَۃُ الرُّوۡمِ

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کا نام اس کی دوسری آیت میں وارد شدہ جملہ **غلبت الروم** کی مناسبت سے تجویز ہوا ہے۔

عہد نزول:

مختلف قرائن وشواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں ہجرت حبشہ والے سال نازل ہوئی ہے۔

اس سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست

ا۔اس سورہ کی ابتدائی آتیوں میں رومی سلطنت کی شکست کے بعد چند سالوں میں غالب آنے کی جو پیشگوئی کی گئی ہے اس کا بلاکم وکاست پورا ہونا قرآن کے کلام الٰہی، پیغمبر اسلامؐ کے رسول خدا اور اسلام کے برحق ہونے کی ناقابل رد دلیل ہونا۔

۲۔ انسان کا اپنے ظاہری جاہ وجلال سے دھوکا کھا کر اپنے برے اعمال کے عواقب سے بےخبر ہوجانے کا تذکرہ۔

۳۔اسلام کے دین فطرت ہونے کا بیان۔

۴۔توحید پروردگار کا اثبات اور شرک کا ابطال۔

۵۔ پوری کائنات میں ذات وصفات میں خدا کا کوئی ہمسر اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے یعنی خالق و رازق اور محی وممیت خدا ہی ہے۔

۶۔جس طرح بارانِ رحمت سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے اسی طرح وحی الٰہی اور کلام ربانی کی برکت سے مردہ دل زندہ ہوجاتے ہیں۔

۷۔گزشتہ لوگوں کی بدکرداری اور ان کے بُرے انجام کا تذکرہ۔

۸۔نماز ہائے پنجگانہ کا بیان۔

۹۔قیامت کے برحق ہونے کا تذکرہ اور اس دن مومنین اور کافرین کا باہمی سوال وجواب۔

۱۰۔رنگ وروپ اورزبان وبیان کے اختلاف کا خدا کی قدرت کی دلیل ہونا۔

۱۱۔زمین میں ہرقسم کا فتنہ وفساد لوگوں کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

۱۲۔اس حقیقت کا بیان کہ خدا ہی روزی کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے۔

۱۳۔واقعہ فدک کا تذکرہ۔

۱۴۔سود کی حرمت کا بیان۔

۱۵۔خدا کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہے۔

۱۶۔قیامت کے دن مشرکوں کا اپنے مزعومہ شرکاء وشفعاء کا انکار کرنا۔

۱۷۔جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں ان کے بُرے انجام کا بیان۔وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ الروم کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ روم کی تلاوت کرے تو اسے زمین وآسمان کے جس قدر فرشتے خدا کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں ان کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں ملیں گی اور اس شب وروز میں اس سے جو کوتاہی ہوگی اس سے اس کا تدارک ہوجائے گا۔(مجمع البیان)

۲۔قبل ازیں سورہ عنکبوت کی فضیلت کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وہ حدیث بیان کی جاچکی ہے کہ جو شخص ماہ رمضان کی تئیسیوں (۲۳) شب میں سورہ عنکبوت اور سورہ روم کی تلاوت کرے گا۔وہ اہل بہشت سے ہوگا۔(ثواب الاعمال)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ﴿۲﴾ فِيۡۤ اَدۡنَى الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ فِىۡ بِضۡعِ سِنِيۡنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَيَوۡمَئِذٍ يَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصۡرِ اللّٰهِ ؕ يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿۵﴾ وَعۡدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾ يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ

الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۝۷ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ
وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ۝۸
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ
مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝۹ۭ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا
السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۱۰ۧ

ترجمۃ الآیات

شروع (کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے الف، لام، میم (۱) رومی مغلوب ہو گئے (۲) قریب ترین زمین میں (اہل فارس سے) اور یہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے (۳) چند سالوں میں اختیار اللہ کو ہی حاصل ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اس دن اہل ایمان خوش ہوں گے (۴) اللہ کی نصرت ہے اللہ جسے چاہتا ہے نصرت عطا فرماتا ہے اور وہ غالب ہے (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے (۵) یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۶) یہ لوگ صرف دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں (۷) کیا انہوں نے اپنے آپ میں کبھی غور و فکر نہیں کیا؟ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو (حق اور حکمت کے) ساتھ ایک مقررہ مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے اور یقینا بہت سے لوگ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حضوری کے منکر ہیں (۸) آیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟ وہ قوت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے اور انہوں نے ان سے زیادہ زمین کو جوتا بویا اور آباد کیا تھا۔ اور ان کے پاس ان کے رسول

واضح نشانیاں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے(۹) پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے (مسلسل) برائیاں کیں براہی ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے(۱۰)

تشریح الالفاظ

۱۔ **ادنیٰ**...... یہ دنا یدنو و دنو سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے یعنی حجاز سے قریب ترین زمین یعنی شام و فلسطین۔

۲۔ **بضع**......اس کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے۔

۳۔ **اثاروا** ۔ یہ اثار یثیر اثارہ سے مشتق ہے جس کی معنی زمین کو جوتنے بونے کے ہیں اور عمروا کے معنی اسے آباد کرنے کے ہیں۔

۴۔ **کان عاقبة**...... بناء بر مشہور عاقبۃ کان کا اسم ہے اور السوء جو کہ اسوا کی مونث ہے اس کی خبر ہے۔ بناء بریں معنی یہ ہوں گے کہ جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا۔ بناء بریں ان کذبوا مصدر بن کر مفعول لہ ہے یعنی اس وجہ سے ان کا انجام برا ہوا کہ انہوں نے برائیاں کیں اور آیات الٰہیہ کو جھٹلایا اور ان کا مذاق بھی اڑایا اور یہ بھی احتمال ہے کہ عاقبۃ کان کی خبر ہو اور السوء اساؤوا کا مفعول اور پھر پورا جملہ کان کا اسم ہو اور اس بناء پر معنی یہ ہوں گے کہ جن لوگوں نے مسلسل گناہ کئے ان کا انجام یہ ہوا کہ وہ آیات الٰہیہ کی تکذیب کر کے اور ان کا مذاق اڑا کر دنیا سے گئے۔ یعنی بے ایمان ہو کر مرے۔ **وھذا ھو الاقرب عندی واللہ العالم۔**

تفسیر الآیات

۱) الم...الآیة

الف، لام، میم وہی حروف ہیں جو سورۃ البقرہ کے آغاز میں موجود ہیں اور ہم اس بات کا کئی بار تکرار کر چکے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں جن کی حقیقت خدا اور **راسخون فی العلم** کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲)غلبت الروم...الآیة

اس آیت کی شان نزول اوراس کا پس منظر

نزول قرآن کے وقت دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں۔

۱۔ایک رومن ایمپائر

۲۔دوسری سلطنت فارس اور وقتاً فوقتاً ان کی آپس میں زدوخورد ہوتی رہتی تھی۔

چونکہ رومی اہل کتاب یعنی عیسائی تھے اوران کا قبلہ بیت المقدس تھا اور فارسی اس وقت عام اہل عرب کی طرح کسی کتاب کے قائل نہ تھے اور آتش پرست تھے۔لہٰذا مشرکین عرب کی ہمدردیاں اہل فارس کے ساتھ تھیں اور مسلمانوں کی ہمدردیاں رومیوں کے ساتھ۔ چنانچہ ۶۱۵ء یا ۶۱۶ء میں ہجرت نبوی سے چھ سات سال پہلے رومیوں اور فارسیوں یعنی قیصر روم اور کسریٰ ایران کے درمیان زبردست جنگ ہوئی تو اس میں رومیوں کو فارسیوں کے ہاتھوں سخت ہزیمت اٹھانا پڑی جس کی بعد سے اہل مکہ اور مشرکین عرب کو بڑی خوشی ہوئی اور مسلمانوں سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ ہم آسمانی کتاب قرآن کے ماننے والے ہیں اس سے ہمیں فتح ہوگی۔ دیکھو رومی بھی تو اہل کتاب ہیں مگر ایرانیوں سے شکست کھا گئے۔اسی طرح تم مسلمانوں کو بھی ہمارے ہاتھوں شکست ہوگی۔

الغرض مشرکوں کو اس طعن وتشنیع سے مسلمان رنجیدہ ہوئے۔اس موقع پر قرآن نے یہ پیشگوئی کی کہ تم فارسیوں کی اس فتح اور رومیوں کی موجودہ شکست پر خوش نہ ہو۔ چند سالوں کے اندر اندر ان دوحکومتوں میں پھر جنگ ہوگی۔اور اب کی بار جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا۔ جو آج غالب ہیں وہ کل مغلوب ہوں گے اور جو آج مغلوب ہیں وہ کل غالب ہوں گے۔ چنانچہ نو سال کے اندر اندر یعنی ہجرت کے تیسرے سال جنگ بدر کی فتح کے موقع پر یعنی ۶۲۴ء میں مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ رومیوں اور ایرانیوں میں پھر جنگ واقع ہوئی ہے اور رومیوں کو ایرانیوں کے مقابلہ میں فتح ہوئی ہے۔اس موقع پر مسلمان بڑے خوش ہوئے۔ایک جنگ بدر میں فتح مبین پر اور دوسرے روم کے اہل کتاب کی فتح پر۔

قرآن کے مختلف وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اس کی غیبی خبریں بھی ہیں

ہم اس تفسیر کی پہلی جلد کے دوسرے مقدمہ میں قرآن کے مختلف وجوہ اعجاز بیان کرتے ہوئے تیسری وجہ یہ بیان کر آئے ہیں کہ وہ ما کان (گذشتہ) کے بارے میں ایسی واضح اور تفصیلی خبریں دیتا ہے جو اس دور کے علماء اور احبار ورہباں کو بھی معلوم نہ تھیں۔اور ما یکون (آئندہ) کے متعلق وہ ایسے واقعات کی پیش گوئیاں کرتا

ہے جو حرف بحرف پوری ہوتی ہیں جیسے روم و فارس کے مقابلے میں پہلے رومی مغلوب ہوں گے اور اہل فارس غالب آئیں گے مگر نو سال کے اندر اندر اہل فارس مغلوب ہوں گے اور رومی غالب آ جائیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا تو یہ بات اس کی قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ جل شانہ کا کلام معجز نظام اور پیغمبر اسلام کا معجزہ خالدہ ہے۔

۳) فی ادنی الارض... الآیۃ

سرزمین حجاز سے زیادہ قریب سرزمین میں۔ یعنی شام و فلسطین کے علاقہ میں ہیں جہاں رومیوں اور فارسیوں کے درمیان لڑائی ہوئی تھی۔

بہرحال فتح و نصرت سے پہلے اور اس کے بعد فتح و شکست اور اس کے اسباب و اختیارات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہ چاہے تو بلا اسباب بھی فتح عطا کر سکتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کو عطا کی تھی۔ اور چاہے تو فتح کے اسباب کی موجودگی میں بھی شکست سے ہمکنار کر سکتا ہے جیسے پہلے رومیوں کو ہوئی تھی۔

بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر

۴) یومئذ یفرح المؤمنون... الآیۃ

یہ اللہ کا حتمی وعدہ ہے کہ وہ ایسا کرے گا اور اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ وہ جسے چاہتا ہے فتح و نصرت عطا فرماتا ہے چنانچہ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور فتح بدر کے موقع پر خدائے قدیر نے مسلمانوں کے لئے دونوں خوشیاں اکٹھی کر دیں۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور مشرکین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

۵) یعلمون ظاھراً... الآیۃ

عام لوگ زندگانی دنیا کا ظاہری پہلو دیکھتے ہیں مگر آخرت کے حالات سے بالکل بے خبر ہیں ان کی ساری تگ و تاز صرف مادی دنیا تک محدود ہے۔ اس سے ماوراء ان کے ذہنوں کی رسائی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا ہو یا اس کے حالات و واقعات ان کا تعلق عالم شہود سے ہے اور آخرت اور اس کے احوال و اہوال۔ اس کا تعلق عالم غیب سے ہے اور ظاہر ہے کہ عالم شہود ظاہری حواس سے محسوس ہو جاتا ہے۔ مگر عالم غیب کے حالات معلوم کرنے کا ذریعہ صرف وحی ربانی ہے۔ تو جو لوگ سرے سے وحی کے ہی منکر ہوں ان کو آخرت کے حالات کا علم کس طرح حاصل ہوگا؟

خلاصہ یہ کہ مادیت پرستی اور آخرت فراموشی سے بڑھ کر اور کیا جہالت و ضلالت ہو سکتی ہے؟

۶) اولم یتفکروا فی انفسھم... الآیۃ

اگر لوگ آفاقی آیات سے ہٹ کر صرف انفسی آیات پر غور کریں۔ تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ خالق حکیم نے کائنات میں کوئی بھی چیز عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کی ہے۔ ان کا اپنا وجود ہو یا زمین و آسمان کی خلقت خدا نے سب کو حق و حکمت کے ساتھ اور ایک مخصوص وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے اور جو یہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ فنا کے بعد اس کے دوبارہ اعادہ پر بھی یقینا قادر ہے اور جب انسان کی خلقت کا کوئی مقصد ہے اور وہ عبادت پروردگار ہے تو مطیع کی جزا اور عاصی کی سزا کا بھی کوئی انتظام ہونا چاہیے اور اسی جزا اور سزا والے دن کا نام قیامت ہے۔

۷) افلم یسیروا فی الارض۔۔۔ الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت سورہ ال عمران میں نمبر ۱۳۷ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔ عام اہل دنیا ہوں یا مادہ پرست وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا یہ مال ومنال اور جاہ وجلال ہمیشہ رہے گا نہ اسے زوال آئے گا اور نہ کبھی انہیں کوئی سزا دی جائے گی ایسے مست لوگوں کو خدا دعوت فکر دے رہا ہے کہ اگر کبھی دنیا کے گورکھ دھندوں سے فرصت ملے تو زمین میں چل پھر کر ان لوگوں کے محلات کے کھنڈرات کو دیکھو جو کبھی تم سے زیادہ متمدن اور تم سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور تم سے زیادہ زمینوں میں زراعت کرتے، ہل چلاتے اور انہیں کھود کر اس کے نیچے سے پانی اور معدنیات نکالتے تھے۔ اور انہیں آباد کرتے تھے۔ مگر آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام ونشان تک بھی موجود نہیں ہے۔ ان کا یہ بُرا انجام کیوں ہوا؟ صرف کفر وشرک سے، انبیاء کی تکذیب سے، ظلم وسرکشی سے اور عدوان و عصیان سے۔ تو اس میں درس عبرت پوشیدہ ہے کہ جو قوم بھی ایسے کام کرے گی جس کی وجہ سے سابقہ قومیں تباہ ہوئی ہیں تو اس کا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ ان لوگوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔ **ونعم ما قیل**

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کی قبروں کے کبھی کتبے بھی پڑھا کر
ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نہ کردے
تنہائی کے لمحات میں کبھی رو بھی لیا کر

۸) ثم کان عاقبۃ الذین۔۔۔ الآیۃ

اوپر تشریح الالفاظ میں اس آیت کی نحوی ترکیب کر کے اس کے مفہوم کی وضاحت کر دی گئی ہے اور ہمیں اس کی دوسری ترکیب وتعبیر زیادہ قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم نے ترجمہ تو وہی کیا ہے جو عام سنی و

شیعہ مترجمین نے کیا ہے۔ فتدبر

آیات القرآن

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ
السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا
وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ
يَّتَفَرَّقُوْنَ⑭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ
يُّحْبَرُوْنَ⑮ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ⑯ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ
تُصْبِحُوْنَ⑰ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ
تُظْهِرُوْنَ⑱ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ⑲

ترجمۃ الآیات

اللہ ہی تخلیق کی ابتداء کرتا ہے وہی پھر اس کا اعادہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (۱۱) اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اس دن) مجرم مایوس اور بے آس ہوجائیں گے (۱۲) اور ان کے بنائے شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور وہ بھی اپنے شریکوں سے انکار کر جائیں گے (۱۳) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن (مومن وکافر) الگ الگ ہوجائیں گے (۱۴) پس وہ لوگ جو ایمان لائے تھے اور نیک عمل کئے تھے وہ باغ (بہشت) میں خوش وخرم اور محترم ہوں گے (۱۵) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور آخرت کی حضوری کو جھٹلایا وہ (ہر وقت) عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے (۱۶) پس تم

جب شام کرو اور جب صبح کرو تو اللہ کی تسبیح کرو (اس کی پاکیزگی بیان کرو) (۱۷) اور آسمانوں میں اور زمین میں اور سہ پہر کو اور جب تم ظہر کرتے ہو ساری حمد و ثناء اسی خدا کے لئے ہے (۱۸) وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ (سرسبز) کر دیتا ہے۔ اسی طرح تم (مرنے کے بعد) نکالے جاؤ گے (۱۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ یبلس... ابلاس کے معنی غمگین، شکستہ دل اور مایوس و حیران ہونے کے ہیں۔

۲۔ یتفرقون...... تفرق، مجمع کی ضد ہے جس کے معنی الگ الگ ہونے کے ہیں کہ اس دن مومن الگ ہو جائیں گے اور کافر الگ۔

۳۔ روضہ...... کے معنی باغ کے ہیں۔

۴۔ یحبرون...... یہ حبور سے مشتق ہے جس کے معنی ایسی خوشی کے ہیں جس کے ساتھ اکرام بھی ہو۔

۵۔ محضرون...... کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر وقت جہنم میں حاضر رہیں گے اور کبھی اس کے عذاب سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکیں گے۔

تفسیر الآیات

۹) الله یبدأ الخلق... الآیة

اس جیسی ایک آیت سورہ عنکبوت میں نمبر ۱۹ پر گزر چکی ہے خالق اکبر نے اس میں اپنی قدرت کاملہ کا تذکرہ فرمایا ہے کہ مخلوق کی خلقت کی ابتداء بھی اسی نے کی ہے اور پھر اس کا اعادہ بھی وہی کرے گا۔ جب پیدا کرنے کی ابتداء ممکن ہے اور سب کے مشاہدہ میں ہے تو پھر اس کا اعادہ کیوں ناممکن ہے؟ ہے کوئی اس کا معقول جواب؟

۱۰) یوم تقوم الساعة... الآیة

قیامت کے دن مجرمین کی پریشانی و سراسیمگی کی تصویر کشی

قیامت کے دن مجرموں کی مایوسی و حیرانی کی تصویر کشی کی جا رہی ہے کہ جب ان کے وہ خودساختہ شریک جن کے بل بوتے پر وہ کفر و شرک اور دوسرے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے جب یہ دیکھیں گے کہ ان میں

سے آج ان کا کوئی سفارشی نہیں ہے اور اپنے کفر و شرک اور بغاوت و سرکشی کے جواز کی کوئی دلیل نہیں پائیں گے تو اس وقت وہ مبہوت اور لاجواب ہو کر مایوس و متحیر ہو جائیں گے۔ اس بیان سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ یہاں مجرمین سے عام گنہگار مراد نہیں ہیں جنہوں نے اسلام و ایمان کو اختیار کرنے کے بعد عام گناہوں کا ارتکاب کیا ہو گا بلکہ ان سے خالق و مالک کے حقیقی باغی یعنی کفار و مشرکین اور رسولوں کے مکذبین مراد ہیں۔ جو خدا کی بجائے شیطان، شرکاء اور اپنے نفس امارہ کی پرستش کرتے رہے یا پھر وہ فریب خوردہ لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو خدا اور رسول اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے باوجود اپنے پیشواؤں کی شفاعت کے غلط مفہوم پر بھروسہ کر کے زندگی بھر مسلسل خدا کی نافرمانی کرتے رہے اور شریعت کی حدوں کو توڑتے رہے جب وہ قیامت کے ہولناک مناظر کو دیکھیں گے اور کوئی شفیع و سفارشی نہیں پائیں گے اور حالات کا نقشہ اپنی توقعات کے خلاف پائیں گے تو مایوس و بے بس ہو جائیں گے اور بیحد پچھتائیں گے مگر اس وقت کا پچھتاوا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ''**ولا تنفعهم شفاعة الشافعين**''۔ (المزمل) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ یعنی وہ ایسے بدکاروں اور نابکاروں کی شفاعت ہی نہیں کریں گے۔

۱۱) ویوم تقوم الساعة... الآية

دنیا میں تعلقات کی بنیاد قوم، وطن یا زبان وغیرہ ذاتی یا سیاسی مفادات پر رکھی جاتی ہے مگر قیامت کے دن یہ تمام بنیادیں منہدم ہو جائیں گی اور سب دنیوی تعلقات ختم ہو جائیں گے۔ وہاں تو صرف دو گروہ ہوں گے۔ اصحاب الیمین۔ جو جنت کی طرف جائیں گے اور اصحاب الشمال جو جہنم کی طرف لیجائے جائیں گے۔ یعنی ایک طرف مومن اور ہدایت یافتہ لوگ ہوں گے **اولئك هم اصحاب الجنة** اور دوسری طرف کافر اور گمراہ لوگ مکرم ہوں گے۔ **اولئك هم اصحاب النار**۔

۱۲) فاما الذين آمنوا... الآية

پس جو مومن اور نیکوکار ہوں گے وہ باغ بہشت میں خوش و خرم اور مکرم و محترم ہو کر رہیں گے۔ اور جو کافر اور آیات الٰہیہ اور قیامت کی حاضری کے مکذب و منکر ہوں گے وہ ہمیشہ عذاب الٰہی میں حاضر باش ہو کر معذب رہیں گے۔

مخفی نہ رہے کہ ایمان والوں کے نیک انجام کے ساتھ نیک کام کی شرط عائد کی گئی ہے مگر کافرین و مکذبین کے برے انجام کے ساتھ بدعمل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بدانجامی کے لئے ان کا کفر و تکذیب ہی کافی ہے بدعملی ضروری نہیں ہے۔

ایضاح:

ان آیتوں میں دو طبقوں کا تذکرہ مع ان کے انجام کے کر دیا گیا ہے۔

ا۔وہ جو اہل ایمان اور صالح الاعمال ہوں گے کہ وہ جنتی ہوں گے۔

۲۔وہ جو کافر و مکذب ہوں گے وہ جہنمی ہوں گے۔

مگر یہاں ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جس کا ان آیتوں میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔مگر دوسری آیات و روایات میں ہے اور وہ ہے گنہگار اہل ایمان کا طبقہ۔

ان کے بارے میں شریعت کا فیصلہ یہ ہے کہ

ا۔اگر مرنے سے پہلے توبہ کر لی۔

۲۔یا شفاعت کے قابل ہوئے اور ان کی شفاعت ہوگئی۔

۳۔یا خدا کا خصوصی فضل و کرم ان کے شامل حال ہو گیا۔تو پھر تو یقیناوہ بخشے جائیں گے ورنہ اپنے جرم کی نوعیت کے مطابق انہیں سزا بھگتنا پڑے گی اور آخر کار نجات پائیں گے الغرض ایسے لوگ مخلد فی النار نہیں ہوں گے۔اس موضوع کی دوسری تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱۳)فسبحان اللہ۔۔۔الآیۃ

سبحان مصدر ہے اور بظاہر یہ جملہ خبر یہ ہے مگر امر کے معنی میں ہے یعنی سبحوا اللہ۔یعنی سبحان اللہ سبحو کا قائم مقام ہے کہ اللہ کی تسبیح بیان کرو۔یا فسبحان سے پہلے ایک فعل محذوف ہے۔**فسبحوا اللہ سبحانہ** کہ اللہ سبحانہ کی صبح و شام کے وقت تسبیح کرو۔اس سے اگلی آیت میں ہے کہ آسمان و زمین میں سہ پہر اور ظہر کے وقت اللہ کے لئے ہر قسم کی حمد و ثنا ہے۔اس سے بعض علماء نے تسبیح اور حمد سے نماز مراد لی ہے۔اور ان سے پانچ نمازوں کے اوقات مراد لئے ہیں۔یعنی صبح سے نماز صبح شام سے نماز مغرب اور سہ پہر سے نماز عصر اور ظہر سے نماز ظہر۔اور اگر اس تسبیح و حمد سے ان کی عرفی معنی مراد لئے جائیں تو پھر اگر چہ تسبیح و حمد کا کوئی مقررہ وقت نہیں ہے بلکہ وہ ہر وقت کی جاسکتی ہے۔مگر ان اوقات میں اس کی تاکید زیادہ ہوگی۔

۱۴)یخرج الحی۔۔۔الآیۃ

یہ آیت قبل ازیں بھی گزر چکی ہے اور وہیں تفصیل سے اس کی تفسیر بیان کی جاچکی ہے اور واضح کیا جاچکا

ہے کہ زندہ سے مردے نکالنے کا مطلب مومن سے کافر کا پیدا کرنا یا انسان کا نطفہ سے پیدا کرنا اور زندہ سے مردہ نکالنے کا مفہوم مومن سے کافر پیدا کرنا یا انسان سے نطفہ نکالنا مراد ہے۔ فراجع

۱۵) یحیی الارض ... الآیۃ

اس آیت کا یہ حصہ بھی پہلے مع تفسیر گزر چکا ہے کہ زمین مردہ یعنی بنجر ہوتی ہے مگر جب اس پر باران رحمت برستا ہے تو وہ زندہ ہو جاتی ہے یعنی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور اس میں نباتات لہلہانے لگتی ہے اور یہ بات تو سب کے مشاہدہ میں ہے تو جو قادر اپنی قدرت کا تمہیں یہاں یہ کرشمہ دکھا رہا ہے وہی قیامت کے دن قبروں سے مردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں لائے گا۔ منکرین قیامت اور مادہ پرست لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب اس کی نظیر اور مثال دنیا میں موجود ہے اور تم بچشم خود مشاہدہ کر رہے ہو تو پھر قیامت کا انکار کیوں؟......اور وہ ناممکن کیوں؟

آیات القرآن

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ۝۲۰
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا
وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ۝۲۱ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ۝۲۲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۝۲۳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۝۲۴ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ
ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ۝۲۵ وَلَهٗ مَنْ

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

اوراس کی (قدرت) کی نشانیوں سے (ایک) یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھرتم ایک دم آدمی بن کر پھیلتے جارہے ہو(۲۰) اوراس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت (نرم دلی و ہمدردی) پیدا کردی۔ بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں (۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی ہے۔ بے شک اس میں اہل علم کے لئے بہت بڑی نشانیاں موجود ہیں (۲۲) اوراس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا ہے اور (دن میں) اس کے فضل (روزی) کا تلاش کرنا بھی بے شک اس میں (غور سے سننے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (۲۳) اوراس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کی موت (خشکی) کے بعد زندہ (شاداب) کردیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل سے کام لینے والے لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں (۲۴) اوراس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی بار پکارے گا تو تم یکبارگی نکل پڑو گے (۲۵) جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے (اور) سب اسی کے تابع فرمان ہیں (۲۶) اور وہ وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے اعلیٰ ہے وہ غالب اور بڑا حکمت والا ہے (۲۷)

تشریح الالفاظ

۱۔ تنتشرون...... یہ انتشار سے مشتق ہے جس کے معنی پھیلنے کے ہیں۔

۲۔ ازواجا...... یہ زوج کی جمع ہے جس کے معنی خاوند، بیوی اور جوڑا ہے۔

۳۔ فضلہ...... فضل کے معنی فضل و کرم اور روزی کے ہیں۔

۴۔ البرق...... کے معنی بجلی کے ہیں۔

۵۔ فانتون...... یہ قنوت سے مشتق ہے جس کے معنی مطیع اور تابع فرمان ہونے کے ہیں۔

۶۔ المثل الاعلیٰ...... مثل کے معنی صفت کے ہیں کہ اللہ کی صفات وہ اعلیٰ وارفع ہیں کہ ان کی کوئی مثال نہیں ہے۔

تفسیر الآیات

۱۶) ومن اٰیاتہ...الآیۃ

یہاں سے شروع کر کے کئی آیتوں تک خداوند عالم کی وحدانیت و یکتائی اور اس کی قدرت و کبریائی اور حکمت و دانائی کے دلائل کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ اوران دلائل میں سے ہر دلیل اس قدر مضبوط اور ایمان و یقین افزا ہے کہ ایک منصف مزاج اور حق جو آدمی کا دل و دماغ اس کی ہستی اور اس کی وحدانیت کی گواہی دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی قادر مطلق اور علیم و حکیم خدا نے تمہیں یعنی تمہارے باوا آدم کو جن تک تمہارا سلسلہ نسب منتھی ہوتا ہے بے جان اور عقل و شعور سے عاری مٹی سے پیدا کیا ہے اور پھر اسے نہ صرف یہ کہ اپنی قدرت کاملہ سے حیات، فہم و فراست اور عقل و خرد کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا بلکہ اسے اشرف المخلوقات بنایا اور ان کے درمیان کئی قسم کے تعلقات قائم فرمائے۔ کیا کوئی عقل کا اندھا یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ یہ سب کاروائی بے شعور اور بے جان مادہ کی ہے؟ صدفۃً اور اتفاقاً یہ سب کچھ ہو گیا ہے؟ حاشا و کلا؟ کوئی صاحب عقل سلیم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ یہ ماننے پر مجبور ہے کہ ذالك تقدیر العزیز العلیم

ذات نا یافتہ از ہستی بخش
نتواند کہ شود ہستی بخش

۱۷) ومن اٰیاتہ ان خلق لکم ۔۔۔ الآیۃ

خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بیویوں کا پیدا کرنا بھی ہے

خالق حکیم نے زندگی کی دشوار گزار منزلوں کو عبور کرنے اس کے مصائب و آلام کو کم کرنے اور آرام و سکون کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے کے لئے اسی کی جنس یعنی نوع سے رفیق حیات بیویاں پیدا فرمائیں پھر اپنی قدرت کاملہ سے ان میاں بیوی میں وہ محبت اور ہمدردی پیدا کی کہ کہیں کا مرد اور کہیں کی عورت مگر رشتہ عقد و ازدواج میں منسلک ہوتے ہی ان کے درمیان ایسی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ماں باپ اور دوسرے عزیز و اقارب ایک طرف اور وہ ایک طرف۔ ان کے درمیان محبت کا وہ چراغ روشن ہوتا ہے جسے دنیا کے طوفان کبھی بجھا نہیں سکتے۔ پھر لطف یہ ہے کہ دونوں جوڑوں کی پیدائش اس تناسب و توازن سے ہوتی ہے کہ کہیں اور کبھی بھی قلت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

بہر حال مرد عورت کی ضرورت اور عورت مرد کی ضرورت ہے یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ بلکہ قرآنی الفاظ میں یہ ایک دوسرے کا لباس ہیں جس کے بغیر وہ عریاں ہیں۔ اس بیان حقیقت ترجمان سے واضح و عیاں ہو گیا کہ عورت مرد کی کنیز نہیں ہے بلکہ اس کی رفیقہ حیات ہے اور اس کے لئے سرمایہ رحمت و تسکین اور باعث آرام و سکون ہے۔ جس سے اس کو روحانی سکون بھی ملتا ہے اور اس کے پہلو میں جسم کو بھی سکون و آرام حاصل ہوتا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں کسی مقام پر اس جیسی ایک آیت گزر چکی ہے اور اس کی تفسیر میں اس موضوع پر مکمل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ فراجع

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس گھر میں قلبی سکون ہے وہ گھرانہ اپنے مقصد نکاح میں کامیاب ہے اور جہاں یہ دولت نہیں وہ ناکام ہے اور یہ مقصد جب ہی مکمل ہوتا ہے کہ اس جنسی تعلق کی بنیاد شرعی نکاح پر ہو اور پھر میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھیں اور پھر ادا بھی کریں۔ واللہ الموفق

۸) واختلاف السنتکم ۔۔۔ الآیۃ

زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا بھی قادر مطلق کی قدرت کا ایک بڑا کرشمہ ہے

زمین و آسمان کی خلقت کے علاوہ جو کہ خالق کی تخلیق کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ یہاں ایک اور قدرت کی بڑی نشانی کی طرف اہل علم و دانش کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ماں باپ کی اولاد اور اس کے

باوجود زبانیں مختلف اور لہجے مختلف ہیں باوجود یہ کہ حروف محدود ہیں کام وزبان کی ساخت ایک جیسی ہے مگر زبانیں ہزاروں ہیں۔ ہر خطہ کی زبان مختلف ہے لب ولہجہ مختلف ہے اور رنگ وروپ مختلف ہے قد کاٹھ مختلف ہے حتیٰ کہ ہر شخص کے ہاتھ کی لکیریں مختلف ہیں اور ہر آدمی کے انگوٹھے کے نقوش مختلف ہیں۔

کیا یہ اختلاف زبان وبیان اور یہ اختلاف رنگ وروپ کسی قادر حکیم کی قدرت وحکمت کی نشاندہی نہیں کرتا جس سے زندگی کا تنوع قائم ہے تا کہ اگر آنکھ سے کسی کی شناخت کرنا ہوتو رنگ کام آئے اور کان سے شناخت کرنا ہوتو پھر آواز کام آئے۔ بہرحال اس تنوع سے باشرع اہل علم طبعی اور اجتماعی علوم کی کئی کتابیں مرتب کر سکتے ہیں۔

۱۹)ومن آیاته منامکم باللیل...الآیة

رات دن کی نیند بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور اس کی مہربانی ہے

اگر لوگ ہر وقت کام میں لگے رہتے۔ سوکر آرام نہ کرتے تو کام کرتے کرتے وقت سے پہلے ختم ہوجاتے اور اگر ہر وقت سوتے ہی رہتے تو پھر کام کب کرتے اور نظام کائنات کیسے چلتا؟ اس لئے خالق حکیم نے رات (اور دن کا کچھ حصہ) نینداور آرام کے لئے مقرر کردیا اور باقی دن اس کے فضل یعنی روزی کی جستجو اور تلاش کے لئے مخصوص کردیا تا کہ کام کرنے سے جو طاقت صرف ہوتی ہے وہ نیند کے ذریعے سے واپس مل جائے اور آدمی نئی توانائی اور نشاط کے ساتھ آنے والے دن کا استقبال کرے اور نئے جوش وولولہ کے ساتھ اپنا کام کرسکے۔ اس آیت سے دن کے وقت سونے کی جسے قیلولہ کہا جاتا ہے افادیت بھی اجاگر ہوجاتی ہے جس کے مفید ہونے پر حکماء متفق نظر آتے ہیں۔

بہرکیف نیند کتنی بڑی نعمت ہے اس کا صحیح اندازہ وہ لوگ لگا سکتے ہیں جن کو خواب آور گولیاں استعمال کئے بغیر نیند نہیں آتی اور بعض دفعہ وہ بھی ناکام ہوجاتی ہیں اور وہ نیند کے لئے ترستے رہ جاتے ہیں۔

۲۰)ومن ایاته یریکم البرق...الآیة

آسمانی بجلی کا دکھانا بھی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے

خدائے علیم وحکیم بجلی یعنی اس کی گرج چمک دکھا کر ڈراتا بھی ہے کہ کہیں ان پر گرانہ دی جائے اور امید بھی دلاتا ہے کہ باران رحمت کے نزول کا پیش خیمہ بھی ہے۔ جس سے مردہ (بنجر) زمین زندہ (سرسبز وشاداب) ہوجاتی ہے اور نباتات لہلہانے لگتی ہیں۔ اور یہ بات بعث بعد الموت کی دلیل اور علامت بھی ہے کہ کذلکم

تخرجون تم بھی مرنے کے بعد اسی طرح زندہ کئے جاؤ گے اور میدان حشر میں لائے جاؤ گے۔

۲۱)ومن آیاتہ ان تقوم۔۔۔الآیة

آسمان وزمین کا قیام بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے

صرف یہی نہیں کہ اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کر دیا اور پھر ان کو یونہی تقدیر پر چھوڑ دیا بلکہ وہ ان کی تدبیر بھی کر رہا ہے آسمان کا مرئی ستونوں کے بغیر قائم رہنا اور زمین کا پانی پر قائم رہنا اور اس میں نہ دھنس جانا اس کے حکم سے نہیں ہے تو پھر کس کے امر کے تحت ہے؟ نیچری اور مادہ پرست مادہ اور علل واسباب کا جال جس قدر چاہیں پھیلائیں۔آخر کار مسبب الاسباب کے امر پر یہ سلسلہ ختم ہوگا کہ اسی کے حکم سے یہ سارا نظام کائنات برقرار ہے اور بڑی خوش اسلوبی اور بڑے نظم وضبط سے چل رہا ہے۔ ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم

۲۲)ثم اذا دعا کم دعوۃ۔۔۔الآیة

ہاں البتہ جب خالق حکیم اس نظام دنیا کو ختم کر کے نظام آخرت قائم کرنا چاہے گا تو اس نظام کو درہم برہم کر دے گا اور اس کی ایک آواز پر سب مردے لبیک کہتے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے اور میدان حشر میں اکھٹے ہو جائیں گے کس قدر مقام عبرت ہے کہ زمین کے اوپر خدا اور اس کے نمائندے یعنی انبیاء وآئمہ لوگوں کو بار بار پکارتے اور آواز دیتے ہیں مگر نہ کوئی سنتا ہے اور نہ کوئی لبیک کہتا ہے مگر زمین کے اندر جب صرف ایک بار انہیں بلایا جائے گا تو پھر سب دوڑ کر حاضر ہو جائیں گے۔مگر اس دن کا لبیک کہنا انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔کیونکہ اس دن کا بلاوا جزاوسزا کے لئے ہوگا نہ کہ عمل کے لئے کیونکہ اس دن عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ الیوم عمل ولا حساب وغدًا حساب ولا عمل۔آج عمل ہے مگر حساب نہیں ہے جبکہ کل حساب ہوگا مگر عمل نہ ہوگا۔(نہج البلاغہ)

۲۳)ولہ من فی السمٰوٰت۔۔۔الآیة

چونکہ من کا اطلاق ذوی العقول پر ہوتا ہے لہذا مفہوم یہ ہوگا کہ آسمان وزمین میں جو کوئی عقلمند مخلوق موجود ہے وہ سب اللہ کی ملک ہے اور اس کی مطیع اور تابع فرمان ہے تو جب عاقل مخلوق اس کی ملک ہے اور اس کی تابع ومنقاد ہے تو پھر جو عاقل مخلوق نہیں وہ بالتبع اس کی ملکیت ہوگی کیونکہ خالق الخلق بھی وہی ہے اور مالک الملک بھی وہی ہے۔لا شریك له

۲۴)وھو الذی یبدأ الخلق۔۔۔الآیة

اس آیت کا یہ ابتدائی حصہ او پر آیت ۱۱ میں مع تفسیر گزر چکا ہے البتہ یہاں اس قدر اضافہ ہے کہ **وھو اھون علیہ**۔ کہ یہ دوبار پیدا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے کیونکہ کسی چیز کی ایجاد وابداع مشکل ہوتی ہے جو تم بچشم خود دیکھ رہے ہو اسی چیز کا دوبارہ بنانا اور اس کے متفرق اجزاء کو جمع کرنا تو اس کی نسبت زیادہ آسان ہے تو جب تم مشکل بات کا اقرار کرتے ہو تو پھر آسان چیز کے انکار کا کیا مطلب ہے؟

واضح رہے کہ یہ مشکل وآسان والی تعبیر بھی انسانی فہم کے مطابق اختیار کی گئی ہے۔ ورنہ خدا کے لئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے۔

۲۵) وله المثل الاعلى...الآية

توحید کے دلائل وشواہد کا خاتمہ اس لطیف جملہ پر کیا جارہا ہے کہ **وله المثل الا علیٰ فی السمٰوت والارض وھو العزیز الحکیم**۔ المثل کے معنی صفت کے ہیں کہ اس کی صفت عظیم الشان ہے ایک اور جگہ وارد ہے **وله الا مثال العلیا**۔ یعنی اس کے لئے عالیشان امثال وصفات موجود ہیں کہ جن کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے حالانکہ دنیا میں ہر صفت کی کوئی مثال موجود ہوتی ہے مگر خدا کی ذات کی طرح اس کی صفات کی بھی کوئی مثال ونظیر موجود نہیں ہے۔ **ھو الا ول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الباطن ھو الرحمن ھو الرحیم۔ ایاما تدعو فله الاسماء الحسنی**

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض اخبار میں وارد ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے حضرت امیر علیہ السلام سے فرمایا۔ **انت المثل الا علی** تو مثل اعلیٰ ہے۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ آپ نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا **نحن كلمة التقویٰ و سبیل الھدیٰ و المثل الاعلیٰ**۔ ہم کلمۂ تقویٰ، ہدایت کا راستہ اور مثل اعلیٰ ہیں۔ (تفسیر صافی)

اور زیارت جامعہ میں وارد ہے۔ **السلام علی آئمة الھدیٰ۔ وورثة الا نبیاء و المثل الا علیٰ**۔ اور پھر اس سے اس مطلب پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں جو اللہ کے لئے مثل اعلیٰ وارد ہے اس سے مراد آئمہ اہلبیتؑ ہیں ایسا استدلال کرنے والوں نے تجانس لفظی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی نافرجام کی ہے ورنہ اللہ کی صفات عالیہ اللہ سے ہی مخصوص ہیں۔ یہاں مقصد صرف یہ ہے کہ مخلوق خدا میں سرکار محمد وال محمد علیہم السلام کے صفات اس قدر اجل واعلیٰ اور بلند وبالا ہیں کہ اللہ کی ساری مخلوقات میں ان جیسی صفات کمالیہ کا کوئی حامل نہیں ہے۔ ورنہ این التراب ورب الارباب؟

آیات القرآن

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ
مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ
اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ
الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا
لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ
فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا
الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ
وَكَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ
ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِیْقٌ
مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٚ وقفة
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا
بِهٖ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ
خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَاۤ

اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّيَرۡبُوَاۡ فِىۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ‌ ۚ وَمَاۤ
اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ زَكٰوةٍ تُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ ۝٣٩ اَللّٰهُ
الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ‌ ؕ هَلۡ مِنۡ
شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰ لِكُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشۡرِكُوۡنَ ۝٤٠

ترجمۃ الآیات

وہ (اللہ) تمہارے لئے تمہاری اپنی ذات (اور تمہارے حالات) سے ایک مثل بیان کرتا ہے کہ تمہارے غلاموں سے کوئی تمہارا اس طرح شریک ہے ان چیزوں میں جو ہم نے تمہیں عطا کر رکھی ہیں کہ تم اور وہ برابر کے حصہ دار بن جاؤ کہ ان سے اس طرح ڈرنے لگو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے (برابر والے) سے ڈرتے ہو؟ ہم عقل سے کام لینے والوں کے لئے اسی طرح آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں (۲۸) بلکہ ظالم لوگ سمجھے بوجھے بھی اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔ جسے اللہ (اس کی نافرمانی کی وجہ سے) گمراہی میں چھوڑ دے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے (۲۹) پس (اے رسولؐ) آپ باطل سے کنارہ کش ہو کر اپنا رخ دین (حق) کی طرف رکھیں یعنی اس (دین) کی پیروی کریں جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۳۰) (تم اپنا رخ اسلام کی طرف رکھو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور ان (مشرکین) میں سے نہ ہو جاؤ (۳۱) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود گروہ گروہ ہو گئے (پھر) ہر گروہ اس پر خوش ہے جو کچھ اس کے پاس ہے (۳۲) اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو یکایک ان میں سے ایک گروہ پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے

(۳۴) تاکہ اس (نعمت) کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں عطا کی ہے۔ اچھا کچھ دن حظ حاصل کرلو۔ عنقریب تمہیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا (۳۴) کیا ہم نے ان پر کوئی سند (دلیل) نازل کی ہے جو انہیں شرک کرنے کو کہہ رہی ہے جو وہ کر رہے ہیں (۳۵) اور جب ہم لوگوں کو (اپنی) رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور جب ان پر ان کے اعمال کی پاداش میں جو وہ پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو ایک دم مایوس ہو جاتے ہیں (۳۶) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں (۳۷) پس (اے رسولؐ) آپ (اپنے) قرابتداروں مسکین اور مسافر کو ان کا حق دے دیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو رضائے خدا کے طلبگار اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (۳۸) اور جو چیز (روپیہ) اس لئے سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوۃ تم خوشنودی خدا کیلئے دیتے ہو ایسے ہی لوگ اپنا مال کئی گنا بڑھانے والے ہیں (۳۹) وہ اللہ ہی ہے جس نے (پہلے) تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر وہ تمہیں موت دے گا اور پھر تمہیں زندہ کریگا۔ کیا تمہارے بنائے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کوئی کام کر سکے؟ اللہ پاک ہے اور بلند و بالا ہے ان کے شرک سے جو وہ کرتے ہیں (۴۰)

تشریح الالفاظ

(۱) **حنیفا**۔ حنیف کے معنی ہیں ہر باطل اور غلط بات سے منہ موڑ کو پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا۔ ملت ابراہیمی پر قائم اور اسلامی احکام پر عمل کرنے والا۔ (۲) **فطرہ**۔ فطرہ ہر وہ طبعی صفت جس سے ہر موجود ابتدائے پیدائش میں متصف ہو طبعی حالت، دین، سنت طریقہ اور پیدائش ان سب باتوں کو فطرت کہا جاتا ہے۔ (۳) **منیبین الیہ**۔ انابہ سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ (۴) **لیکفروا**۔ میں جو لام ہے وہ عاقبت وانجام کا بھی ہو سکتا ہے ور امری بھی جس کا مطلب دھمکی دینا ہوتا ہے، جیسے من شاء فلیکفر۔ (۵) **یقنطون**۔ یہ قنط وقنوط سے مشتق ہے جس کے معنی مایوس اور ناامید ہونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۶) ضرب لکم مثلا ۔۔ الآیۃ

توحید باری تعالیٰ اور نفی شرک پر ایک اقناعی دلیل

سابقہ آیتوں میں جن قدرت کی نشانیوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا گیا تھا ان سے جہاں خدا کی توحید ثابت ہوتی ہے وہاں قیامت کے ممکن الوقوع ہونے پر بھی بڑی تیز روشنی پڑتی ہے مگر اب ایک نفسیاتی اور موثر مثال سے شرکاء کی نفی کر کے توحید پروردگار کو بڑے دلنشین انداز میں ثابت کیا جا رہا ہے۔ خدائے حکیم مشرکین سے سوال کر رہا ہے کہ مال وزر میں نے تمہیں دیا ہے اور بعض لوگوں کو جو انسان و آدمی ہونے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں تمہارا زرخرید غلام بھی میں نے بنایا تم یہ پسند کرتے ہو کہ انہیں اس دولت میں اس طرح اپنا برابر کا شریک بناؤ کہ اگر تم اس میں غلط تصرف کرو تو ان سے اس طرح ڈرو جس طرح اپنے برابر کے شریکوں سے ڈرتے ہو؟ تو اس سوال کا جواب اگر نفی میں ہے کہ تم ایسا کرنا ہرگز پسند نہیں کر سکتے تو تم یہ کس طرح گوارا کرتے ہو کہ کائنات کے خالق، مالک اور پالک کے ساتھ ان بے جاں اور بے بس و بے کس بتوں اور بے اختیار فقیروں کو اسکا شریک ٹھہراؤ؟؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس عام فہم اور دلنشین تمثیل کے ذریعہ سے خالق حکیم نے ان مشرکوں کو بڑے موثر انداز میں تنبیہ کی ہے جو باوجود خدا کو زمین و آسمان کا خالق اور ہر چیز کا مالک سمجھنے کے اپنے خودساختہ معبودوں کو اس کا شریک قرار دیتے تھے۔ اور ان سے دعا و پکار کرتے تھے اور ان کے آگے نذریں و نیازیں پیش کرتے تھے جیسا کہ ان کے تلبیہ کے ان الفاظ سے بھی ظاہر ہے جو وہ احرام حج باندھتے وقت ادا کرتے تھے۔ لبيك اللهم لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه۔ بھلا اس حماقت کی کوئی انتہا ہے کہ مشرکین اپنے شرکاء کو اللہ کا مملوک بھی تسلیم کر رہے ہیں اور پھر انہیں اس کا شریک بھی ٹھہرا رہے ہیں۔ مالكم كيف تحكمون o

۲۷) بل اتبع الذین ظلمو ۔۔ الآیۃ

اللہ مورکھوں کو ہدایت نہیں دیتا

یہ ظالم لوگ جو شرک جیسے ظلم عظیم کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں یہ علم و عقل کی روشنی کے بغیر

جہالت وضلالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور محض اپنی خواہشات نفس کی اتباع کر رہے ہیں تو جب ان کفر وشرک اور مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے خدا نے ان سے توفیق ہدایت ہی سلب کر کے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے تو پھر کون ان کو ہدایت دے سکتا ہے کیونکہ ہدایت تو اللہ دیتا ہے مگر وہ دیتا ان کو ہے جو اس کی طلب صادق رکھتے ہیں اور جو یہ طلب صادق نہیں رکھتے بلکہ اپنی گمراہی پر مگن ہوتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں تو ایسے مورکھوں کو نہ اللہ ہدایت دیتا ہے اور نہ ایسے لوگوں کا کوئی ناصر و مددگار ہوتا ہے

۲۸) فاقم وجهك للدين ۔ الآية

دین فطرت کی طرف رخ کرنے کا حکم بظاہر پیغمبر اسلام کو ہے مگر امت بھی اس میں داخل ہے

اگر چہ حسب ظاہر دین فطرت جو سیدھا دین ہے جس سے مراد دین اسلام ہے کی طرف رخ کرنے کا خطاب حضرت پیغمبر اسلام کو ہے مگر ان کے توسط سے یہ خطاب ان کی تمام امت کو بھی ہے یعنی جب اس بیان حقیقت ترجمان سے توحید پروردگار ثابت ہوگئی، شرکاء کی نفی ہوگئی اور قیامت کے بارے میں شکوک کے بادل چھٹ چکے تو پھر اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر پوری یکسوئی کے ساتھ دین فطرت کو اپنی توجہ کا مرکز بناؤ جو انسانی فطرت وجبلت کے تمام جنسی، معاشی سیاسی اور مادی وروحانی تقاضے پورے کرتا ہے۔ اس لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی متفق بین الفریقین حدیث شریف کے اندر فرماتے ہیں۔ **كل مولود يولد على فطرة الاسلام ثم ابواه يهودانه او ينصرانه اور يمجسانه** ۔ کہ ہر ایک بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام سے پوچھا گیا کہ ما تلک الفطرة ۔ کہ یہ فطرت کیا ہے؟ فرمایا اس سے مراد اسلام ہے جس پر اللہ نے ان کو پیدا فرمایا ہے جبکہ عالم ذر میں ان سے عہد لیا تھا کہ الست بربکم۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ (اصول کافی) اور بہت سے اخبار میں وارد ہے کہ اس سے مراد توحید ہے کہ فطرہم علی التوحید۔ کہ خدا نے اپنی مخلوق کو توحید پر خلق فرمایا ہے (تفسیر صافی)

بہر حال خداوند قدیر نے ہر شخص کی جبلت میں توحید و اسلام کو پہچاننے اور اس کو ماننے کی مکمل استعداد ودیعت فرمائی ہے مگر اس کا ماحول اور گردوپیش کے حالات اسے منحرف کر دیتے ہیں مگر اس سے اس کی فطری استعداد میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی بلکہ وہ بحال رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی موانع برطرف ہو جائیں تو

انسان پھر اپنے فطری دین کی طرف لوٹ آتا ہے سچ ہے کہ۔ اعطی کل شئی خلقه ثم هدی ۔

۲۹) لا تبدیل لخلق الله .. الآية

جب دین اسلام ہی دین فطرت ہے تو اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور ترمیم و تنسیخ اور کمی وبیشی جائز نہیں ہے چنانچہ بہت سے قدیم مفسرین نے یہاں نفی کے لا کو نہی کا لا قرار دیا ہے۔ بناء بریں لا تبدیل کا معنی ہوں گے۔ لا تبدلوا دین الله کہ اللہ کے اس دین میں کوئی تبدیلی نہ کرو جس پر ثابت و برقرار رہنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ (مجمع البیان)

یہی دین مستقیم ہے جس کی اتباع کرنا واجب و لازم ہے۔ نیز اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ خالق حکیم نے ہر انسان کی فطرت میں جو حق کو پہچاننے اور ماننے کی استعداد رکھی ہے وہ وقت، حالات اور ظروف کے تحت دب تو سکتی ہے مگر بالکل تبدیل نہیں ہو سکتی۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

۳۰) من الذين فرا قو دينهم .. الآية

اس جیسی ایک آیت سورہ انعام آیت ۵۹ اور سورہ مومنون آیت ۵۳ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں۔

۳۱) واذا مس الناس .. الآية

عام انسانوں کی ایک طبعی کمزوری کا تذکرہ

یہ انسان کی طبعی کمزوری ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے اور جب وہ اپنی رحمت کا اسے کچھ مزہ چکھاتا ہے اور وہ تکلیف دور کر دیتا ہے تو یہ شرک کرنے لگتا ہے کہ یہ تکلیف فلاں بزرگ نے دور کی ہے اور فلاں سرکار نے یہ مصیبت ٹالی ہے اور پھر ان کی نذریں اور ان کے چڑھاوے شروع ہو جاتے ہیں اس قسم کی ایک آیت سورہ یونس آیت ۱۲ اور سورہ اسرائیل آیت ۶۷ میں مع تفسیر گزر چکی ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۲) لیکفروا بما اتینا هم .. الآية

اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورہ عنکبوت میں نمبر ۶۶ پر گزر چکی ہے اور وہاں واضح کیا جا چکا ہے کہ لیکفروا میں جو لام ہے یہ عاقبت اور انجام کا بھی ہو سکتا ہے اور امر کا بھی۔ فراجع

۳۳) ام انزلنا علیھم ۔۔ الآیۃ

سلطان سے یہاں سند اور دلیل مراد ہے اور **یتکلم** کے یہاں لغوی معنی یعنی بولنا مراد نہیں ہیں بلکہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ آیا تمہارے پاس کوئی ایسی عقلی یا نقلی دلیل موجود ہے جو شہادت دے کہ تم جو شرک کر رہے ہو یہ صحیح اور درست ہے؟ اور یہ کہ خدا نے یہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے اپنے اختیارات فلاں فلاں بزرگ کو تفویض کر دیئے ہیں؟ حاشا وکلا۔

۳۴) واذا اذقنا الناس رحمۃ ۔۔ الآیۃ

اس آیت میں عام لوگوں کی کم ظرفی اور بے صبری پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ جب انہیں دولت، عزت اور طاقت مل جاتی ہے تو وہ پھولے نہیں سماتے اور جب انہی کے ہاتھوں کے کرتوتوں کے نتیجہ میں ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ایکدم مایوس اور ناامید ہو جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ آیت بھی مع تفسیر سورہ ہود آیت نمبر ۹ پر گزر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۵) اولم یروا ۔۔ الآیۃ

اللہ ہی جس کی چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے تاکہ اہل عالم کو دکھایا جائے کہ اس کی نعمت پر شکر کون ادا کرتا ہے اور زحمت پر صبر کون کرتا ہے یہ آیت قبل ازیں سورہ رعد میں آیت نمبر ۲۶ میں اور سورہ اسراء میں اور سورہ عنکبوت میں آیت ۶۲ اور سورہ قصص آیت ۸۲ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔

۳۶) فات ذا القربیٰ حقہ ۔۔ الآیۃ

غریب رشتہ داروں کا مالدار رشتہ داروں پر یہ حق ہے کہ ان کی ضروریات پوری کریں اور اگر وہ رشتہ دار آدمی کے والدین یا اولاد ہوں تو پھر ان کے نان ونفقہ کا انتظام کرنا واجب ہے اور جہاں تک مسکین اور مسافر کے حق کا تعلق ہے تو اس موضوع پر سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ انما الصدقات للفقراء والمساکین ۔۔ الآیۃ۔ میں تفصیل سے گفتگو کی جا چکی ہے۔ یہ عطا و بخشش ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ چونکہ بنا برمشہور سورہ روم مکی ہے اور یہ آیت اسی سورہ کی آیت ہے لہذا اقرابتداروں کے اس حق سے ہر قسم کا مالی تعاون اور احسان مراد ہوگا اور اگر اسے مدنی تسلیم کیا جائے تو اس سے خمس اور صدقہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ واللہ العالم

۳۷) وما اتیتم من ربا .. الآیۃ

اس آیت میں ربا سے کیا مراد ہے؟

چونکہ اصطلاحی ربا یعنی سود کی حرمت بالاتفاق ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس لئے یہاں ربا سے وہ اصطلاحی سود جو حرام ہے مراد نہیں ہے جس کی خرابیاں اور خانہ بربادیاں شمار کرنے سے قلم و زبان بھی عاجز و حیران ہے البتہ یہاں اس کی حرمت کے نزول سے پہلے گویا ذہنوں کو تیار کیا جا رہا ہے کہ دولت کی حقیقی افزائش ربا سے نہیں ہوتی بلکہ زکوۃ ادا کرنے سے ہوتی ہے۔ لہذا اس ربا سے مراد وہ عطیہ، ہدیہ یا وہ قرضہ ہے جو اس امید اور اس نیت سے دیا جائے کہ مقروض اس کی ادائیگی کے وقت کچھ زیادہ واپس کریگا مگر اس کا اظہار نہ کیا جائے اور نہ ہی اس میں اضافہ کی شرط لگائی ورنہ پھر وہی حرام سود قرار پائے گا۔ یہی تفسیر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ بہرحال اس نیت سے قرضہ دینا حرام نہیں ہے البتہ اس طرح قرضہ دینے کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ قرضہ حسنہ میں مقروض کیلئے مستحب ضرور ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اصل زر سے کچھ زیادہ ہی واپس کرے۔ **ففرض الایمان تطهيرا من الشرك والصلوة تنزيها عن الكبر والزكوة زيادة فی الرزق** ۔ کہ خدا نے ایماں اس لئے فرض کیا کہ شرک سے پاکی حاصل ہو جائے اور نماز اس لئے فرض کی ہے کہ تکبر کرنے سے نجات مل جائے اور زکوۃ بھی اسلئے واجب کی ہے کہ رزق میں زیادتی ہو۔ (الفقیہہ)

بہرحال یہاں ایسا کرنے والے کو بتایا جا رہا ہے کہ ایسا کرنے سے مال و دولت میں حقیقی اضافہ نہیں ہو گا بلکہ خوشنودی خدا کی خاطر زکوۃ ادا کرنے سے ہوتا ہے۔ **فاولئك هم المضعفون** ۔ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو اپنی دولت کئی گنا کرنے والے ہیں۔ خطبۃ الزہرؑ میں بعض واجبات کا فلسفہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ **من ذالذی يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له اضعافا كثيرة** ۔ (البقرۃ ۲۴۵) کون اللہ کو قرضہ حسنہ دیتا ہے تا کہ اللہ اس کیلئے اسے کئی گنا کر دے نیز اسی جائز مگر ناپسندیدہ ربا میں وہ نیوندرا بھی داخل ہے جو عموماً شادی و غم کی تقریبات میں لوگ ایک دوسرے کو اسی نیت سے دیتے ہیں کہ وہ لوگ جواب میں کچھ زیادہ ہی دیں گے۔ (مجمع البیان، تفسیر صافی اور کاشف وغیرہ)

۳۸) اللہ الذی خلقکم .. الآیۃ

امور تکوینہ اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں

یہ آیت اور بہت سی آیات محکمات کی طرح اس مطلب میں نص صریح ہے کہ امور تکوینہ از قسم خلق رزق

موت وحیات وغیرہ خداوند عالم ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں اوران امور کی انجام دہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اگر کوئی شخص کسی بھی مخلوق کو ان امور میں خدا کا شریک مانتا ہے تو وہ مشرک ہے۔ ومن یشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنة ۔یعنی مشرک پر جنت حرام ہے لہذا تفویض بھی باطل ہے اور غلو بھی اس موضوع کی کسی مناسب مقام پر وضاحت کی جائے گی۔ البتہ تفصیلات کے خواہش مند حضرات ہماری اعتقادی وکلامی دو کتابوں احسن الفوائد فی شرح العقائد اور اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کی طرف رجوع کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکتے ہیں۔ واللہ الموفق

آیاتُ القرآن

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ
بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّشْرِكِيْنَ ﴿٤٢﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا
مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ
عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ
الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ
وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ
اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ
الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

اِذَا هُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ
قَبۡلِهٖ لَمُبۡلِسِيۡنَ ﴿۴۹﴾ فَانۡظُرۡ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ كَيۡفَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ
بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنۡ
اَرۡسَلۡنَا رِيۡحًا فَرَاَوۡهُ مُصۡفَرًّا لَّظَلُّوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ يَكۡفُرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا
تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ
اَنۡتَ بِهٰدِ الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا
فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۃ الآیات

لوگوں کے ہاتھوں کی کارستانیوں کی وجہ سے خشکی وتری (ساری دنیا) میں فساد پھیل گیا ہے تا کہ اللہ انہیں ان کے بعض (برے) اعمال کا مزہ چکھائے تا کہ وہ لوگ باز آجائیں (۴۱) (اے رسولؐ) آپ کہہ دیجئے! کہ زمین میں چلو پھرو۔ پھر دیکھو کہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں سے اکثر مشرک تھے (۴۲) پس (اے رسولؐ) آپ اپنا رخ دین مستقیم کی طرف رکھیں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے کہ جس کیلئے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہ ہوگا۔ اس دن لوگ الگ الگ ہوجائینگے۔ (۴۳) جس نے کفر کیا۔ پس اسکے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جنہوں نے نیک عمل کئے وہ اپنے ہی لئے راہ ہموار کررہے ہیں (۴۴) تا کہ اللہ اپنے فضل وکرم سے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو جزاء (خیر) دے۔ بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا (۴۵) اور اس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو (بارش کی) بشارت دینے کیلئے بھیجتا ہے اور تا کہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تا کہ اس کے حکم سے (تمہاری) کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کا (رزق) تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو (۴۶) بے شک ہم نے آپ سے پہلے (بہت سے) پیغمبران کی قوموں کی طرف بھیجے جو ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں (معجزات) لے کر آئے۔ پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہم پر اہل ایمان کی مدد کرنا لازم ہے

(۴۷) اللہ ہی وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔ پھر اللہ جس طرح چاہتا ہے اسے آسمان پر پھیلا دیتا ہے اور پھر اسے ٹکڑے ٹکرے کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان سے بارش نکلنے لگتی ہے پھر وہ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے پہنچا تا ہے۔تو بس وہ خوش ہو جاتے ہیں (۴۸) اگر چہ وہ اس کے برسنے سے پہلے مایوس ہو رہے تھے(۴۹) پس اللہ کی رحمت کے آثار کو دیکھو کہ وہ زمین کو اس کے مردہ (بنجر) ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ (سرسبز و شاداب) کرتا ہے۔ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے (۵۰) اور اگر ہم ایسی ہوا بھیج دیں جس سے وہ اپنی (سرسبز) کھیتی کو زرد ہوتے دیکھ لیں تو وہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں (۵۱) (اے رسولؐ) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہوں (۵۲) اور آپ نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر ہدایت دے سکتے ہیں۔ آپ تو بس انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہی لوگ تو ماننے والے ہیں (۵۳)

تشریح الالفاظ

(۱) مرد یرد رداو مردا سے مشتق ہے جس کے معنی واپس کرنے اور ٹالنے کے ہیں۔(۲) یصدعون۔ یہ اصل میں تصدع سے یتصدعون تھا تعلیل کے بعد یصدعون بنا جس کے معنی متفرق اور جدا جدا ہونے کے ہیں۔(۳) یمهدون۔ یہ مهد یمهد مهدا سے مشتق ہے جس کے معنی اپنے نفع اور فائدہ کیلئے کام کرنے کے ہیں۔(۴) فتثیر۔ اثارہ کے معنی ابھارنے اور اٹھانے کے ہیں۔(۵) الودق۔ ودق کے معنی بارش کے ہیں۔(۶) مصفرا۔ کے معنی زرد کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۹) ظهر الفساد فی البر والبحر .. الآية

دنیا میں فساد برپا ہونے کے بعض علل واسباب کا تذکرہ

مختلف آیات وروایات سے یہ حقیقت واضح وآشکار ہوتی ہے کہ اگر دنیا میں فساد برپا ہوتا ہے یا لوگوں

پر مصائب و آلام کی یلغار ہوتی ہے تو یہ بالعموم اولاد آدمؑ کے گناہوں اور ان کی عصیاں کاریوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے کہ وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔ تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کارستانیوں کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ وہ بہت سے گناہوں سے درگزر کرتا ہے کیونکہ لو یؤاخذ الله الناس بما کسبوا ما ترك علی ظهرها من دابة۔ اگر خدا لوگوں کے سب کرتوتوں کا جلدی مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ چھوڑتا۔ اس لئے وہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے آخر میں ہے کہ لیذیقهم بعض الذی عملو۔ تاکہ انہیں ان کے بعض برے اعمال کا مزہ چکھائے اور وہ بھی اس لئے کہ لوگ اپنی روش و رفتار کی اصلاح کر لیں اور گناہوں سے باز آ جائیں اور سب گناہوں کی سزا تو آخرت میں دے گا۔ ولعذاب الاخرة اشد و اخزی۔

متعدد احادیث میں وارد ہے کہ بارشوں کا بروقت نہ برسنا اور قحط سالی کا ہونا اور اس کی وجہ سے جرائم کا بڑھنا اور وبائی امراض کا پھوٹنا یہ سب آدمیوں کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ دعائے کمیل میں مذکور ہے جو کہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے۔ اللهم اغفر لی الذنوب التی تهتك العصم اللهم اغفرلی الذنوب التی تنزل النقم اللهم اغفرلی الذنوب التی تغیر النعم اللهم اغفرلی الذنوب التی تحبس الدعاء اللهم اغفرلی الذنوب التی تنزل البلاء۔ یا اللہ! میرے وہ گناہ معاف کر جو عصمت دری کرتے ہیں، یا اللہ میرے وہ گناہ معاف کر جو عذاب نازل کرتے ہیں یا اللہ میرے وہ گناہ معاف کر جو نعمتوں کو بدل دیتے ہیں۔ یا اللہ! میرے وہ گناہ بخش جو اجابت دعا کو روکتے ہیں۔ یا اللہ میرے ان گناہوں سے درگزر فرما جو بلاؤں اور مصیبتوں کو نازل کرتے ہیں الخ۔ ان گناہوں کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس سے اس قدر تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ رحمت الٰہی کے سلب ہونے، زحمت میں پڑنے، مصیبت کے نازل ہونے اور نعمتوں کے تبدیل ہونے وغیرہ وغیرہ کا سبب بنی آدم کے گناہ و عصیاں ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سب سے کفر و شرک کا معاملہ زیادہ سخت ہے جن کی وجہ سے کئی شہر برباد اور کئی بستیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ وتلك القری اهلکنهم بما ظلموا (الکہف۔۶۰) اور یہاں بھی ارشاد قدرت ہے۔ قل سیروا فی الارض فانظروا فی الارض کیف کان عاقبة الذین من قبل کان اکثرهم مشرکین۔

چنانچہ آج جو دنیا میں ہر جگہ فتنہ و فساد کا بازار گرم ہے اور بر و بحر میں بدامنی و فساد کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور امن و امان اور آرام و سکون کے نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے تو یہ سب کچھ اولاد آدم کی شامت اعمال کا تلخ ثمرہ ہے

جو ہجرت کر کے بھی جائیں تواے شبلی کدھر جائیں
کہ اب امن و امان نجد وشاو قیرواں کب تک؟

دنیا میں امن وآرام کی فضا کس طرح قائم ہوسکتی ہے؟

اس سوال کا جواب کوئی مشکل نہیں آج لوگ اپنے خالق و مالک کی عصیاں کاری چھوڑ دیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں اور وہ فرائض ادا کرنے لگ جائیں جو اسلام نے مقرر کئے ہیں اور ایک دوسرے کے وہ حقوق پائمال نہ کریں بلکہ ان کی حفاظت کریں جو قرآن نے متعین کئے ہیں تو دنیا آج بھی امن وآشتی کا گہوارہ بن سکتی ہے اور ہم امن وامان اور سکون وآرام سے زندگی گزار سکتے ہیں، ہاں البتہ کبھی کبھار بعض اور وجوہ سے بھی مصائب وآلام نازل ہوجاتے ہیں جیسے ابتلاء وآزمائش اور مخلص ومنافق اور کھرے اور کھوٹے میں امتیاز قائم کرے یا اخروی درجات کو بلند کرنے کی غرض ہے وغیرہ وغیرہ۔ فتدبر

۴۰) قل سیروفی الارض۔۔الآیۃ

اس آیت میں مشرکین کے عبرتناک انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا اجمالی تذکرہ ابھی اوپر سطور بالا میں کردیا گیا ہے نیز اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر قبل ازیں سورہ آل عمران آیت ۱۳۷ سورہ انعام آیت ۱۱، اور سورہ نمل آیت ۶۹ میں گزر چکی ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۱) فاقم وجهك ۔۔الآیۃ

اپنا رخ دین کی طرف رکھیں پہلے اس کے کہ وہ دن یعنی حساب و کتاب اور جزا وسزا والا دن یعنی قیامت کا دن آجائے جسے خدا کی جانب سے کوئی ٹال نہیں سکتا ہے۔ ان الساعۃ لاتیۃ لا ریب فیھا۔ جس دن لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر۔ یعنی ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا جہنم میں۔ جیسا کہ قبل ازیں اسی سورہ میں آیت
نمبر ۱۴ پر ایک آیت مع تفسیر گزر چکی ہے۔ ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون۔ الآیۃ ۔فراجع

۴۲) من کفر فعلیہ کفرہ ۔۔الآیۃ

اس آیت کا مفہوم بڑا واضح ہے کہ جو شخص کفر وشرک کرتا ہے اس کا وزر و وبال خالق یا اس کی کسی دوسری مخلوق پر نہیں ہوگا بلکہ خود اسی شخص پر ہوگا اور جو نیکی کرتا ہے وہ کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اپنی آخرت سنوارتا ہے

اور عاقبت سدھارتا ہے۔ مهد الفراش کے معنی بستر بچھانے کے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا ان العمل الصالح یسبق صاحبه. لیمهد له کما یمهد الخادم لسیده۔ کہ نیک عمل اپنے عمل کرنے والے سے پہلے جاتا ہے تاکہ (جنت میں) اس کیلئے ابدی آرام کو اس طرح ہموار کرے جس طرح ایک خادم اپنے آقا کے لئے بچھونا بچھاتا ہے۔ (مجمع البیان)

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ بقرہ میں نمبر ۲۸۶ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فراجع۔

(۴۳) لیجزی الذین امنوا ۔۔ الآیة

اس کا تعلق یصدعون سے ہے کہ خداوند عالم قیامت کے دن لوگوں کو مومن وکافر کے دو گروہوں میں اس لئے تقسیم کریگا تاکہ مومنین کو ایمان اور نیک کام پر اپنے فضل وکرم سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور کافرین کو ان کے کفر وشرک پر سزا دے۔ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان الله یحب العبد ویبغض عمله ویحب العمل ویبغض بدنه۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا ایک بندہ (مومن) کو پسند کرتا ہے مگر اس کے (برے) عمل کو ناپسند کرتا ہے اور کبھی (نیک) عمل کو پسند کرتا ہے مگر اس کے کرنے والے (کافر) کو ناپسند کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

مخفی نہ رہے کہ خدائے حکیم کا یہاں جزائے خیر کے ساتھ من فضله فرمانا اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ اس کا مومنین صالحین کو جزائے خیر عطا فرمانا اس کے فضل وکرم کی بناء پر ہے ان کے استحقاق کی بناء پر نہیں کیونکہ اگر کوئی بندہ اپنی تمام زندگی اس کی عبادت میں گزار دے تو پھر بھی وہ اس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔ تا بجزاء چہ رسد؟ لہٰذا اگر وہ اہل ایمان کو جنت کی صورت میں جزائے خیر عطا فرماتا ہے تو یہ محض اس کا فضل ہے بندے اپنے ایمان وعمل کی وجہ سے اس کے حق دار نہیں ہیں۔

(۴۴) ومن ایاته ان یرسل ۔۔ الآیة

خدا کی نشانیوں میں سے ایک ٹھنڈی ہواؤں کا بھیجنا بھی ہے

یہاں سے پھر خدائے علیم وحکیم اپنی قدرت ووحدانیت کے دلائل وشواہد کا سابقہ سلسلہ شروع کر رہا ہے جو تھوڑی دیر پہلے منقطع ہو گیا تھا فرمایا کہ میری قدرت وتوحید کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

۱۔ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں بھیجتا ہے۔

۲۔ وہ ان بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں جن سے بارش برستی ہے تاکہ تم اس کی رحمت کا مزہ اٹھاؤ۔

۳۔ یہ ہوائیں بحکم خدا کشتیوں اور بحری جہازوں کو چلاتی ہیں۔

۴۔ تا کہ بحری راستہ سے اللہ کا فضل یعنی تجارت کے ذریعہ سے رزق حاصل کرو اور پھر ان نعمتوں سے صحیح فائدہ حاصل کر کے شکر خدا ادا کرو۔ اور یہی اس کتاب ہدایت کی امتیازی شان ہے کہ وہ تمام مادی نعمتوں اور مادی ترقیوں کے بعد آدمی کو بندہ بن کر زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا لو کفت الریح ثلاثه ایام لفسد کل شئی علی وجه الارض و نتن۔ اگر صرف تین دن تک ہوا کے چلنے کا سلسلہ رک جائے تو روئے زمین کی ہر چیز خراب اور بدبودار ہو جائے۔ (تفسیر کاشف) اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہوا پنکھے کی طرح ہر چیز سے خرابی کو دور کرتی ہے اور وہ بمنزلہ روح کے ہے کہ جب بدن سے نکل جائے تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۵) ولقد ارسلنا من قبلك ۔۔ الآية

اس آیت میں ایک طرف پیغمبر اسلامؐ کو لوگوں کی تکذیب پر تسلی دی جا رہی ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے انبیاء روشن نشانیوں یعنی معجزات کے ساتھ بھیجے تھے۔ مگر عام لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ لہذا آپ کی تکذیب بھی کوئی نئی انہونی بات نہیں ہے اور دوسری طرف مکذبین کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو ان کا انجام بھی بقیہ لوگوں سے مختلف نہ ہوگا۔ جن سے ہم نے انتقام لیا تھا اور اہل ایمان کی نصرت کی تھی۔ جو کہ ہم پر لازم ہے۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا! ما من امرء مسلم یرد عن عرض اخیه الا کان حقا علی الله ان یرد عنه نار جهنم یوم القیمة ثم قرء وکان حقا علینا نصر المومنین۔ جو مسلمان شخص اپنے (دینی) بھائی کی ناموس کا دفاع کرے اللہ پر لازم ہے کہ وہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ دور کرے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وحقا علینا نصر المومنین و کفی المومن انصرة ان یری ان عدوه یعمل بمعاصی الله۔ مومن کی نصرت کیلئے یہی بات کافی ہے کہ وہ دیکھے کہ اس کا دشمن خدا کی نافرمانیاں کر رہا ہے (جس سے وہ جہنم کا ایندھن بن رہا ہے)۔ (من لا یحضره الفقیه)

بہر حال خدا کا وعدہ ہے کہ وہ مجرمین سے انتقام لیتا ہے اور مومنین ومجاہدین کی نصرت کرتا ہے اگر کبھی اس کے خلاف صورت حال کا سامنا ہو تو پھر ضرور اس میں مومن ومجاہد لوگوں کی کسی کمزوری کا دخل ہوتا ہے جیسا کہ غزوہ احد کے بارے میں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ استزلهم الشیطان ببعض ما کسبوا کہ شیطان نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے ان کو پھسلا دیا کہ انہوں نے حکم رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے درہ کو خالی

چھوڑ دیا تھا جس کے نتیجہ میں وقتی طور پر ہزیمت اٹھانا پڑی۔

۴۶) اللہ الذی یرسل الریاح ۔۔ الآیۃ

اللہ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی اور ابھارتی ہیں پھر اللہ اسے آسمان کی سمت پر جس طرح چاہتا ہے پھیلاتا ہے۔ یہ سابقہ آیت ومن آیاتہ ان یرسل الریاح مبشرات الآیۃ ۔ کی تشریح ہے کہ ہوائیں بادل کو اٹھاتی ہیں پھر خدا اسے آسمان پر پھیلاتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا پھر جس ٹکڑے کو جہاں چاہتا ہے وہاں بھیج کر اس سے بارش برساتا ہے جس سے وہاں کے لوگ خوش وخرم ہو جاتے ہیں یہ آیت اس سے پہلے سورہ اعراف آیت ۵۷ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ الآیۃ ۔ جس کا خلاصہ مطلب ہم نے یہاں بیان کر دیا ہے تفصیل دیکھنے کیلئے اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۴۷) فانظر الی اثار رحمة اللہ ۔۔ الآیۃ

اللہ کی اس رحمت (بارش) کے آثار پر نگاہ کرو۔ کہ جس کے متعدد اثار میں سے ایک اثر یہ ہے کہ اس سے مردہ یعنی بنجر زمین آباد زمین یعنی آباد و شاداب ہو جاتی ہے ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدائے قدیر اسی طرح مردوں کو قبروں سے کھڑا کریگا اور پھر ان کو میدان حشر میں لائے گا تو جب باران رحمت سے مردہ زمین کا زندہ ہونا روز مرہ کا مشاہدہ ہے جو مومن شب روز کر رہے ہیں تو پھر اس استبعاد کی کیا عقلی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ کہ خدا مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ جبکہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے

۴۸) ولئن ارسلنا ریحا ۔۔ الآیۃ

اب تک تو خوشگوار اور بشارت دینے والی ہواؤں کا تذکرہ تھا اب ایک دوسری قسم کی ہوا کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کے چلنے سے سرسبز کھیت زرد ہو جاتے ہیں اور انجام کار خشک ہو جاتے ہیں تو جو جلد باز، بے صبرے اور نا شکرے انسان ہوتے ہیں اور صبر وثبات اور ایمان کی پختگی کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں وہ کفران نعمت کرنے لگ جاتے ہیں اور محسن حقیقی کے سارے احسانات کو بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایک بندہ مومن کو ان حالات ومشکلات کا سامنا ہو جائے تو وقتی طور پر روتا دھوتا بھی ہے اور پریشان حال اور آشفتہ خاطر بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور حدود بندگی اور دائرہ ایمان سے ہرگز خارج نہیں ہوتا۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

۴۹) فانك لا تسمع الموتی ۔۔ الآیۃ

یہ وہی آیت ہے جوانہی الفاظ کے ساتھ سورہ نمل میں آیت نمبر ۸۰۔۸۱ پر مع تفسیر گزر چکی ہے اور اسی مقام پر سماع موتی کے مشہور اختلافی مسئلہ پر بھی بقدر ضرورت گفتگو کی جا چکی ہے اور وہیں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ یہاں الموتی سے وہ لوگ مراد ہیں کہ کفر وشرک اور گناہ وعصیاں پر اصرار و تکرار کی وجہ سے ان کے دل اور ضمیر اس طرح مردہ ہو چکے ہیں اور ان کے دلوں کے کان تعصب کی وجہ سے ایسے بہرے ہو چکے ہیں کہ جس قدر موثر اور مدلل انداز میں انکے سامنے توحید اور اسلام کے حقائق پیش کئے جائیں وہ ہرگز سننے، سمجھنے اور ماننے کیلئے تیار اور آمادہ نہیں ہیں گو یا ان سے سننے اور غور وفکر کرنے اور پھر سر تسلیم خم کرنے کی صلاحت بھی سلب کر لی گئی ہے۔ صم بکم عمی فھم لا یر جعون۔ تو ایسے اندھے بہرے مورکھوں کی پیغمبر اسلامؐ شفاعت نہیں کر سکتے۔ بہر حال ان دلائل اور مواعظ سے وہی لوگ فیض یاب ہوں گے جن میں آیات الھیہ پر ایمان لانے اور حقائق ومعارف کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی صلاحیت اور اہلیت موجود ہے گو یا یہ آیت اسی طرح ہے جیسے ذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين ۔ ذلك فضل الله يو تيه من يشاء۔

آیات القرآن

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ
جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ
الۡقَدِيۡرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ مَا لَبِثُوۡا غَيۡرَ
سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ
وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ ۫ فَهٰذَا يَوۡمُ
الۡبَعۡثِ وَلٰكِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ
ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ
هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنۡ جِئۡتَهُمۡ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ
كَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ
الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ ہی وہ ہے جس نے کمزوری کی حالت سے تمہاری پیدائش کا آغاز کیا۔ پھر کمزوری کے بعد (تمہیں جوانی کی) قوت بخشی اور پھر اس نے قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا پیدا کر دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ بڑا جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے (۵۴) اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم لوگ قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا) میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ یہ لوگ (دنیا میں بھی) اسی طرح الٹے چلا کرتے تھے (۵۵) اور جن لوگوں کو علم و ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ تم اللہ کے نوشتہ کے مطابق حشر کے دن تک ٹھہرے رہو گے۔ چنانچہ یہ وہی حشر کا دن ہے لیکن تمہیں (اس کا) علم و یقین نہیں تھا (۵۶) سو اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دیگی اور نہ ہی ان سے (توبہ کر کے) خدا کو راضی کرنے کیلئے کہا جائے گا (۵۷) بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھانے) کیلئے ہر قسم کی مثال پیش کی ہے اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے بھی آئیں تو بھی کافر لوگ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو (۵۸) اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو جانتے نہیں ہیں (۵۹) (اے رسولؐ) آپ صبر و ثبات سے کام لیں بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو (جوش دلا کر) بے برداشت نہ کر دیں (۶۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یؤفکون۔ افکہ کے معنی افتراء پردازی اور غلط بیانی کے بھی ہیں اور الٹے پھرنے کے بھی ہیں۔ (۲) ولا یستعتبون۔ عتبیٰ کے معنی رضامندی کے ہیں یعنی ان سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ توبہ انابہ کر کے خدا کو راضی کرو۔ (۳) یطبع اللہ۔ طبع کے معنی مہر لگانے کے ہیں جو کہ حق کو قبول نہ کرنے کا استعارہ ہے (۴) لا یستخفنك۔ استخفاف کے معنی ہیں کسی کو خفیف اور سبک جاننا اور حق و راستی سے ہٹا دینا۔

تفسیر الآیات

۵۰) اللہ الذی خلقکم ۔۔ الآیۃ

انسانی تخلیق کے بعض عام مراحل کا تذکرہ

خداوند عالم اپنی قدرت اور توحید پر بہت سی آفاقی نشانیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد یہاں بعض انفسی نشانیوں کا تذکرہ کر رہا ہے کہ اگر تمہاری ان آفاقی باتوں پر رسائی نہیں ہوسکتی تو اپنی ذات میں غور کرلو۔ پہلی بار جب تم پیدا ہوئے تو تمہاری کمزوری و ناتوانی کا عالم کیا تھا؟ رفتہ رفتہ شباب و جوانی کی منزل تک پہنچے اور پھر قوتوں میں انحطاط شروع ہوا اور تم پلٹ کر پھر کمزور ہوئے یعنی بڑھاپے کی منزل تک پہنچ گئے۔ غور کرو کہ یہ مختلف حالتیں کس کی پیدا کردہ ہیں اور یہ تبدیلیاں کس نے پیدا کیں؟ واضح رہے کہ یہاں پہلے ضعف و کمزوری سے ظاہری خلقت سے پہلے جنین و نطفہ والی خلقت بھی مراد ہوسکتی تھی اور بچپن کی کمزوری و ناتوانی بھی۔ خداوند عالم جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ نیز وہ قادر مطلق ہے کسی کام سے عاجز نہیں ہے۔

۵۱) ویوم تقوم الساعۃ ۔۔ الآیۃ

مجرموں کی بدحواسی کا تذکرہ

جب قیامت قائم ہوگی تو مجرم کہیں گے کہ ہم تو دار دنیا میں یا مرنے کے بعد قبر میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے یہاں گھڑی بھر کا تذکرہ ہے اور قبل ازیں سورہ طہ کی آیت ۱۰۸ اور ۱۰۹ میں دس دن اور دو دن مذکور ہیں کہ بعض کہیں گے کہ ہم تو بس دس دن ٹھہرے ہوں گے اور بعض کہیں گے کہ ہم تو صرف ایک دو دن ٹھہرے ہوں گے اور یہاں مذکور ہے کہ گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ ان لوگوں کی ژولیدہ بیانی اور اختلاف کلامی ان کی انتہائی گھبراہٹ اور بدحواسی کی غمازی کرتی ہے کہ انہیں دنیا میں اپنے قیام یا عالم برزخ میں اپنے ٹھہرنے کی مدت دس دن، دو دن یا ایک گھڑی محسوس ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی یہ غلط بیانی اور حق و صداقت سے روگردانی پرانی روش ہے۔ یہ کوئی نئی اور اچنبے کی بات نہیں ہے۔

۵۲) وقال الذین اوتوا العلم ۔۔ الآیۃ

اس موقع پر وہ لوگ جن کو علم و ایمان عطا کیا گیا ہے کہیں گے کہ تم تو اللہ کی کتاب کے مطابق قیامت تک قبروں میں ٹھہرے رہے ہو۔ کیونکہ کتاب اللہ میں یہ مذکور ہے کہ **من ورائھم بر زخ الی یو م یبعثون**۔ کہ ان کے آگے قیامت تک برزخ موجود ہے۔

یہ صاحبان علم و ایمان کون ہیں؟

اب یہ قابل غور بات ہے کہ یہ صاحبان علم و ایمان کون ہیں جو ان منکرین قیامت اور ان کافروں کی غلط بیانیوں کے جواب میں یہ بات کریں گے؟ ایک قول یہ ہے کہ ان سے ملائکہ مراد ہیں دوسرا یہ کہ ان سے انبیاء مقصود ہیں اور تیسرا یہ کہ اس سے مومنین کاملین مراد ہیں (مجمع البیان) اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان حضرات سے مراد آئمہ طاہرین ہیں جن کو خدا نے دولت علم و ایمان سے خصوصی طور پر نوازا ہے۔ (تفسیر صافی)

۵۳) فیو مئذ لا ینفع الذین .. الآیۃ

ارشاد قدرت ہے کہ اس دن لوگوں کی کوئی عذر خواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور نہ ہی ان سے یہ کہا جائے گا اور نہ انہیں موقع دیا جائے گا کہ اب تو یہ وانا بہ کر کے اپنے پروردگار کو راضی کرو۔ کیونکہ یہ کام دار العمل دنیا میں کرنے کا تھا۔ جس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ آخرت تو دار الجزاء ہے اور فیصلے کی گھڑی ہے۔ لہذا اب عمل کی مہلت کس طرح دی جاسکتی ہے؟ یا انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجنے کا کس طرح موقع دیا جا سکتا ہے کہ وہاں جا کر خدا کو راضی کریں؟؟

۵۴) ولقد ضربنا للناس .. الآیۃ

ہم لوگوں کی ہدایت اور ان کی نفع رسانی اور انہیں حقائق سمجھانے کیلئے ہر قسم کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ مگر بموجب ع

مر دنادا ں پر کلا م نرم و نا زک بے اثر

کافروں اور مشرکوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لہذا ان کی ضد اور ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ (اے رسولؐ) اگر آپ ان کے پاس کوئی معجزہ بھی لے کر آئیں وہ راہ راست پر آنے کی بجائے الٹا آپ سے کہیں گے کہ تم باطل پرست ہو اور تمہارا یہ معجزہ جادو ہے چونکہ یہ لوگ اپنے کفر و شرک اور اپنی غلط روش و رفتار پر اس طرح ڈٹے ہوئے ہیں کہ اسے بدلنے کا انہیں کوئی خیال ہی نہیں تو گویا خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ **فھم لا یؤمنون** اس طرح اب گویا ان میں قبول حق کی استعداد ہی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

۵۵) فاصبر ان وعد اللہ حق ۔۔ الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کو صبر و ثبات کا حکم دیا جارہا ہے کہ حالات جس قدر ناگفتہ بہ ہوں اور دشمن جس قدر شرارتیں کریں مگر آپ جوش میں آکر کوئی غلط اقدام نہ کریں۔ اور آپ ان لوگوں کو طعن و تشنیع کرنے کا کوئی موقعہ فراہم نہ کریں۔ بلکہ چٹان کی طرح دین مستقیم پر صبر و استقامت سے ڈٹ جائیں کہ جو لوگ یقین رکھتے ہیں وہ ہر ممکن کوشش و کاوش سے آپ کے پائے ثبات میں جنبش پیدا نہ کرسکیں۔ چنانچہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ کفار کے تمام شرارتی حربے ناکام ہو گئے اور اسلام کے خلاف ان کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے مگر پیغمبر اسلامؐ کے مقدس ہاتھوں سے صبر و استقامت کا دامن نہ چھڑا سکے اور آپ کی بھاری بھرکم شخصیت کو سبک نہ دکھا سکے۔ اور آخر کار آنحضرتؐ اپنے صبر و ثبات، مسلسل جد و جہد اور اپنی حکیمانہ روش و رفتار اور پیغمبرانی گفتار و کردار کے بل بوتے پر بفضلہ تعالیٰ عالم میں اسلامی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نتیجہ دنیا کے سامنے ہے کہ کفر و شرک کا منہ کالا ہو گیا اور اللہ کے دین کا بول ہمیشہ کیلئے بالا ہو گیا۔ سچ ہے کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

سورۃ الروم کا ترجمہ و تفسیر ۲۳ ماہ رمضان المبارک جمعۃ المبارک
رات پونے گیارہ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

والحمد للہ رب العالمین

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ

وجہ تسمیہ:۔

چونکہ اس سورہ میں جناب لقمان حکیم اوران کی نصیحتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔لہذا اس مناسبت کے پیش نظر اس سورہ کا نام لقمان تجویز کیا گیا ہے۔

عہد نزول:۔

یہ سورہ مکی ہے اوراس کے انداز بیان سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی ہے کہ جب کفار مکہ کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت کی ابتداء ہو چکی تھی مگر ہنوز اس میں وہ شدت وحدت پیدا نہیں ہوئی تھی جو سورہ عنکبوت کے نزول کے وقت پیدا ہو چکی تھی۔ بنا بریں بظاہر یہ سورۃ عنکبوت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اس سورۃ کے مضامین عالیہ کی مختصر فہرست

۱۔ اس سورۃ کا آغاز اسلامی تعلیمات مبارکہ سے کیا گیا ہے جیسے اقامۃ صلوۃ اورروزے،زکوۃ وغیرہ

۲۔ منکرین قرآن واسلام کی روش اوران کی زندگی کے بے مقصد ہونے کا تذکرہ۔

۳۔ غنا کو لہوالحدیث قرار دیکر اس کی بے حرمتی بیان کی گئی ہے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات بالکل نئی نہیں ہیں بلکہ عرصہ پہلے ایک مردِ دانا جناب لقمان حکیم بڑے حکیمانہ انداز میں ان میں سے بعض تعلیمات کا اظہار کر چکے ہیں اور تمہارے گوش گزار بھی کر چکے ہیں۔

۵۔ جناب لقمان کی ان وصیتوں اور نصیحتوں کا تذکرہ

۶۔ محسن حقیقی کے بعض احسانات وانعامات کا تذکرہ

۷۔ خدا کے شکرادا کرنے کے حکم کے ساتھ ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم۔

۸۔ جب والدین حکم خدا کے خلاف حکم دیں تو پھر ان کی اطاعت جائز نہیں ہاں البتہ پھر بھی انکے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیئے،

۹۔ وہ بعض تکوینی دلائل وشواہد جن سے خدا کی قدرت اور وحدانیت کے علاوہ اس کا احاطی علم ثابت

ہوتا ہے۔

۱۰۔ ان غیبی امور کا تذکرہ جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

۱۱۔ کلمات الٰہیہ کی وسعت کا تذکرہ۔

۱۲۔ قیامت میں خدا کی سخت گیری کا بیان وغیرہ وغیرہ

اس سورہ کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ لقمان کی تلاوت کریگا قیامت کے دن جناب لقمانؑ اس کے ساتھ ہوں گے اور اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں عطا کی جائیں گی۔(مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص ہر رات سورہ لقمان کی تلاوت کرے تو خداوند عالم اس کے ساتھ تیس (۳۰) ہزار فرشتے موکل کرتا ہے جو صبح تک اس کی شیطان اور اس کے انصار واعوان سے حفاظت کرتے ہیں اور اگر دن کے وقت پڑھے تو یہی فرشتے شام تک اس کی شیطان اور اس کے اعوان سے حفاظت کرتے ہیں۔ (ثواب الاعمال)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۙ﴿۲﴾
هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓـئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنۡ رَّبِّهِمۡ
وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ
لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ
عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ
يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ
اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا
خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے الف، لام میم (۱) یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں (۲) جو (سراپا) ہدایت اور رحمت ان نیکو کار لوگوں کیلئے ہے (۳) جو پورے اہتمام سے نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ (میری راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (۴) یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر (قائم) ہیں اور یہی وہ ہیں جو (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں (۵) اور انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ سے غافل کر دینے والا بے ہودہ کلام خریدتا ہے تاکہ بغیر سوچے سمجھے لوگوں کو خدا کی راہ سے بھٹکائے اور اس (راہ یا آیتوں) کا مذاق اڑائے۔ ایسے لوگوں کیلئے رسوا کرنے والا عذاب ہے (۶) اور جب اسکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو تکبر سے اس طرح منہ موڑ لیتا ہے کہ گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے کانوں میں گرانی (بہرہ پن) ہے تو اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیں (۷) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کیلئے نعمت (اور آرام) والی جنتیں ہیں (۸) جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا اور پکا وعدہ ہے وہ بڑا غالب ہے اور بڑا حکمت والا ہے (۹) اس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا ہے جو تمہیں نظر آئیں اور اس نے زمین میں بھاری پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ وہ تمہیں لے کر (ایک طرف) ڈھلک نہ جائے اور اس میں ہر قسم کے چلنے

پھرنے والے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمانوں (بلندی) سے پانی برسایا اوراس سے زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں (۱۰) یہ تو ہے اللہ کی تخلیق! (اوراس کی پیدا کی ہوئی چیزیں)۔ اب تم مجھے دکھاؤ کہ جو اس کے علاوہ (تمہارے شرکاء) ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں (۱۱)

تشریح الالفاظ

(۱) **لھو الحدیث** کے معنی ہیں وہ بات جو آدمی کو اللہ سے غافل کردے۔(۲)**ھزوا** ۔**ھزاء** کے معنی مذاق اڑانے اور کسی سے مسخری کرنے کے ہیں۔(۳)**وقرا** کے معنی ہیں ثقل کے ہیں یعنی ثقل سماعت یعنی بہرہ پن مراد ہے۔(۴)**رواسی** یہ راسیہ کی جمع ہے جس کے معنی مضبوط پہاڑ کے ہیں۔(۵) **تمید بکم** ۔**ما دیمید** کے معنی ہیں حرکت کرنا، جھکنا اور کانپنا ۔(۶)**زوج کریم** ۔زوج کے معنی ہیں قسم، جوڑا، ساتھی، میاں بیوی۔ یہاں قسم مراد ہے اور کریم بمعنی عمدہ مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائی ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) الف،لام میم ... الآیۃ

سورہ بقرہ کے آغاز اور دوسرے بہت سے مقامات پر ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کا حقیقی مفہوم خدا اور **راسخون فی العلم** کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

۲) تلک آیات .. الآیۃ

قرآن کو حکیم کہنے کی وجہ؟

ظاہر ہے کہ الکتاب سے یہاں قرآن مجید مراد ہے البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ اس کی صفت الحکیم کس بناء پر لائی گئی ہے تو اس کی کئی وجوہ متصور ہو سکتی ہے۔

۱۔ یہ حکمت ودانائی سے لبریز کتاب ہے۔

۲۔ یہ کتاب حاکم ہے کہ اس کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔

۳۔ یہ محکم کتاب ہے کہ اس میں کوئی خلل اور زلل نہیں ہیں۔

۳) ھدی ورحمۃ ۔۔ الآیۃ

یہ کتاب از سرتا پا نیکوکاروں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔یعنی اگر چہ یہ عالمین کے رب کی طرف سے، عالمین کے رسول پر اور عالمین کی رشد و ہدایت کیلئے نازل ہوئی ہے مگر انجام کار اس سے فائدہ وہی خوش نصیب اٹھائیں گے جو پرہیزگار اور نیکوکار رہوں گے۔ جیسا کہ اس بات کی اور اس کے بعد والی دو آیتوں (الذین یقیمون الصلوۃ تا ھم المفلحون) کی تفسیر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکی ہے۔فراجع

۴) ومن الناس من یشتری ۔۔ الآیۃ

لہوالحدیث سے کیا مراد ہے؟

اللہ کے نیکوکاروں کے ذکر خیر کے بعد لہوالحدیث کے خریداروں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔لہوالحدیث کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے؟

ایک قول ہے کہ اس سے غنا یعنی گانا بجانا مراد ہے۔

دوسرا یہ کہ اس سے وہ جھوٹے یا سچے قصے کہانیاں مراد ہیں جن میں مشغول ہو کر آدمی خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے غنا کے آلات از قسم طبلہ، سرنگی اور چنگ ورباب مراد ہیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے ہر لہوولعب کا تمسخر واستہزاء مراد ہے۔(مجمع البیان)

جہاں تک روایات اہلبیت کا تعلق ہے تو زیادہ تر روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد غنا ہے چنانچہ اس نمونہ کی متعدد روایات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، امام محمد جعفر صادق علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہیں جن میں وارد ہے کہ الغنا مما اوعد اللہ علیہ النار کہ غنا ان گناہوں میں سے ہے جن کے ارتکاب پر خدا نے جہنم کی وعید فرمائی ہے۔(الکافی والصافی)

اسی قول کو علامہ طبرسی نے اکثر مفسرین کا قول قرار دیا ہے اور جہاں تک اس آیت کی شان نزول کا تعلق ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے جھوٹے سچے قصے کہانیاں مراد ہیں۔ چنانچہ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں فارس جاتا تھا تو وہاں سے واپسی پر رستم وسہراب اور اسفندیار کے قصے کہانیاں خرید کر لاتا تھا اور لوگوں سے یہ کہہ کر سناتا تھا کہ محمد تمہیں عاد و ثمود کے قصے سناتا ہے میں تمہیں رستم وسہراب واسفندیار جیسے

بہادروں کے قصے سناؤں گا۔ چنانچہ اس طرح وہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکتا تھا۔ (مجمع البیان)

اور اس آیت کی شان نزول کے سلسلہ میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے ایک مغنیہ خریدی تھی جو دن رات گاتی تھی اور لوگوں کے دل لبھاتی تھی اسی بناء پر شریعت اسلامیہ نے کنیزوں کو موسیقی کی تعلیم دینے اور ان کی خرید و فروخت کرنے اور ان کے گانے کی اجرت کو حرام قرار دیا ہے۔ (مجمع البیان)

اور یہ روایت بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا۔ **هو الطعن بالحق والاستهزاء به**۔ یعنی اس سے حق پر طعن و تشنیع کرنا اور اس کا مذاق اڑانا مراد ہے۔ جیسا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی ایسا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن اس نے ازارہ تمسخر قوم قریش سے کہا کہ آیا میں وہ زقوم (تھوہر) تمہیں کھلاؤں جس سے تمہارا پیغمبر اسلام تمہیں ڈراتا ہے؟ پھر مکھن اور کھجوریں منگوا کر ان کو کھلائیں اور کہا یہ زقوم ہے۔ (مجمع البیان)

حق یہ ہے کہ اس لہو الحدیث کو اس کے اس عمومی معنی پر محمول کیا جائے جس میں اس کے یہ سب افراد داخل ہو جائیں اور وہ عمومی معنی یہ ہیں کہ ہر وہ چیز جو آدمی کو حق و حقیقت اور یاد خدا سے غافل کر دے اور یہی مفسرین اسلام کی تحقیق ہے۔ کیونکہ **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص المورد**۔ اور ایسے ہی لوگوں کیلئے دلیل کرنے والا عذاب خدا نے مہیا کر رکھا ہے۔

ایضاح

واضح رہے کہ غنا کی حرمت زنا کی طرح ذاتی ہے جو تخصیص کے قابل نہیں ہے لہذا یہ کہنا کہ عید یا خوشی کے مقام پر غنا جائز ہے یا نعت خوانی یا قصیدہ خوانی میں جائز ہے یہ سب غلط ہے جس مخصوص آواز کا نام عرف خاص میں غنا ہے وہ بہر حال اور بہر صورت حرام ہے۔ قرآن میں ہو یا اذان میں اور قصائد میں ہو یا مراثی وغیرہ میں اس موضوع کی جملہ تفصیلات دیکھنے کے خواہش مند ہمارے رسالے حرمت غنا اور اسلام یا دوسرے رسالہ اصلاح المجالس المحافل کا مطالعہ فرمائیں۔

بہر نوع آیت کے باقی حصہ اور اس سے اگلی آیت میں ایسے ہی لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو لہو الحدیث کے خریدار ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کے خرید کرنے کا مفہوم اس کا اختیار کرنا ہے۔

۵) ان الذین آمنوا ... الآیة

آیات الٰہیہ سے روگردانی کرنے والوں، انکا مذاق اڑانے والوں اور لہوالحدیث خریدنے والوں کی سزا کا تذکرہ کرنے کے بعد اب یہاں ایمان لانے اور نیک کام کرنے والوں کی جزاء بیان کررہا ہے کہ ان کیلئے نعمت و آرام والی جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے گویا وہ ان کی مملوکہ ہیں اور وہ وہاں عیش وطرب کی خوشگوار زندگی بسر کریں گے۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

۶) خلق السموت بغير عمد .. الآية

اس آیت میں جو "بغير عمد ترونها" ہے اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ ترونہا کی ضمیر کا مرجع سموت ہوں کہ اللہ نے ستونوں کے بغیر آسمان پیدا کئے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

دوسرا یہ کہ اس ضمیر کا مرجع عمد (ستون) ہوں۔

بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا ہے جو تمہیں نظر آئیں۔ مطلب یہ کہ ستون تو ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے تو پھر وہ ستون کیا ہیں؟ اصطلاح شریعت میں ہم انہیں اللہ کا ارادہ اور مشیت کہہ سکتے ہیں اور سائنسی علوم کی اصطلاح میں اسے جذب و کشش کہہ سکتے ہیں۔ جن کے سہارے یہ عالم بالا اپنی بے کراں وسعتوں اور بلندیوں کے باوجود قائم ہے اور پھر اپنی قدرت کاملہ سے زمین میں مضبوط پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ تمہیں لے کر کسی طرف جھک نہ جائے اور پھر اس میں ہر قسم کے چلنے پھرنے والے جانور پھیلا دیئے اور پھر آسمان سے بارش برسا کر ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔ واضح رہے کہ زوج کے معنی ہر قسم کی عمدہ چیزوں کے علاوہ نفیس جوڑے بھی کئے جا سکتے ہیں کیونکہ ہر نباتات میں نر یا مادہ کے خلیئے ہوتے ہیں۔ بہر حال یہ ساری باتیں شرک کی تردید اور اثبات توحید کے سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو تمہیدی جملوں کے بعد اصل مقصد کے طور پر پیش کی جارہی ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ اس آیت کا ابتدائی حصہ یعنی خلق السموت بغير عمد ترونها۔ قبل ازیں سورہ رعد میں معمولی اختلاف کے ساتھ مع تفسیر گزر چکا ہے اور دسرا حصہ سورہ نحل آیت ۱۵ میں اور آخری حصہ سورہ رعد کی آیت ۳ میں گزر چکا ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۷) هذا خلق الله .. الآية

مذکورہ بالا کائناتی چیزوں کی خلقت کا اجمالی تذکرہ کرنے کے بعد مشرکین سے پوچھا جا رہا ہے کہ یہ ساری علوی و سفلی کائنات اور مخلوقات تو خالق کون و مکان کی تخلیق کا ثمرہ ہے ذرہ مجھے دکھاؤ کہ جن کو تم خدا کا

شریک ٹھہراتے ہو اور خدا کو چھوڑ کر جن کی تم پرستش کرتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ ان کے آثار قدرت وخلقت پیش کرو۔ یہ شرک کے بطلان اور توحید کے اثبات پر وہ نا قابل رد دلیل و برہان ہے کہ قیامت تک کوئی مشرک اس کا جواب پیش نہیں کر سکتا۔ لہذا کائنات کے خالق و مالک کو چھوڑ کر مخلوق کو یا خود ساختہ بتوں کو معبود سمجھنا اور ان سے حاجات طلب کرنا جہالت وضلالت اور کھلی ہوئی حماقت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور اگر ایسے لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں نہیں ہیں تو اور کس میں ہیں؟ جب کائنات کا خالق بھی اللہ ہے مالک بھی اللہ ہے اور مدبر بھی اللہ تو پھر غیر اللہ کے دروازے پر جانے کا کیا مقصد ہے؟ الیس اللہ بکاف عبدہ۔ ان فی ذالك لا یات لقوم یعقلون۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ
وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ
عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى
اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي
الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ⑱ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ⑲

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے لقمان کو حکمت (دانائی) عطا کی (اور کہا) کہ خدا کا شکر ادا کرو اور جو شکر ادا کرتا ہے اپنے ہی فائدہ کیلئے شکر ادا کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت (ناشکری) کرتا ہے (وہ اپنا نقصان کرتا ہے کیونکہ) بے شک اللہ بے نیاز ہے (اور) اور لائق حمد وثنا ہے (۱۳) اور (وہ وقت یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے بیٹے! (خبردار کسی کو) اللہ کا شریک نہ بنانا۔ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے (۱۳) اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں حسن سلوک کرنے کا) تاکیدی حکم دیا (کیونکہ) اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری سہہ کر اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹا (وہ تاکیدی حکم یہ تھا کہ) میرا اور اپنے ماں باپ کا شکریہ ادا کر (آخرکار) میری ہی طرف (تمہاری) بازگشت ہے) (۱۴) اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو پھر ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کر اور اس شخص کے راستہ کی پیروی کر جو (ہر معاملہ میں) میری طرف رجوع کرے پھر تم سب کی بازگشت میری ہی طرف ہے۔ تو (اس وقت) میں تمہیں بتاؤنگا جو کچھ تم کیا کرتے تھے (۱۵) اے بیٹا! اگر کوئی (نیک یا بد) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو اور کسی پتھر کے نیچے ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں تو اللہ اسے لے ہی آئے گا بے شک اللہ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے (۱۶) اے بیٹا! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو مصیبت پیش آئے اس پر صبر کر۔ بیشک یہ (صبر) عزم وہمت کے کاموں میں سے ہے (۱۷) اور (تکبر سے) اپنا رخسار لوگوں سے نہ پھیر اور زمین پر ناز وانداز سے نہ چل۔ بے شک خدا تکبر کرنے والے (اور) بہت فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا (۱۸) اور اپنی رفتار (چال) میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز دھیمی رکھ۔ بے شک سب آوازوں میں سے زیادہ ناگوار آواز

گدھوں کی ہوتی ہے(۱۹)۔

تشریح الالفاظ

(۱)۔وھنا ۔ یہ وھن یھن کا مصدر ہے جس کے معنی کام یا بدن میں کمزوری اور سست ہونے کے ہیں ۔(۲)۔فصالہ ۔فصال کے معنی دودھ چھڑانے کے ہیں ۔(۳) عزم ۔ کے معنی ہیں پختہ ارادہ ۔(۴)۔ ولا تصعر ۔کہا جاتا ہے صعر خدہ جسکے معنی ہیں از راہ تکبر رخسار کا ٹیڑھا کرنا ۔(۵) مرحا ۔ مرحا کے معنی ہیں آدمی کا حد سے زیادہ خوش ہوکر اترانا اور ناز سے چلنا ۔(۶)۔مختال ۔ یہ اختیال سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اکڑ کر چلنا اور تکبر کرنا ۔(۷)۔واغضض ۔ یہ غض ،غضاضا اور غضاضہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں آواز یا آنکھ کو پست کرنے کے ہیں ۔

تفسیر الآیات

۸) ولقد اتینا لقمان ۔۔الآیة

جناب لقمان کا اجمالی تعارف

سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے قارئین کرام کو جناب لقمان کا کچھ تعارف کرا دیا جائے کہ آپ کون ہیں؟ کس زمانہ میں تھے اور آیا نبی تھے یا صرف خدا کے ایک نیکوکار بندے اور حکیم و دانا تھے؟ سو یہ عجیب اتفاق ہے کہ جناب لقمان کا نام جس قدر روشن ہے حتیٰ کہ قرآن مجید کا ایک پورہ سورہ آپ کے نام سے موسوم ہے اتنے ہی آپ کے حالات زندگی تاریکی میں ہیں ۔بعض لوگوں نے آپ کا سلسلہ نسب جد انبیاء سے جا ملایا ہے کہ آپ حضرت ابراہیمؑ کے بھائی ناخور ابن تارخ کے پوتے اور جناب ایوب کے بھانجے تھے ۔(حاشیہ فرمان)

اور جناب داؤدؑ کے زمانہ سے جناب یونسؑ کے زمانہ تک ایک ہزار سال تک زندہ رہے اور بعض حضرات نے انہیں قوم عاد و ثمود کا ایک فرد اور یمن کا بادشاہ قرار دیا ہے ۔ارض القرآن)

مگر جو کچھ فریقین کی زیادہ تر روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ حبشہ کے رہنے والے ایک سیاہ فام غلام تھے جو بعد میں آزاد کر دیئے گئے اور جناب داؤد کے ہم عصر تھے اور ان کا وطن ''نوبہ'' تھا جو مصر

کے جنوب اور سوڈان کے شمال میں واقع ہے مگر رہتے مدین اور ایلہ (موجودہ نام عقبہ) میں تھے۔ اسی لئے ان کی زبان عربی تھی اور اسی وجہ سے ان کی پراز حکمت باتیں عربوں میں مشہور ہوئیں۔ ورنہ عرب ایک سوڈانی غلام کی باتوں کو اہمیت دینے والے نہ تھے۔ اسی طرح سے اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ نبی تھے یا صرف ایک مرد دانا۔ مشہور یہ ہے کہ وہ بنی نہ تھے بلکہ وہ حکیم اور اتنے بڑے مرد دانا تھے کہ ان کی حکمت آمیز باتوں کو خدا نے بھی قرآن میں نقل کیا ہے۔ اور بعض حضرات جیسے عکرمہ، اسدی اور شعبی وغیرہ ان کی نبوت کے قائل ہیں اور ہمارے علامہ علی نقی النقوی اعلی اللہ مقامہ نے گو کھل کر بات نہیں کی مگر اپنا میلان اسی قول کی طرف ظاہر کیا ہے چنانچہ موصوف لکھتے ہیں

''قرآن مجید کا انداز بیان کہ'' ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی'' اور پھر ان کے ساتھ ایک طرح کا تخاطب جو وحی کا انداز رکھتا ہے ذہن میں نبوت کے تصور کو تقویت دیتا ہے۔ علامہ طبرسی نے اور بھی اقوال درج کئے ہیں اور ایک حدیث نبوی بھی کہ وہ نبی نہیں تھے مگر یہ حدیث کسی معتبر سند کے ساتھ نہیں ہے۔ (فصل الخطاب ج ۶، ص ۶۷)۔ واللہ العالم

جناب لقمان) کو حکمت عطا کئے جانے کا سبب کیا تھا؟

مختلف آثار میں جناب کے چند اخلاق واطوار بیان کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ

۱۔ خدا کے نیکوکار بندے تھے۔

۲۔ دن میں سوتے نہیں تھے۔

۳۔ محفل میں تکیہ کا سہارا نہیں لیتے تھے۔

۴۔ اس قدر باحیا تھے کہ ان کو پیشاب و پاخانہ اور غسل کرتے کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

۵۔ کسی چیز سے کھیلتے نہیں تھے۔

۶۔ خوف خدا کی وجہ سے ہنستے نہیں تھے۔

۷۔ دنیا کی کوئی چیز مل جاتی تو خوش نہیں ہوتے تھے اور اگر کوئی چیز ضائع ہو جاتی تھی تو غم زدہ نہیں ہوتے تھے۔

۸۔ کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔

۹۔ لڑنے والوں میں صلح کراتے تھے۔

۱۰۔ کوئی اچھی بات سنتے تو قائل سے اس کی وضاحت کرواتے اور پھر یاد رکھتے۔

۱۱۔فقہاء وحکماء کی ہم نشینی اختیار کرتے تھے۔

۱۲۔حکام کی تفتیش اوران پر تنقید کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

الغرض انہی اچھی عادات وصفات کی وجہ سے خدا نے ان کو حکمت ودانائی کی دولت عطا فرمائی۔ کہ آپ کا سینہ حکمت کا خزینہ بن گیا۔(تفسیر صافی وغیرہ)

۹) ولقد اتینا لقمن الحکمة ۔۔الآیة

بہرحال جاہلیت کے دور میں عرب جناب لقمان کے نام سے آشنا اور ان کی حکمت آمیز باتوں سے واقف تھے چنانچہ ان کی نظم ونثر میں انکا تذکرہ ملتا ہے تو خداوند عالم سابقہ آیات میں شرک کی تردید اور توحید کا اثبات اور بعض اسلامی احکام کا تذکرہ کرنے کے بعد جناب لقمان اور ان کی نصیحتوں کا ذکر کرکے گو عربوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ قرآن واسلام کی باتیں کوئی نئی نہیں ہیں بلکہ تمہاری جانی پہچانی شخصیت جناب لقمان آج سے بہت عرصہ پہلے یہی باتیں کہہ گئے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں آیت مبارکہ **ومن یو ت الحکمة فقد او تی خیرا کثیرا** کی تفسیر میں بڑی تفصیل کے ساتھ حکمت کے مفہوم کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے اور اس حکمت کے عطا کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور یہ یقین کیجئے کہ تمہارے شکر ادا کرنے میں فائدہ تمہارا اپنا ہے کہ اس سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو کفران نعمت کرتا ہے اس میں اس کا اپنا نقصان ہوتا ہے ورنہ میں تو وہ غنی مطلق ہوں کہ مجھے کسی کے تشکر وامتنان کی حاجت نہیں ہے کیونکہ نہ شکر ادا کرنے میں میرا کوئی نفع ہے اور نہ کسی کے کفران نعمت کرنے سے میرا کوئی نقصان ہے۔فان اللہ غنی حمید

۱۰) واذقال لقمان لابنه ۔۔الآیة

جناب لقمان کی دس عدد زرین نصیحتوں کا تذکرہ

۱۔اے میرے پیارے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ کہ یہ ظلم عظیم ہے۔ظلم کے معنی ہیں **وضع الشئی فی غیر محله**۔یعنی کسی چیز کا اس کے محل ومقام کے خلاف رکھنا۔ بناء بریں اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا کہ اللہ کی مخلوق کو خالق ومالک کے برابر قرار دیا جائے جو خدا کی مخلوق ہے اور باقی مخلوقات کو پیدا کرنے یا انہیں روزی دینے میں اس کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔قبل ازیں شرک کی مذمت اور اس کے نقصان وزیاں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے بس یہاں اتنا کافی ہے کہ شرک ناقابل معافی جرم ہے اور مشرک پر جنت حرام ہے۔ جناب لقمان کی اس وصیت سے جو انہوں نے اپنے لخت جگر کو کی تھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں شرک بدترین جرم وگناہ ہے۔

۱۱) ووصینا الانسان بوالدیہ ۔۔الآیۃ

یہ دوآیتیں (۱۴۔۱۵) جناب لقمان کا کلام نہیں ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو بطور جملہ معترضہ درمیان میں لایا گیا ہے اور ممکن ہے کہ اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہو کہ والدین کی اطاعت کرنا اور ان سے حسن سلوک کرنا شرک کے زمرہ میں نہیں آتا۔ بلکہ یہ سب حکم خدا کی تعمیل ہے اور شرک تو وہ بری بلا ہے کہ اگر والدین بھی اولاد کو شرک پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں ان کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے۔

ہم نے انسان کو وصیت کی یعنی اسے تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے بالخصوص والدہ کے ساتھ کہ جس نے ضعف پر ضعف اٹھا کر نو ماہ کی مدت تک اسے اپنے پیٹ میں اٹھایا ہے اور دو سال کے بعد دودھ چھڑایا ہے یہی وجہ ہے کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ ایک شخص پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں کس سے نیکی کروں؟ فرمایا ماں سے۔ عرض کا پھر کس سے؟ فرمایا ماں سے عرض کیا بعد ازاں کس سے۔ فرمایا ماں سے۔ پھر عرض کا اور پھر کس سے فرمایا باپ سے۔ (اصول کافی)

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور ان کی اطاعت واحترام کے بارے میں سورہ اسراء آیت ۲۳ وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً۔۔۔الآیۃ۔ یہی آیت سورہ عنکبوت میں نمبر ۸ پر گزر چکی ہے وہاں رجوع کریں اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ماں باپ اولاد پر شرک کرنے کے بارے میں دباؤ بھی ڈالیں اور مجبور بھی کریں تو پھر بھی شرک کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائے کہ وہ صرف زبانی کلامی کہیں اور مجبور نہ کریں۔ تو پھر تو بطریق اولیٰ نہ شرک جائز ہوگا اور نہ ان کی اطاعت جائز ہوگی بموجب اتبع من اناب الی اتباع صرف اس ہستی کی کرنی چاہئے جو ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہو خواہ نبی ہو یا امام یا کوئی مومن کامل الایمان۔

۱۲) یابنی ان تك مثقال ذرۃ ۔۔الآیۃ

یہ جناب لقمان کی اپنے بیٹے کو دوسری نصیحت ہے جو خدا کے احاطی علم کے بارے میں ہے جبکہ پہلی نصیحت شرک کے بچنے کے متعلق تھی تو اب یہ فرمارہے ہیں کہ کوئی نیکی یا بدی بڑی ہو یا چھوٹی اگرچہ رائی کے دانہ کے برابر ہی ہو پھر وہ کھلم کھلا کی جائے۔ آسمان کی وسعتوں اور زمین کی پہنائیوں یا کسی چٹان میں کی جائے تو خدا سب کچھ جانتا بھی ہے اور قیامت کے دن اسے حاضر کر کے اس پر جزا وسزا بھی دے گا کیونکہ کائنات کا کوئی ذرہ اس کے علم محیط سے باہر نہیں ہے۔

بناء بریں یہ آیت سورہ الزلزال کی اس آیت کی مانند ہے جس میں ارشاد قدرت ہے کہ **من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ** ۔ کہ جو ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کی جزا دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کریگا وہ اس کی سزا دیکھے گا۔ **وما یخفی علی اللہ خافیۃ فی الارض ولا فی السماء** ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا **اتقوا المحقرات من الذنوب فان لھا طالبا لا یقولن احد اذنب واستغفر اللہ ان اللہ یقول ان تك مثقال حبۃ .. الآیۃ** ۔ یعنی چھوٹے چھوٹے حقیر گناہوں سے بچو۔ کیونکہ ان کا مطالبہ کرنے والا (خدا) موجود ہے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں گناہ کر کے خدا سے معافی مانگ لونگا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے۔ وان تک ۔۔ الآیۃ۔

١٣) یبنی اقم الصلوۃ .. الآیۃ

اے بیٹے! نماز قائم کر نماز کی اہمیت، فرضیت اور فضیلت پر کئی مرتبہ تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ یہ **بعد المعرفہ افضل الاعمال** ہے۔ اس کی قبولیت پر دوسرے اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے اگر یہ قبول ہوگئی تو سب اعمال قبول ہو گئے اور اگر رد ہوگئی تو پھر باقی سب اعمال رد ہو جائیں گے۔ ولنعم ما قیل

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولین پرسش نماز بود

١٤) وامر بالمعروف .. الآیۃ

٤۔ نیکی کا حکم دو اور۔ ٥۔ برائی سے منع کرو۔ اس موضوع پر قبل ازیں کئی مقامات پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ یہ اسلامی فرائض میں سے دو بڑے عظیم الشان فریضے ہیں تمام واجبات شرعیہ کے ثواب کو اس فریضہ کے ثواب سے وہی نسبت ہے جو سمندر کے مقابلہ میں قطرہ کو ہوتی ہے۔ (نہج البلاغہ) مگر اس کے بہت سے شرائط ہیں اور بہت سے مدارج ومراتب تفصیل معلوم کرنے کیلئے ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ کے باب الجہاد کا مطالعہ کیا جائے۔

١٥) واصبر .. الآیۃ

٦۔ ہر مصیبت پر صبر کرو خواہ مصیبت امر ونہی کا فریضہ ادا کرنے کی وجہ سے پیش آئے یا کسی اور سبب سے بہرحال اسے اپنے عادل خالق ومالک کا تحفہ سمجھ کر قبول کر اور جس حال میں وہ رکھے اسی میں راضی برضاء خدا

رہ۔وبشر الصابرین الذین اذا صابتھم مصیبۃ قالو ا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولئك علیھم صلوت من ربھم ورحمۃ ۔ بے شک یہ بات بڑی عزم اورعمت والے امور میں سے ہے

۱۶) ولا تصعر خدك ۔۔ الآیۃ

۷۔ازراہ تکبرلوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر۔

۱۷) ولا تمش ۔۔ الآیۃ

اورزمین میں متکبرانہ چال نہ چل ۔ کیونکہ خدا تکبر کرنے والوں اور بہت فخر وناز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔قبل ازیں آدم وابلیس کے قصہ میں اور دوسرے کئی مقامات پر کبرونخوت کی مذمت میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔خدانے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(سابع عشر بحار لیالئی الاخبار)

تلك الدا ر الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الا رض ولا فسا دا والعاقبۃ للمتقین ۔بہرحال۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

۹۔رفتاراور چال میں میانہ روی اختیار کرنہ لا ابالی قسم کے لوگوں کی طرح بالکل تیز تیز چل اور نہ متکبرمزاجوں کی بالکل آہستہ آہستہ اوراکڑ اکڑ کر چل ۔ بلکہ میانہ روش اختیار کر جیسا کہ خداوند عالم اپنے خاص بندوں کی چال ڈھال کے بارے میں فرماتا ہے کہ الذین یمشو ن فی الا رض ھونا۔ جوزمین پرسکون و وقار سے چلتے ہیں۔

یہ جوبعض جدید مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں تیزی اورسستی زیر بحث نہیں ہے کیونکہ آہستہ چلنا یا تیز چلنا اپنے اندرکوئی اخلاقی حسن وقبیح نہیں رکھتا'' اور پھراس میانہ روی سے نفس کی وہ کیفیات مراد لی ہیں جن کی وجہ سے چال میں تبختر یا مسکینی کا ظہور ہوتا ہے۔(تفہیم القرآن)

یہاں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ اگر رفتار کی تیزی وسستی میں کوئی حسن وقبیح نہیں ہے تو شریعت نے متکبرانہ چال کی اسقدر مذمت کیوں کی ہے؟ اورسکینہ ووقار سے چلنے کی تاکید کیوں کی ہے؟ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت الذین یمشو ن فی الارض ہونا سے واضح ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ چلنا یا تیز تیز چلنا اپنے اندرایک اخلاقی حسن وقبح ضرور رکھتا ہے۔

۱۹) واغضض من صوتك ۔۔ الآية

آواز کو ذرہ پست رکھ

یہاں گفتار میں بھی رفتار کی طرح میانہ روی کا حکم دیا جارہا ہے کہ زیادہ گلہ پھاڑ پھاڑ کر گدھوں کی طرح آواز بلند نہ کی جائے ورنہ ظاہر ہے کہ موقع ومحل کی مناسبت سے پست یا بلند آواز میں بات کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ وہ فطری امر ہے جو مخاطبین کی کثرت وقلت اوران کے قرب وبعد کے تحت اختیار کیا جاتا ہے۔

ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ۔سب آوازوں سے زیادہ بری اور ناخوشگوار آواز گدھوں کی آواز ہے

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ
عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ
عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ
اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ
یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ
وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ
الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ
بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ
نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾
لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا
فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا

نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ
اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۫ كُلٌّ
يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ
هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ
الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ نے سبکو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور اپنی سب ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو علم و ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر خدا کے بارے میں بحث و تکرار کرتے ہیں (۲۰) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا (یہ جب بھی انکی پیروی کریں گے) اگرچہ شیطان ان (بڑوں) کو بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟ (۱۲) اور جو کوئی اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے (اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے) درآنحالیکہ وہ نیکوکار بھی ہو تو اس نے مضبوط دستہ (سہارا) پکڑ لیا اور تمام معاملات کی بازگشت اللہ کی طرف ہے (۲۲) اور جو کوئی کفر اختیار کرے تو (اے رسولؐ) اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے ان (سب) نے ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پس اس وقت ہم انہیں بتائیں گے کہ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک اللہ سینوں کے اندر کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے (۲۳) ہم انہیں چندروزہ عیش کا موقع دیں گے اور پھر انہیں سخت عذاب کی طرف کشاں کشاں لے جائیں گے (۲۴) (اے رسولؐ) اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا

ہے؟ تو وہ (جواب میں) ضرور کہیں گے کہ اللہ نے! آپ کہیے! الحمدللہ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۲۵) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے بے شک اللہ بے نیاز ہے اور لائق حمد و ثنا ہے (۲۶) اور جتنے درخت زمین میں ہیں اگر وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر (سیاہی بن جائیں) اور اس کے علاوہ سات سمندر اسے سہارا دیں (سیاہی مہیا کریں) تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہونگے بے شک اللہ بڑا غالب (اور) بڑا حکمت والا ہے (۲۷) تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا (اللہ کیلئے) ایک شخص کے پیدا کرنے اور دوبارہ اٹھانے کی مانند ہے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، بڑا دیکھنے والا ہے (۲۸) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک (اپنے مدار میں) چل رہا ہے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے (۲۹) یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن چیزوں کو (مشرک) پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ بلند (شان والا) ہے اور بزرگ ہے۔ (۳۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ اسبغ یہ اسباغ سے مشتق ہے اور اسباغ نعمت کے معنی ہیں کسی پر نعمت کو کامل اور تمام کرنا۔ (۲) العروۃ الوثقیٰ کے معنی مضبوط دستہ کے ہیں۔ (۳) نفدت۔ نفاد کے معنی ختم ہونے اور فنا ہونے کے ہیں (۴) یولج۔ یہ ایلاج سے مشتق ہے جس کے معنی داخل کرنے کے ہیں۔ (۵) اجل مسمی کے معنی مقررہ مدت ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۰) الم تروا ان اللہ۔۔ الآیۃ

اللہ کی بے شمار نعمتوں میں سے آسمان و زمین کی چیزوں کی تسخیر بھی ہے

ارشاد قدرت ہے کہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (ابراہیم۔ ۳۴) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ان میں سے چند کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے ان میں سے ایک یہ ہے

کہ اس نے آسمان و زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کر کے تمہارے فائدہ کے کام میں لگا دیا ہے۔ ع

تا تو نا نے بکف اری و بفضلت نخو ری

اور یہ دوسری یہ ہے کہ اس نے تمہیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے اور انہیں تام و تمام کیا ہے۔

وہ ظاہری و باطنی نعمتیں کیا ہیں؟

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ وہ ظاہری و باطنی نعمتیں کیا ہیں؟ جن سے محسن حقیقی نے ہمیں نوازا ہے تو ان کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طبرسیؒ نے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ

۱۔ ظاہری نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو آنکھوں سے نظر آتی ہیں جیسے خلق کرنا، زندہ رکھنا، روزی دینا اور قدرت و اختیار دینا وغیرہ اور باطنی نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو عقل سے غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتی ہیں

۲۔ ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو انسانوں کو معلوم ہیں اور باطنی وہ ہیں جو خدا کو معلوم ہیں۔

۳۔ ظاہری نعمتوں سے دنیا کی نعمتیں مراد ہیں اور باطنی سے آخرت کی نعمتیں۔

۴۔ ظاہری نعمتوں سے مراد قرآن کی تنزیل اور باطنی سے اس کی تاویل مراد ہے۔

۵۔ ظاہری نعمتوں سے جسمانی اعضاء و جوارح مراد ہیں اور باطنی سے دل و دماغ وغیرہ۔

ظاہری نعمتوں سے پیغمبر اسلامؐ کی ذات گرامی صفات مراد ہے جنہوں نے معرفت پروردگار اور اسکی یکتائی میں ہماری راہنمائی فرمائی اور باطنی نعمتوں سے ولایت اہلبیت مراد ہے۔ (القمی عن الباقر علیہ السلام)

فاضل طبرسی فرماتے ہیں کہ ان اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے بلکہ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ لہذا ان سب پر آیت کو محمول کیا جا سکتا ہے۔ (مجمع البیان)

(۲۱) ومن الناس من یجادل۔۔ الآیۃ

کسی چیز کے پہچاننے کے ذرائع تین ہیں

یہ آیت قبل ازیں سورہ حج میں نمبر ۳ پر مع تفسیر گزر چکی ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ کسی چیز کی معرفت حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔

۱۔ مشاہدہ و تجربہ سے جسے یہاں علم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔ خداداد عقل و خرد سے جسے یہاں ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ وحی الٰہی سے جسے یہاں کتاب منیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۲) واذا قیل لھم اتبعوا ۔۔ الآیة

باطل نواز اور باطل پرست لوگوں کا قدیم الایام سے یہی دستور رہا ہے کہ جب بھی انہیں حق وحقیقت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی جائے تو وہ اپنی عقل وخرد سے غور وفکر کرنے اور سوچنے کی بجائے اپنے باپ داداؤں کی اندھی تقلید کا سہارا لیتے ہیں۔ یہی کچھ ہر نبی کے دور میں ہوتا رہا ہے اور خدا نے ایسے لوگوں کو ہمیشہ مختلف جواب دیئے ہیں۔ کبھی فرمایا اگر تمہارے باپ دادا بے عقل و بے ہدایت ہوں تو تم عقلمند ہو کر بھی ان کی اقتداء کرو گے؟ (البقرة ۔ ۱۷۰) اور کبھی فرمایا اگر چہ تمہارے بڑوں کو شیطان عذاب جہنم کی دعوت دیتا رہا ہو تو تب بھی تم انہی کی اتباع کرو گے۔ بہرحال اس قسم کی آیت مع تفسیر سورۃ بقرہ نمبر ۱۷۰ پر گزر چکی ہے وہاں ہمارا مفصل تبصرہ ملاحظہ فرمائیں ۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ عقائد میں کورکورانہ تقلید جائز نہیں ہے بلکہ دلائل و براہین سے تحقیق لازم ہے اور تحقیقی نظریہ ہی مفید اور کارآمد ہے۔

۲۳) ومن یسلم وجھه الی الله ۔۔ الآیة

عروہ وثقی سے تمسک کرنے والے کون لوگ ہیں؟

ارشاد قدرت جو شخص مکمل طور پر اپنا مال ومنال، جائیداد اولاد اور جسم وجان غرضیکہ اپنا سب کچھ اس طرح اللہ کے حوالے کردے کہ کچھ بھی باقی نہ بچا کے نہ رکھے اور اس کے قول وفعل میں کہیں تضاد نظر نہ آئے یعنی سب سے پہلے مقام اعتقاد میں خدا پر کامل ایمان لائے اور پھر مقام عمل میں اس کی رضا کے مطابق زندگی گزارے یعنی واجبات شرعیہ کو بجالائے اور محرمات الہیہ سے اپنے دامن کو بچائے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ محسن بھی ہو یعنی اس کی نیکی صرف اس کی ذات تک محدود نہ ہو بلکہ اس کی نیکی واحسان کے ثمرات دوسرے بنی نوع انسان تک بھی پہنچیں اور وہ اس طرح کہ وہ لوگوں کے دکھ سکھ میں برابر کا شریک حال نظر آئے اور دوسروں کیلئے وہ کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جو اسے اپنے لئے پسند نہ ہو اسے دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے بلکہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کو حاصل زیست اور سب سے بڑی نیکی سمجھے تو وہ اس عروۃ وثقی (قرآن وسنت اور حق و حقیقت سے اس مضبوط دستہ اور حلقہ کو) تھامنے والا ہے جس کے ٹوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ سعادت نین کے حصول اور عذاب جہنم سے گلو خلاصی کرانے کیلئے ایمان وعمل کے ساتھ ساتھ احسان بھی ضروری ہے۔ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے پیغمبر اسلام کا یہ فرمان افضل الناس انفع الناس کہ سب سے افضل انسان وہ ہے جو سب سے بڑھکر بندوں کو فائدہ پہنچائے اور امام جعفر صادق

علیہ السلام کا یہ کلام من اصبح ولم یهتم با مر المسلمین فلیس بمسلم ۔ جو شخص صبح کرے مگر اسے مسلمانوں کی اصلاح کا کوئی خیال نہ ہوتو وہ مسلمان نہیں ہے۔ کافی ہے یہی عبادت یہی دین وایمان کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان۔

۲۴) ومن کفر فلا یحزنك .. الآیة

پیغمبر اسلامؐ چونکہ کافروں کے کفر پر اڑے رہنے اور انکے اسلام نہ لانے سے رنجیدہ خاطر ہوتے تھے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے تو خداوند عالم آپ کو تسلی دے رہا ہے کہ جب آپ نے اپنا فریضہ تبلیغ وارشاد بطریق احسن انجام دے دیا ہے تو پھر غمگین کیوں ہوتے ہو؟ کیونکہ آپ کا کام صرف میرا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ منوانا آپ کا کام نہیں لہذا ان کو انکے حال پر چھوڑ دیں اور ہرگز پریشان اور غمگین نہ ہوں کیونکہ

بر رسو لا ں بلا غ با شدو بس

۲۵) نمتعهم قلیلا .. الآیة

ہم ایسے لوگوں کو چندروزہ دنیوی زندگی میں عیش وعشرت اور لطف اندوز ہونے کا موقع دیں گے پھر انہیں کشاں کشاں سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورہ آل عمران میں نمبر ۱۷۶ پر مع تفسیر گزر چکی ہے مزید وضاحت کی خاطر اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۶) ولئن سألتهم .. الآیة

یہی آیت انہی الفاظ کے ساتھ اپنی مفصل تفسیر وتشریح کے ساتھ سورہ عنکبوت آیت نمبر ۲۱ میں گزر چکی ہے۔ قارئین کرام اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۷) ولو ان ما فی الارض .. الآیة

یہ آیت الفاظ کی تھوڑی سے تبدیلی کے ساتھ قبل ازیں مکمل تفسیر اور کلمات اللہ کی مکمل توضیح کے ساتھ سورہ کہف آیت نمبر ۱۱۰ میں گزر چکی ہے۔ لہذا قارئین اس مقام کی طرف رجوع کرنے کی زحمت فرمائیں۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے غرض اینکہ اگر جن وانس کلمات اللہ یعنی معلومات اور مقدورات الہیہ کی تفصیل لکھنے بیٹھ جائیں تو تمام درختوں کی قلمیں ٹوٹ جائیں گی اور سات سمندروں کی سیاہیاں ختم ہو جائیں اور جن وانس مر مٹ جائیں گے مگر عجائبات قدرت الہی اور معلومات خداوندی ختم نہیں ہو سکیں گے۔ آخر قلمیں اور سمندر بھی تو کلمات

اللہ کا ایک جز ہی ہیں۔

۲۸) ما خلقکم ولا بعثکم ۔۔ الآیۃ

منکرین معاد کے بعض استبعادات کے جوابات

منکرین قیامت کو اس کے وقوع پذیر ہونے پر دو بڑے اشکال تھے۔ایک یہ کہ یہاں آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو وہ تخلیق کے کئی مراحل سے مثلا نطفہ علقہ مفغہ وغیرہ سے گزر کر وجود میں آتا ہے۔ وہاں ایک دم کس طرح پیدا ہوجائے گا دوسرا یہ کہ جن مردوں کو مرے ہوئے ہزار ہا سال گزر چکے ہیں ان کو کس طرح دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان دونوں استبعادات کا جواب یہ ہے کہ اللہ وہ قادر مطلق ہے کہ اس کی قدرت کاملہ کے سامنے ایک آدمی کو پیدا کرنا اور ایک لاکھ یا کروڑ یا اس سے کم وبیش آدمیوں کو پیدا کرنا برابر ہے۔ان میں کوئی فرق نہیں ہے نیز وہ علیم اور خبیر وقادر وقدیر بھی ہے۔اس کا علم کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو محیط ہے وہ جانتا ہے کہ کس کا کونسا عضو بکھر کر کہاں چلا گیا ہے اور پھر قدیر بھی ہے۔لہذا اس کے لئے ان متفرق اجزاء کو جمع کرنا اور ایک ایک آن میں ایک انسان کو پیدا کرنے اور اربوں انسانوں کو پیدا کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے؟؟ جل جلالہ

۲۹) الم تر ان اللہ یولج الیل ۔۔ الآیۃ

شب وروز کا ایک ضابطہ کے تحت اپنے مقررہ اوقات پر آنا جانا اور سورج اور چاند کا اپنے اپنے مقررہ اوقات پر ڈوبنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ قانون قدرت میں کسے ہوئے ہیں جس سے وہ ذرہ برابر ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ **وذالك تقدير العزيز العليم** ۔اس آیت کا پہلا حصہ قبل ازیں مع تفسیر سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۷ اور سورہ حج کی آیت نمبر ۶۱ میں گزر چکا ہے اور دوسرا حصہ یعنی **وسخر لك الشمس والقمر** الآیۃ۔یہ قبل ازیں مع تفسیر سورہ رعد کی آیت نمبر ۲ میں گزر چکا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

۳۰) وذالك بأن الله هو الحق ۔۔ الآیۃ

یعنی یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ یہ مشرک لوگ جن بعض چیزوں کو پکارتے ہیں وہ باطل اور بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے۔ قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ۔

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ
مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ
اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَ لَا مَوْلُوْدٌ
هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ
الدُّنْیَا ٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ
وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا
تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ
خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۃ الآیات

کیاتم نے نہیں دیکھا کہ محض اللہ کے فضل سے سمندر میں کشتی چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائے ۔ بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر صبر وشکر کرنے والے کیلئے (۳۱) اور جب انہیں ایک موج سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے تو یہ اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کر کے اسے پکارتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دیکر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو پھر ان میں سے کچھ تو اعتدال پر رہتے ہیں (اور اکثر انکار کر دیتے ہیں) اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر وہی شخص جو بڑا غدار (بے وفا) اور بڑا ناشکرا ہے (۳۲) اے لوگو! اپنے پروردگار (کی نافرمانی) سے ڈرو۔ اور اس دن کا خوف کرو جب نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو

فائدہ پہنچا سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تمہیں دنیا کی (عارضی) زندگی دھوکہ نہ دے اور نہ ہی کوئی دھوکہ باز (شیطان وغیرہ) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دے (۳۳) بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی جانتا ہی کہ ماؤں کے رحموں میں کیا ہے؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مریگا۔ بے شک اللہ بڑا جاننے والا (اور) بڑا باخبر ہے (۳۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔کا الظلل۔ یہ ظلہ کی جمع ہے جس کے معنی تنگ سائبان کے ہیں اور ہر وہ چیز جس سے سردی اور گرمی سے پناہ لی جائے۔(۲)۔مقتصد۔ یہ اقتصاد سے مشتق ہے جس کے معنی اعتدال اور میانہ روی کے ہیں ۔(۳) ختار۔ یہ ختر ختراً سے مشتق ہے جس کے معنی بری طرح بے وفائی کرنے کے یعنی بڑے غدار کے ہیں۔ (۴)۔ کفور۔اس کے معنی بہت کفر کرنے والا اور بہت زیادہ ناشکری کرنے والے کے ہیں۔(۵)۔ فلا تغر نکم۔ یہ غرا و غرۃ و غروراً کے معنی دھوکہ دینے کے ہیں اور جب اس کا صلہ با کے ساتھ ہو تو اس کے معنی جرات دلانے کے ہیں۔ بناء بریں غرور کے معنی ہوں گے بڑا دھوکہ باز۔

تفسیر الآیات

۳۱) الم تر ان الفلك... الآیة

خدا کی قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ایک کشتیوں اور بحری جہازوں کا چلنا بھی ہے

خدائے حکیم اپنی قدرت وحکمت اور یکتائی کے دلائل پیش کرتے ہوئے فرمارہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سمندر میں اللہ کے فضل واحسان سے کشتیاں چل رہی ہیں جو مواصلات کا بہترین ذریعہ ہیں۔ جن کے چلنے کیلئے ہوا اور پانی وغیرہ کی ضرورت ہے جو اللہ ہی مہیا کرسکتا ہے اور یہ عقل وخرد بھی اس نے عطا کی ہے کہ وہ لکڑی اور لوہے کی چند تختیوں کو جوڑ کر اور بھاپ اور بجلی وغیرہ سے کام لے کر کشتیاں، بحری جہاز اور آبدوزیں وغیرہ تیار کر

رہا ہے اور پھر یہ مشت خاک سمندروں کا سینہ چیر کر اور پہاڑوں جیسی اٹھنے والی موجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہزاروں من بلکہ ٹن وزنی ساز و سامان لیکر سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل کے فاصلے طے کر رہا ہے اور کاروبار کر رہا ہے۔ یقینا اس میں ہر صبار و شکور یعنی بڑے صبر و شکر کرنے والے اہل ایمان کیلئے جو مستقل مزاج ہوتے ہیں قدرت خدا کی بڑی نشانیاں ہیں اور اس کے فضل و کرم کے شامل حال ہونے کے شواہد ہیں ورنہ انسان صرف اپنی تدبیر پر بھروسہ کر کے ان دشوار گزار منزلوں کو طے نہیں کر سکتا۔

۳۲) واذا غشیھم موج ... الآیۃ

کفار مشرکین کی طبعی کجروی کا تذکرہ

عام انسانوں اور بالخصوص کفار و مشرکین کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ وہ عام حالات میں تو اپنے غلط سلط عقائد و نظریات پر جمے رہتے ہیں مگر جب ہی حالات سنگین ہو جائیں اور وہ مشکلات کے دلدل میں پھنس جائیں اور کشتیاں بھنور میں گھر جائیں پھر گڑگڑا کر بارگاہ توحید میں دعائیں کرنے لگتے ہیں اور اس کی سپاس گزاری کے وعدے کرنے لگتے ہین لیکن جونہی مصیبت ٹل جائے اور اچھا وقت آ جائے تو پھر سب وعدے وعید بھول کر ناشکرے بن جاتے ہیں۔ ہاں البتہ بعض لوگ میانہ روی کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ نہ سابق بالخیرات بنتے ہیں اور نہ بالکل کافر ہو جاتے ہیں مگر اکثر لوگ غدار و بے وفا اور ناشکرے ہوتے ہیں۔ مشاہدہ اس بات کی صداقت کا سب سے بڑا شاہد ہے۔

سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں دو مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے اور کفار و مشرکین کی اس کج روی اور دوغلے پن پر تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ سورہ یونس آیت نمبر ۲۲ اور سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۵ ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۳) یاایھا الناس اتقوا ربکم ... الآیۃ

قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کی ہدایت

بعض دلائل توحید و ربوبیت بیان کرنے کے بعد اب یہاں عام لوگوں کو اپنے پروردگار کی عصیاں کاری اور نافرمانی سے بچنے اور قیامت کی ہولناکیوں اور اس کی تباہ کاریوں سے دامن بچانے کی ہدایت کی جا رہی ہے جو اس کتاب ہدایت کا اصل موضوع ہے۔ خبردار! دنیا کی چمک، دمک، زیب و زینت اور اس کی چند روزہ عیش و

عشرت اور دلفریبیوں میں گرفتار ہو کر اپنی آخرت کو نہ بھول جانا۔خبر دار! دنیا کی عروس ہزار داماد کے دام فریب میں نہ آنا کیونکہ اس نے آج تک کسی سے وفا نہیں کی تو تم سے کیسے کرے گی؟ بلکہ ڈرو اس دن سے جس میں باپ بیٹے جیسے گہرے رشتے بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے اگر ان میں سے ایک مومن ہوا اور دوسرا کافر تو جو مومن ہو گا وہ کافر کو خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔حالانکہ قرآن وسنت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ماں باپ اپنی گنہگا اولاد کی شفاعت کریں گے اور اولاد اپنے گنہگار ماں باپ کی شفاعت کرے گی۔

۳۴)ان وعد اللہ حق ... الآیۃ

خدا کے ثواب وعقاب کا وعدہ برحق ہے خیال رکھنا کہ کوئی دھوکہ باز خواہ وہ شیطان ہو یا کوئی شیطان صفت انسان تمہیں اللہ کے بارے میں اور اس کے برحق وعدہ و وعید کے بارے میں دھوکہ نہ دے اور فریب میں مبتلا نہ کرے ہر وہ شخص یا ہر وہ چیز جو انسان کو امیدوں اور تمناؤں کے سبز باغ دکھا کر خدا کی عبادت سے روکے اور اسے غفلت اور دھوکہ میں ڈالے اسے غرور کہتے ہیں عام اس سے کہ وہ جنی شیطانی ہو یا انسی شیطان۔ کیونکہ شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں من الجنۃ والناس۔

بنابریں اس میں وہ سب دروغ گو مقررین بھی شامل ہیں جو عسائیوں کے نظریہ کفارہ کی طرح شفاعت کا غلط مفہوم بیان کر کے لوگوں کو خدا کی عصیاں کاری اور نافرمانی کرنے اور حدود شریعت توڑنے پر آمادہ کرتے ہیں کہ تم جو چاہے کرو تمہارے پیشوا تمہیں چھڑا لیں گے اور عذاب سے بچا لیں گے۔جن کا تکیہ کلام ہے کہ نیکی اور بدی کیا؟ بس شاہ جانے اور راہ جانے؟

۳۵)ان اللہ عندہ علم الساعۃ ... الآیۃ

آیت میں بیان کردہ پانچ چیزوں کا تفصیلی و تحقیقی علم خدا سے مختص ہے

اگرچہ ہر لحاظ سے عالم الغیب ہونا خدا کی صفت خاصہ ہے اور کوئی ہستی اس صفت میں اس کی شریک نہیں ہے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۹ اور ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیۃ کی تفسیر میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے مگر اس آیت میں بیان کردہ پانچ چیزوں کا تفصیلی و تحقیقی علم تو خاص طور پر اللہ سے مختص ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہے ھذہ الخمسۃ اشیاء لم یطلع علیھا ملك مقرب ولا نبی مرسل۔(تفسیر قمی وصافی) یہ وہ پانچ چیزیں ہیں کہ جن پر نہ کوئی ملک مقرب مطلع ہے اور نہ کوئی نبی مرسل اور حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔فھذا علم الغیب الذی لا یعلمه احد الا اللہ

ہ وہ خاص علم ہے جسے خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ (نہج البلاغہ)

فاضل طبرسی فرماتے ہیں ''وقد روی عن ائمۃ الھدیٰ ان ھذہ الاشیاء الخمسۃ لا یعلمھا علی التفصیل و التحقیق غیرہ تعالیٰ''۔ یعنی آئمہ ہدیٰ سے مروی ہے کہ یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو تفصیل و تحقیق کے ساتھ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (مجمع البیان) اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا حسب مصلحت چاہے تو اظہار معجزہ کے طور پر ان چیزوں میں سے کسی چیز کا جزوی اور اجمالی علم اپنے بعض انبیاء و ائمہ کو عطا کر سکتا ہے۔ مگر کلی و احاطی اور تحقیقی تفصیلی علم اسی کی ذات ذوالجلال سے مخصوص ہے۔ ہذا ہوالحق لحقیق بالاتباع۔

وہ پانچ چیزیں یہ ہیں

۱۔ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ لا یجلیھا لوقتھا الا ھو (اعراف۔ ۱۸۷) اس کی آمد کے تحقیقی وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ بارش برسانا خدا کا کام ہے اور وہی اس کے حقیقی وقت و مقام کو جانتا ہے کہ کب اور کہاں برسائے گا؟ اگر محکمہ موسمیات والے پیشگی خبر دیتے ہیں تو وہ اس کے قریبی علامات کو دیکھ کر اس سے پہلے انہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا اور نہ یہ جانتے ہیں کہ یہ علامات کب ظاہر ہونگی۔

۳۔ جو کچھ ماؤں کے رحموں میں ہے اسے بھی صرف خدا جانتا ہے (کہا جاتا ہے) کہ آج تو الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے ڈاکٹر معلوم کر لیتے ہیں کہ ماں کے شکم میں بیٹا ہے یا بیٹی؟ تو اسکا جواب واضح ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ جو حضرت امیر علیہ السلام نے بیان فرمائی اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا اور نہ آئندہ جان سکے گا کہ وہ بچہ ہے یا بچی، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، شقی و بدبخت ہے یا سعید و نیک بخت اور یہ کہ آیا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا یا جنت میں انبیاء کا رفیق بنے گا۔ (نہج البلاغہ)

۴۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا؟ بھلا جب اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کل تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟ تو پھر وہ یہ کیسے یقین سے کہہ سکتا ہے کہ وہ کل کیا کریگا؟ کیونکہ تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ اور ظاہر ہے کہ تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے اور عرفت ربی بفسخ العزائم و نقض الھمم کی صداقت بھی نا قابل انکار ہے؟ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

۵۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں اور کب مریگا؟ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ موت کا کیا پتہ کب آدھمکے۔ مشاہدہ شاہد ہے کہ وہ کبھی بچوں و جوانوں اور صحت مندوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے اور کبھی بیماروں، بوڑھوں اور لاچاروں کو چھوڑ دیتی ہے۔ اور پھر کبھی حضر میں آدھمکتی ہے اور کبھی سفر میں اور پھر

کبھی طویل بیماری ولا چاری کے بعد آتی ہے اور کبھی اچانک دروازہ پر دستک دیتی ہے۔ ان اللہ علیم خبیر ۔ بیشک اللہ ہی سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا باخبر ہے۔ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۔ اللہ بہتر جانتا ہے تم کچھ نہیں جانتے۔

سورہ لقمان کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی

والحمد للہ رب العالمین

سُوْرَۃُ السَّجْدَۃِ

وجہ تسمیہ

قرآن مجید میں چار سورے ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں ایک ایک آیت ایسی موجود ہے جس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سورہ کی آیت ۱۵ بھی انہی آیات میں سے ایک ہے اور اسی وجہ سے اس سورہ کا نام سورہ السجدہ تجویز ہوا۔

عہد نزول

یہ سورہ مکی ہے اور انداز بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کے وسطانی دور کے آغاز میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کی طرف سے ظلم و ستم اور طعن و تمسخر شروع تو ہو چکا ہے مگر اس میں وہ شدت وحدت دکھائی نہیں دیتی جو اس سورہ کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں دکھائی دیتی ہے۔

اس سورہ کی اجمالی فہرست مضامین

۱۔ اس سورہ کا بنیادی موضوع توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ کی دعوت دینا ہے اور ان موضوعات پر کفار کے وارد کردہ اعتراضات کے جوابات دینا ہیں۔

۲۔ عالم آخرت کا نقشہ اور ایک دن کے ہزار برس کے برابر ہونے کا تذکرہ۔

۳۔ کفار مکہ کو تجارتی سفروں کے دوران گزشتہ تباہ شدہ قوموں کی تباہ شدہ بستیوں سے درس عبرت حاصل کرنے کی دعوت اور ان لوگوں جیسے انجام سے بچنے کی ترغیب۔

۴۔ ملک الموت کا تذکرہ۔

۵۔ مومن اور فاسق کے برابر نہ ہونے کا تذکرہ۔

۶۔ آئمہ ہدیٰ کی شان اور ان کا مقام۔

۷۔ اس وقت کا بیان جس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔

۸۔ عام لوگوں کی اصلاح سے ناامید ہو کر ان کو ان کے حال پر چھوڑنے کی طرف اشارہ۔

۹۔ قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب اور اپنی اصلاح کرنے کا حکم۔

۱۰۔زمین وآسمان کی چھ دنوں میں خلقت کا تذکرہ۔وغیرہ وغیرہ

اس سورہ کے پڑھنے کا ثواب

۱۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا جو شخص الم تنزیل الکتاب اور سورہ تبارک الذی بیدہ الملک کی تلاوت کرے وہ ایسا ہے جیسے لیلۃ القدر بیدار رہ کر گزاری ہے۔ نیز جابر سے مروی ہے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ان دونوں سورتوں کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔(مجمع البیان)

۲۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص ہر شب جمعہ سورہ السجدہ کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیگا اور اس کے اعمال کا محاسبہ بھی نہیں کریگا اور وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہلبیتؑ کے رفقاء میں سے ہوگا۔(ثواب الاعمال)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ
رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ۚ بَلۡ هُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ
قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى
الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا شَفِيۡعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴﴾
يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ
مِقۡدَارُهٗۤ اَلۡفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ
الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿۶﴾ الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ
الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۚ﴿۸﴾
ثُمَّ سَوّٰٮهُ وَنَفَخَ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ

وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ
ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ
يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے الف، لام، میم (۱) بلا شک وشبہ۔ یہ کتاب (قرآن) کی تنزیل تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے (۲) کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (رسولؐ) نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں (۳) اللہ ہی وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر متمکن ہوا اس کے سوا نہ تمہارا کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی سفارشی کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ (۴) وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر معاملہ کی تدبیر کرتا ہے اور پھر ہر معاملہ اس کی بارگاہ میں اس دن پیش ہوگا جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی (۵) یہ ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا جو بڑا غالب ہے (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے (۶) جس نے جو چیز بنائی بہترین بنائی اور انسان (آدم) کی خلقت کی ابتداء گیلی مٹی سے کی (۷) پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی (نطفہ) کے نچوڑ سے قرار دیا (۸) پھر اس کو درست کیا (اس کی نوک پلک سنواری) اور پھر اس میں اپنی (خاص) روح پھونک دی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل (دماغ) بنائے گئے مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو (۹) اور وہ (کفار) کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گم (ناپید) ہو جائیں تو کیا ہم از سر نو پیدا کئے جائینگے بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری کے منکر ہیں (۱۰) آپ کہہ دیجئے کہ موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہیں پورا پورا اپنے قبضے میں لیتا ہے پھر تم اپنے پروردگار کے طرف لوٹائے جاؤ گے (۱۱)۔

تشریح الالفاظ

(۱)۔استوی۔کے معنی تو معتدل اور برابر ہونے کے ہیں اور جب اس کا صلہ علی کے ساتھ ہو جیسے استوی علیہ تو اس کے معنی غالب آنے اور مکمل طور پر متمکن و متصرف ہونے کے ہوتے ہیں۔(۲) سلالہ کے معنی خلاص اور نچوڑ کے ہیں۔(۳) ماءمہین۔کے معنی حقیر اور بے قدر پانی (نطفہ) کے ہیں۔(۴)۔ضللنا۔ضل فی الارض۔کے معنی زمین میں کھو جانے اور ناپید ہو جانے کے ہیں۔(۵)قل یتوفاکم۔یتوفی۔کے معنی اخذ الشئی وافیا۔کسی چیز کو پورا پورا اپنے قبضہ میں لینا۔

تفسیر الآیات

۱)الف،لام،میم۔۔الآیۃ

یہ وہی حروف مقطعات ہیں جن کے بارے میں سورہ بقرہ کے آغاز اور دوسرے بہت سے مقامات پر کئی بار واضح کیا گیا ہے کہ یہ قرآن کے ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقت یا خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم یعنی سرکار محمد وال محمد علیہم السلام جانتے ہیں۔

۲)تنزیل الکتاب۔۔۔الآیۃ

مطلب یہ ہے کہ اس کتاب (قرآن) کے کلام الٰہی اور منزل من اللہ ہونے میں ایک سلیم الفطرت انسان کیلئے انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی اس کی صداقت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کے آغاز میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کی جا چکی ہے ہاں یہ الگ بات ہے کہ

گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

۳)ام یقولون افتراہ۔۔۔الآیۃ

خداوند عالم بڑے تعجب کے انداز میں سوال کر رہا ہے کہ باوجود اس کے قرآن ظاہری و باطنی، ادبی ومعنوی غرضیکہ ہر لحاظ سے ایک عدیم النظیر کتاب اور پیغمبر اسلامؐ کی نبوت ورسالت کا معجزہ خالدہ ہے اور یہ لوگ کم از کم اس کی فصاحت وبلاغت کی فوق الفطرت شان سے تو واقف ہیں اس کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ یہ

قرآن پیغمبر اسلامؐ نے خود گھڑ لیا ہے اگر ایسا ہے کہ کوئی ایسا کلام معجزہ نظام کرنے پر اور ایسی عدیم المثال کتاب تصنیف کرنے پر قادر ہے تو پھر باوجود بار بار چیلنج کے اس جیسی کتاب یا اس جیسی دس سورتیں یا کم از کم اس جیسی ایک سورہ ہی تصنیف کر کے کیوں نہیں پیش کر دیتے؟ ہے اس بے حیائی اور ہٹ دھرمی کی کوئی انتہا؟ ایسا بیجا الزام عائد کرتے ہوئے

شرم ان کو مگر نہیں آتی

۴)لتنذر قوما ... الآیۃ

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ السلامؐ سے پہلے عرب میں کوئی نبی نہیں آیا بلکہ بہت سے نبی آئے جیسے جناب خلیلؑ اور ان کی اولاد اور جناب موسیٰ وعیسیٰ وامثالھم۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ جب پیغمبر اسلامؐ تشریف لائے تو یہ زمانہ فترت (دونبیوں کے درمیان والا زمانہ) تھا یعنی کافی عرصہ سے کوئی نبی نہیں آیا تھا اگرچہ جناب ابراہیم و اسمٰعیل اور جناب عیسیٰؑ کے اوصیاء کا سلسلہ برابر قائم تھا مگر انبیاء کے وہ تعلیمات کافی حد تک فراموش کر دیئے گئے تھے۔ لہٰذا خداوند رحیم و کریم نے ان محو شدہ نقوش کو تازہ کرنے اور فراموش کردہ تعلیمات کو از سر نو تازہ کرنے کی خاطر پیغمبر اسلامؐ کو مبعوث فرمایا۔

۵)اللہ الذی خلق السموت ... الآیۃ

چھ دن میں زمین وآسمان کی خلقت کا تذکرہ اور اس کی وضاحت

اس جیسی ایک آیت قبل ازیں سورہ اعراف میں آیت نمبر ۵۴، سورہ یونس میں آیت ۳ اور سورہ فرقان میں آیت ۵۹ میں مع تفسیر گزر چکی ہے اور وہیں چھ دن کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ اس سے تقدیری وقت مراد ہے یا چھ اطوار و حالات ان مقامات بالخصوص سورہ اعراف کی آیت ۵۴ کی تفسیر دیکھی جائے۔ نیز یہاں جو اللہ کے علاوہ ہر قسم کے سرپرست و یار و مددگار اور سفارشی کی جو علی الاطلاق نفی کی گئی ہے۔ اس کی تشریح سورہ یونس کی آیت ۴ میں موجود ہے کہ ما من شفیع الا من بعد اذنہ کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارشی نہیں ہے۔ کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ خدا کائنات پیدا کر کے اس سے لاتعلق نہیں ہو گیا بلکہ کائنات کی تدبیر اور اس کا نظام بھی وہی چلا رہا ہے۔ ثم استوی علی العرش کا یہی مفہوم ہے اور مزید وضاحت آئندہ آیت میں مذکور ہے۔

۶) یدبر الامر من السماء... الآیۃ

کائنات کا مدبر و منتظم اعلیٰ خداوند عالم ہی ہے

یہاں وہ حقیقت کھول کر بیان کی جارہی ہے جو اوپر مجملا بیان ہوئی ہے، یعنی خدا ہی ہے جو ہر چھوٹی بڑی چیز کا مدبر و منتظم اعلیٰ ہے جو آسمانوں سے لے کر زمین تک ساری کائنات کا انتظام و تدبیر کر رہا ہے۔ **ولا یوؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم** زمین و آسمان کی حفاظت کرنا اسے تھکا تا نہیں ہے کیونکہ وہ بلند و بالا اور بزرگ و اعلیٰ بھی ہے اور پھر تمام امور و معاملات اور لوگوں کے اعمال قیامت کا دن اسی کی بارگاہ میں پیش ہونگے۔ دنیا کی طرح آخرت میں بھی سب کا آخری فیصلہ وہ فرمائے گا اور قیامت کے دن کوئی مختصر دن نہیں ہوگا بلکہ انسانی شمار اور گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

سن و سال کے اس ظاہری اختلاف کی توجیہہ؟

سورہ حج کی آیت ۴۷ میں بھی یہاں کی طرح اللہ کے ہاں ایک دن لوگوں کے شمار سے ایک ہزار سال کے برابر بتایا گیا ہے اور سورہ معارج آیت ۷۱ میں ایسے ایک دن کی مدت پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے۔ اس کی توجیہ سورہ حج کی آیت ۴۷ میں بیان کی جا چکی ہے کہ ایک ہزار سال اور پچاس ہزار سال صرف طویل زمانہ کا کنایہ ہے اور یہ کہ کفار و مشرکین اس کرب و اضطراب اور عذاب و عقاب میں گرفتار ہوں گے ان کو وہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا اور گنہگاران امت جس پریشانی و سراسیمگی میں مبتلا ہوں گے ان کو وہ دن ہزار سال کے برابر محسوس ہوگا اور اہل ایمان و ایقان کو بالکل مختصر محسوس ہوگا۔

۷) ذالك عالم الغیب والشھادۃ... الآیۃ

عالم الغیب والشہادۃ صرف خداوند عالم ہے

اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم کے علم محیط کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اس کے سوا جو کوئی بھی ہے اگر اس کے سامنے ایک چیز ظاہر ہے تو ہزاروں چیزیں اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ یہ صرف اور صرف خدائے علیم و خبیر کی صفت ہے کہ جو کچھ لوگوں پر ظاہر ہے یا پوشیدہ ہے اس پر سب کچھ واضح و عیاں ہے اور کچھ بھی مخفی و پنہاں نہیں ہے اور وہ سب پر غالب ہے اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اور وہ اپنی مخلوق پر مہربان بھی ہے۔ اور اسی بناء پر اس نے یہ محیر العقول کائنات کتم عدم سے نکال کر عرصہ وجود میں لا کھڑی کی ہے اور رحیم و کریم ہونے کی وجہ سے ہر چیز کی

تربیت کا انتظام وانصرام کر رہا ہے اور اس غلبہ وقدرت کاملہ کے باوجود اس کے ہاں ظلم وعدوان کا نام ونشان نہیں ہے بلکہ وہ بڑا مہربان ہے۔

۸) الذی احسن کل شئی ۔۔۔ الآیة

خدا نے ہر چیز کو تخلیق کے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے

اس آیت میں خدائی صناعی وکاریگری کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ باوجودیکہ اس نے یہ بے کراں کائنات پیدا کی ہے یہ اتنا بڑا آسمان جس میں سینکڑوں ہمارے سورج جیسے سورج موجود ہیں جن میں سے ہر ایک ہماری زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے اور جس میں کروڑوں کواکب وسیارستارے موجود ہیں۔ اور اتنی بڑی زمین جس کا قطر ۷۹۸۰ میل ہے اور محیط چار کروڑ میٹر ہے جو ہزاروں قسم کے فوائد وعوائد اور لاکھوں قسم کے عجائبات وغرائبات کا مرکز ہے مگر صناع ازل نے جو چیز بھی جس مقصد کیلئے پیدا کی ہے اپنے مقصد تخلیق کے اعتبار سے کوئی چیز بھی بے ہنگم اور بے ڈھنگی پیدا نہیں کی بلکہ ہر چیز اپنی نوعی وضع قطع کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ مناسب وموزوں اور حسین وجمیل پیدا کی ہے اور اسے اپنے مقام پر رکھا ہے اور کسی چیز مین کوئی نقص نظر نہیں آتا **ما تری فی خلق الرحمن من تفاوت** ہر نوع براہ راست پیدا ہوئی اور پھر ہر نوع کی مناسب طریقہ پر نسل آگے بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا ڈارون کا نظریہ محض خرامات کا پلندہ ہے چنانچہ خالق حکیم نے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو گیلی مٹی سے پیدا کیا۔ جس کی تفصیلات سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے پھر اس کے بعد ان کی نسل کو ایک حقیر پانی (نطفہ) سے پیدا فرمایا۔ اس سے پہلے جناب آدمؑ کا پتلا تیار کیا اور اسے درست کیا یعنی اس کی نوک پلک سنواری پھر اس میں اپنی خاص عظیم روح پھونکی۔ جیسا کہ خلقت آدمؑ سے پہلے والے اعلان کے یہ الفاظ اس مطلب کی تائید کرتے مزید کرتے ہیں۔ **فاذ سو یته و نفخت فیه من رو حی**۔ کہ جب میں اسے درست کر دوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔ مگر ایک دوسری تفسیر کے مطابق یہ آیت نسل آدمؑ کی تخلیق کے متعلق بھی قرار پا سکتی ہے کہ خالق حکیم نے شکم مادر میں آدمی کا جسم تیار کیا اور اس میں روح پھونکی اور پھر اسے سننے کیلئے کان دیکھنے کیلئے آنکھیں اور غور وفکر کرنے کیلئے دل ودماغ عطا فرمائے مگر پھر بھی بندے بہت کم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

۹) وقالو اذا ضللنا ۔۔۔ الآیة

معاد پر کفار کے ایک استبعاد کا جواب

اس سے پہلے اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید ورسالت پر کفار کے جوابات دیئے جا چکے ہیں اب یہاں

اسلام کے تیسرے اساسی عقیدہ معاد پر ان لوگوں کے ایک استبعاد کا جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گل سڑ کر گم ہو جائیں گے تو کیا پھر نئے سر سے پیدا کئے جائیں گے؟ اس استبعاد کا قرآن مجید میں کئی بار جواب دیا گیا ہے۔ اب یہاں ان کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ جب آدمی کی موت واقع ہوتی ہے تو جسم سے روح نکل جاتی ہے اور وہ بدن کی موت سے نہیں مرتی البتہ جسم کے اجزاء ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں اور قیامت کے دن خدائے قدیر انہی متفرق اجزاء کو جمع کر کے اور سابقہ جسم کا ڈھانچہ تیار کر کے اس میں روح ڈال کر میدان محشر میں حاضر کریگا۔ وما ذالك على الله بعزيز

۱۰) قل يتوفكم ملك الموت ۔ ۔ ۔ الآية

دراصل موت دینے والا خدا ہے اور ملک الموت صرف واسطہ اور آلہ ہے

یہاں وارد ہے کہ ملک الموت وفات دیتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ توفتهم الملا ئكة كہ فرشتے انہیں وفات دیتے ہیں اور تیسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے۔ الله يتو فى الا نفس حين موتها کہ اللہ نفوس کو موت دیتا ہے۔ ان آیتوں میں ہرگز کوئی تضاد نہیں ہے۔ بلکہ مطلب بالکل واضح ہے کہ حقیقی موت دینے والا خداوند عالم ہے اور درمیانی واسطے اور بالفاظ مناسب آلے کا نام ملک الموت اور اس کے ساتھ ہزاروں بلکہ لاکھوں فرشتے مصروف کار ہیں۔ چنانچہ حضرت امام زین العابدین فرشتوں پر درود وسلام بھیجتے ہوئے بارگاہ خدا میں عرض کرتے ہیں۔ وملك الموت واعوانه، ملک الموت اور اس کے اعوان و انصار پر درود بھیج۔ (صحیفہ کاملہ دعا نمبر ۳)

اور فرشتوں کی یہ کارکردگی نہ بطور تفویض ہے اور نہ بصورت توکیل بلکہ بشکل آلیت ہے کہ یہ خدا کے آلات واسباب ہیں کہ بهم يخلق و بهم يرزق و بهم يميت و بهم يحى کہ ان کے ساتھ خلق ورزق اور اماتت واحیاء وغیرہ امور انجام دیتا ہے۔ یہی وہ جواب ہے جو حضرت امیر علیہ السلام نے ایک یہودی کے اس بے جا ایراد کا دیا تھا جو اس نے قرآن میں اختلاف کے بارے میں کیا تھا۔ (احتجاج طبرسی، بحار الانوار)

اس سے واضح ہو گیا کہ صرف اکیلا ملک الموت ہر جگہ جا کر وفات دینے کا فرض انجام نہیں دیتا تاکہ اس سے اس غلط اور نامعقول نظریہ پر استدلال کیا جائے کہ انبیاء وائمہ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے ہیں۔ فتدبر وتشکر

آیات القرآن

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ
اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَوْ شِئْنَا
لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا
يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿١٥﴾ ۩ السجدة تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ
اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ اَفَمَنْ كَانَ
مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؔ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ
اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ
تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ
الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ
اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمۃ الآیات

اور کاش! تم دیکھتے جب مجرم اپنے سر جھکائے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں (کھڑے) ہونگے اور (عرض کریں گے) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو (ایک بار دنیا میں) ہمیں واپس بھیج دے۔ (اب) ہم نیک کام کریں گے اب ہمیں یقین آ گیا ہے (۱۲) اور اگر ہم (مشیت قاہرہ سے) چاہتے تو ہر متنفس کو اس کی ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو سب (نافرمان) جنوں اور انسانوں سے بھر دونگا (۱۳) سو اس دن کی حاضری کو بھلا دینے کا (آج) مزہ چکھو۔ (اب) ہم نے بھی تمہیں نظر انداز کر دیا ہے اور اپنے برے اعمال کی پاداش میں دائمی عذاب کا مزہ چکھو (۱۴) ہماری آیتوں پر بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کو جب بھی ان (آیتوں) کیساتھ نصیحت کی جائے تو وہ سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے (۱۵) (رات کے وقت) ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ بیم و امید سے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (۱۶) پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے اچھے اعمال کے صلہ میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا کیا نعمتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں (۱۷) تو کیا جو مومن ہے وہ فاسق کی مانند ہو سکتا ہے؟ یہ برابر نہیں ہو سکتے (۱۸) پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کئے تو ان کے (اچھے) اعمال کے صلہ میں مہمانی کے طور پر ان کے (آرام) کیلئے جنتوں کی قیام گاہیں ہیں (۱۹) اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانا آتش دوزخ ہے وہ جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اسی آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے (۲۰) اور ہم انہیں (قیامت والے) بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ یہ باز آ جائیں (۲۱) اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے پروردگار کی آیتوں کے ذریعے سے نصیحت کی جائے (اور) پھر وہ ان سے روگردانی کرے۔ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں (۲۲)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ نا کسو ۔ نکس کے معنی اوندھا کرنے اور ذلت سے سر جھکانے کے ہیں ۔(۲)نسینا کم ۔نسیان کے عام معنی تو بھولنے کے ہیں مگر یہ الفاظ ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی معنی مراد ہیں ۔(۳)تتجا فی ۔ یہ جفاء سے مشتق ہے جس کے معنی بلند ہونے اور علیحدگی کے ہیں ۔(۴)مضا جع ۔ یہ مضجع کی جمع ہے جس کے معنی لیٹنے کی جگہ یعنی بستر کے ہیں ۔(۵)الماوی ۔کے معنی ہیں ٹھکانے کے ہیں(۶)العذا ب الادنی کے معنی چھوٹے عذاب کے بھی ہیں اور قریبی عذاب کے بھی۔

تفسیر الآیات

۱۱)ولو تری اذالمجرمون...الآیۃ

بروز قیامت مجرمین کی حالت زار کی تصویر

آج تو مشرکین و مجرمین زمین پر قدم نہیں رکھتے اور کبر ونخوت کی وجہ سے پھولے ہوئے اپنے کپڑوں میں نہیں سماتے مگر جب مقام حساب کیلئے رب العزت کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو ان کی حالت دیدنی ہوگی جب شدت ندامت و پشیمانی سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور وفور شرم سے آنکھیں اوپر نہیں اٹھا سکیں گے اور کھسیانے ہوکر بارگاہ خدا میں عرض کریں گے ۔اے ہمارے پروردگار! دار دنیا میں ہمیں جن حقائق میں شک تھا آج انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر یقین ہوگیا ہے ۔لہٰذا ہمیں ایک بار واپس دنیا میں بھیج دے تا کہ ہم وہاں جا کر نیک عمل بجالائیں مگر ان کی یہ درخواست قبول نہیں ہوگی کیونکہ آخرت کے حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایمان کا اظہار قبول نہیں ہوگا ۔دار تکلیف گزر گیا ہے اب تو حساب وکتاب کا وقت ہے یہ ہنگام قیامت ہے ۔اب ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

۱۲)ولو شئنا لا تینا...الآیۃ

جبر کرکے لوگوں کو مومن بنانا خدا کی حکمت کے خلاف ہے

اس مقام پر فاضل رازی نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جبری مذہب صحیح ہے کہ خدا

کافر سے ایمان نہیں چاہتا بلکہ اس سے کفر ہی چاہتا ہے مگر انہوں نے اتنی واضح بات پر غور نہیں کیا کہ اگر خدا ہی کافر سے کفر چاہتا تو پھر اسے عذاب عقاب کیوں کرے گا؟ کیا یہ کھلا ہوا ظلم نہیں ہے؟ حالانکہ وہ فرماتا ہے۔ وما ظلمنا هم ولكن كانو اهم الظلمون۔ کہ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ظالم تھے۔ (الزخرف ۔ ۷۶) جبکہ اس آیت کا مطلب بڑا واضح ہے کہ اگر ہم اپنی مشیت قاہرہ اور تکوینی ارادہ سے چاہتے تو ہر متنفس کو ہدایت دے دیتے اور پھر ابتلاء کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔ مگر ایسا کرنا ہماری حکمت کے خلاف ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ثواب وعذاب عبث ہو کر رہ جائے گا اس طرح نہ کوئی مومن جنت کا حقدار رہے گا اور نہ کوئی کافر جہنم کا سزاوار رہے گا۔ حکمت الٰہی کا تقاضا ہے کہ انا هدينا ه السبيل اما شا كرا و اما كفو را۔ ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے اب جس کا دل چاہے وہ ایمان لائے اور جس کا جی چاہے وہ کفر اختیار کرے۔ وما ربك يريد ظلما للعباد۔

۱۳) ولكن حق القول منى... الآية

تخلیق آدم کے وقت خدا اور ابلیس کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس میں خدا نے فرمایا تھا۔ فالحق والحق اقول لا ملئن جهنم منك وممن تبعك منهم اجمعين ۔ جہنم کو تجھ سے اور انسانوں میں سے جو تیرے پیروکار ہونگے ان سے پر کرونگا۔ یہاں اجمعین سے یہی ابلیس اور اس کے سب پیروکار مراد ہیں اور اس کلام میں اسی سابقہ واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا آج اس دن کے انکار اور اپنے کرتوتوں کی پاداش میں اس دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۱۵ اور سورہ توبہ آیت ۶۷ میں گزر چکی ہے اور نسینا کم کی تحقیق بھی کی جا چکی ہے کہ نسیان کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کا معنی بھولنا نہیں ہوتا بلکہ نظر انداز کرنا اور اسے بھلانے کی سزا دینا مقصود ہوتا ہے۔

۱۴) انما يومن باياتنا... الآية

حقیقی مومن کون ہیں اور ان کی علامات کیا ہیں؟

جب ان سب آیات کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو مفہوم یہ برآمد ہوتا ہے کہ قیامت میں جب ہر غیب عالم شہود میں جائے گا اور اخروی حقائق کا مشاہدہ ہو جائے گا تو اس وقت ہر کافر ایمان لے آئے گا مگر اس وقت کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ایمان تو وہ فائدہ مند ہوتا ہے جو آیات الٰہیہ سے متاثر ہو کر دار دنیا میں لایا جائے اور اس کا عملی تقاضا بھی یہ ہے کہ آدمی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو اور اس کی حمد و تسبیح و

تقدیس کرے اور تکبر نہ کرے اور پھر مومن کامل وہ ہے کہ جو نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز تہجد بھی پڑھے اور بیم و امید کے ساتھ اپنے معبود کو پکارے۔

مخفی نہ رہے کہ اس آیت میں جو یہ وارد ہے کہ اپنے بستر سے الگ رہتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ راتوں کو بالکل سوتے ہی نہیں ہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا آخر جسم و بدن کے بھی کچھ تقاضے ہیں جن میں سے ایک سونا بھی ہے۔ احادیث میں اس سے نماز تہجد مراد لی گئی ہے جو رات کے آخری حصہ یعنی نصف شب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت امام باقر علیہ السلام ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت امیرؑ اور ان کے صحیح پیروکاروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ اوائل شب میں سوجاتے ہیں اور جب رات کے دوثلث گزر جائیں یا جتنا خدا چاہے تو وہ بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ خوف و طمع کی حالت میں اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور نماز تہجد پڑھتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشاد قدرت ہے **وکانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون** کہ وہ راتوں کے وقت کم سوتے ہیں اور صبح سحری کے وقت توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ (علل الشرائع، مجمع البیان و تفسیر صافی) **وممارزقنھم ینفقون** ۔ اور ہم سے انہیں جو کچھ عطا کیا ہے وہ اس میں سے کچھ راہ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں یعنی وہ جان و مال سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اسی آیت نمبر ۱۵ کا آخری فقرہ وہم **لا یستکبرون** کی تلاوت کرنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے اور بنابریں سور عزائم میں سے یہ پہلی سورہ ہے۔

۱۵) فلا تعلم نفس ... الآیۃ

اہل ایمان و تقویٰ کے ایمان و عمل کے صلہ میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے خداوند عالم نے جنت میں کیا کیا نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں۔ دنیا میں رہ کر کوئی شخص اسکا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ کھانے اور استعمال میں لانے سے تعلق رکھتی ہیں صرف زبانی بتانے سے نہیں رکھتیں۔ کتب فریقین میں مستند حدیث قدسی کے اندر موجود ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ۔ **اعددت لعبادی الصالحین ما لاعین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ما اطلعتکم علیہ اقرؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین** ۔ یعنی میں نے اپنے صالح اور نیکوکار بندوں کیلئے (جنت میں) وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نے کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل و دماغ میں اس کا تصور آیا ہے بھلا تم کس طرح اسے سمجھ سکتے ہو جبکہ میں نے تمہیں اس سے آگاہ ہی نہیں کیا ہے البتہ اگر کچھ اندازہ کرنا چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ **فلا تعلم نفس .. الآیۃ** ۔ (مجمع البیان، الجواہر السنیۃ و بخاری و مسلم وغیرہ)

۱۶) افمن کان مومنا ... الآیۃ

اکثر سنی وشیعہ تفسیروں میں مذکور ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ان کے درمیان ایک بار بحث وتکرار ہوگئی۔ ولید نے جاہلی دور کے معیار کے مطابق اپنی بعض باتوں پر فخر ومباہات کیا تو اس کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے اسے جھڑکتے ہوئے فرمایا۔ اسکت فانك فاسق۔ خاموش ہوجا تو تو فاسق آدمی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر قمی وصافی وکاشف وتفسیر طبرسی، بحیر محیط اندلسی جامع البیان وغیرہ)

۱۷) فاما الذین امنو ... الآیۃ

اس آیت مبارکہ میں مومنین اتقیاء اور فاسقین اشقیاء کے انجام کا بیان ہورہا ہے کہ ان کی حالت نہ دنیا میں یکساں ہے اور نہ آخرت میں برابر ہے۔ پہلے خوش قسمت گروہ کے آرام وقیام کیلئے خدا نے بطور ضیافت جنت مہیا کررکھی ہے اور دوسرے فریق کیلئے جہنم کی آگ بھڑکا رکھی ہے وہ جب کبھی اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آج اس عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔

۱۸) ولنذیقنھم من العذاب ... الآیۃ

یہاں عذاب اکبر سے تو آخرت والا عذاب مراد ہے جس میں یہ لوگ مبتلا ہوں گے اور چھوٹے عذاب سے دنیا کا عذاب مراد ہے جیسے سخت بیماریاں اور دوسری مصیبتیں، مختلف تکالیف اور مختلف حوادث روزگار اور گردش ہائے لیل ونہار جو انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی تاکہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور کفر وشرک اور گناہ وعصیاں سے باز آجائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تاکہ آخرت کے بڑے عذاب سے بچ جائیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تنبیہی عذاب ہے کیونکہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ دنیا کی آفات وبلیات میں خیر کا پہلو موجود ہے بشرطیکہ آدمی اس سے کوئی درس عبرت حاصل کرے مگر آہ! ما اکثر العبر و اقل الاعتبار؟

۱۹) ومن اظلم ممن ... الآیۃ

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جسے اللہ کی مختلف آیتوں اور نشانیوں سے نصیحت کی جائے یعنی ان تمام نشانیوں سے جو نفس وآفاق میں پھیلی ہوئی ہیں مگر وہ منہ موڑ کر سب سے منہ موڑ کر اپنے کفر وشرک اور گناہ وعصیاں پر ڈٹا رہے تو پھر خدا اسے جہنم میں جھونک کر اس سے بدلہ نہ لے تو اور کیا کرے؟

سزائے ایں چنیں دوناں بجز دوزخ کجا باشد؟

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا
صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ
قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا
يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ
بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا
يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ
وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے موسی کو کتاب (توراۃ) عطا کی تھی۔تو آپ کو ایسی کتاب کے ملنے پر شک میں نہیں پڑنا چاہئے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کیلئے ذریعہ ہدایت بنایا تھا (۲۳) اور ہم نے ان میں سے بعض کو ایسا امام و پیشوا قرار دیا تھا جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا تھا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے (۲۴) بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن انکے درمیان فیصلہ کرے گا۔ان باتوں میں جن میں وہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے (۲۵) کیا اس بات سے بھی اللہ نے انہیں ہدایت نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے جن کے مکانات میں یہ (آج) چل

پھرر ہے ہیں بے شک اس میں (عبرت کی) بڑی نشانیاں ہیں کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں (۲۶) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی کو بہالے جاتے ہیں پھر اس سے ایسی کھیتی اگاتے ہیں جس میں ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور خود بھی تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں (۲۷) اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) یہ فتح (فیصلہ) کب ہوگا؟ (۲۸) آپ کہئے کہ فتح (فیصلہ) والے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دیگا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی (۲۹) سو آپ ان سے بے اعتنائی کریں اور انتظار کریں۔ وہ بھی انتظار کررہے ہیں (۳۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔مریہ۔مریہ کے معنی شک وشبہ کے ہیں۔(۲)۔لقاۂ۔یہاں لقاء بمعنی تلقی ہے یعنی کسی چیز کو حاصل کرنا جیسے انك لتلقی القر آن من لدن کحکیم علیم ۔(۳)۔اولم یھدھم ۔یہاں یھد کا فاعل محذوف ہے جو اللہ ہے کہ کیا اللہ نے ان کو ہدایت نہیں کی اور اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ آیا ان پر یہ بات واضح نہیں ہوئی۔(۴)۔الجرز ۔کے معنی ہیں بے آب وگیاہ زمین (بنجر)۔(۵)۔الفتح۔فتح کے ایک معنی فیصلہ بھی ہیں۔جیسے اللھم افتح بنین ا و بیننا قومنا بالحق۔(۶)۔منتنظرون۔انتظار کے معنی مہلت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۰)ولقداتینا...الآیة

بلاشبہ قرآن منزل من اللہ ہے

اگر فلاتکن کا مخاطب حقیقی پیغمبر اسلامؐ کی ذات گرامی کو قرار دیا جائے تو پھر اس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ چونکہ خداوند عالم نے ازراہ لطف وکرم یہ قرآن جبرائیل کے ذریعہ سے اس طرح من حیث لا یحتسب ایکدم نازل کردیا ہے جس کی آپ کو توقع ہی نہ تھی۔اسلئے ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ پر یہ نزول وحی وقرآن کوئی نئی نرالی بات نہیں ہے۔آپ سے پہلے موسیٰ اور دوسرے انبیاء پر بھی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔لہذ بلاشبہ یہ خدا ہی کا کلام

ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اگر اس خطاب کا مخاطب بظاہر حضرت رسول خداؐ کو اور حقیقی مخاطب ان لوگوں کو قرار دیا جائے جو آپ کی رسالت اور قرآن کی تنزیل میں شک کرتے تھے اور اسے آپ کا خود ساختہ کلام قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ اس سورہ کے آغاز میں اس بات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے تو اس بات کا ایک جواب تو اسی مذکورہ بالا مقام پر دیا جا چکا ہے اور دوسرا جواب یہاں دیا جا رہا ہے کہ قرآن کے پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہونے میں کیا اچنبھے کی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے جناب موسیٰ پر توراۃ اور عیسیٰ پر انجیل اور دوسرے انبیاء پر آسمانی کتابیں نازل نہیں ہوئی ہیں؟ اور بنابریں لقاء کے معنی ملاقات کے نہیں بلکہ تلقی یعنی حاصل کرنے کے ہوں گے اور بفضلہٖ تعالیٰ آیت کا یہ مفہوم بالکل واضح اور بے غبار ہے اور حضرت علامہ سید علی نقی نے فصل الخطاب میں اس کی ضمیر کے مرجع کو تفسیر کا مشکل مسئلہ قرار دیتے ہوئے جس سراسیمگی کا اظہار کیا ہے ہمیں تو اس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مطلب صرف یہ حقیقت بیان کرنا ہے کہ اے رسولؐ ہم نے بظاہر قرآن آپؐ پر اسی طرح نازک کیا ہے جس طرح موسیٰ پر توراۃ نازل کی تھی اس میں آپ کو یا کسی اور کو شک وشبہ میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ والحمدللہ

۱۲) وجعلنا منهم ائمة ... الآية

اس آیت میں منهم کی ضمیر کا مرجع بنی اسرائیل ہیں ان میں سے خدا نے بعض کو پیشوا یعنی نبی بنا یا جیسے جناب موسیٰ بن عمران اور جناب عیسیٰ جن کا اپنی مادر گرامی کی طرف سے سلسلہ نسب جناب داؤد تک پہنچتا ہے کیونکہ ایک تو انہوں نے اپنی قوم کے جور و جفا پر صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا تھا اور دوسرے وہ دولت یقین و ایمان سے بہرہ مند تھے۔ لہذا وہ ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتے تھے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! آپ بھی انہی کی طرح صبر و ثبات سے کام لیں اور اپنا فریضہ رسالت انجام دیں۔ ان اللہ مع الصابرین۔

۲۲) ان ربك هو يفصل ... الآية

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں مع تفسیر سورہ بقرہ آیت ۱۱۳، سورہ یونس آیت ۹۳ اور سورہ نحل آیت ۱۲۴ میں گزر چکی ہے مطلب واضح ہے کہ دلائل و براہین کے ساتھ تو حق و باطل میں بے شمار بار فیصلہ ہو چکا ہے۔ قد تبين الرشد من الغيى۔ مگر ہنوز عملی فیصلہ باقی ہے جو قیامت کے دن اہل حق کو جنت میں داخل کرکے اور اہل باطل کو واصل جہنم کر دیا جائے گا۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرين۔

۲۳) اولم يهدلهم ... الآية

بالکل یہی آیت معمولی سے تفاوت الفاظ کے ساتھ قبل ازیں مکمل تفسیر کے ساتھ سورہ طہٰ میں نمبر ۱۳۳ پر گزر چکی ہے۔

افلم یهدلهم کم اهلکنامن القرون یمشو ن فی مسا کنهم ان فی ذالك لایا ت لاو لی النهی ۔ وہیں اولهم یهدلهم کامفہوم اوران عبرت انگیز واقعات کی تفصیل گزرچکی ہے کہ باوجود یہ کہ یہ عرب اپنے تجارتی سفرشام ویمن میں ان ہلاک شدہ قوموں کے مکانات کے کھنڈرات سے گزرتے ہیں۔مگر پھر بھی ان سے درس عبرت نہیں لیتے۔واغفلتا ہ الی متی تلك الر قدۃ؟؟۔

۲۴)اولم یرو انا نسوق ۔۔۔ الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورہ حج آیت نمبر ۵ پر مع تفسیر گزر چکی ہے کہ اللہ کس طرح بارش یعنی باران رحمت نازل کرتا ہے اوراس سے کس طرح بے آب وگیاہ زمین سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے۔اور فصلیں لہلہانے لگتی ہیں جن کولوگوں کے جانور بھی کھاتے ہیں اورانسان بھی استفادہ کرتے ہیں مگران حقائق کو دیکھنے اور سمجھنے کیلئے دیدہ بینااور گوش شنوندہ کی ضرورت ہے دیدہ کورکوکیانظرآئے کیادیکھے؟

۲۵)ویقولون متی هذا الفتح ۔۔۔ الآیۃ

یہ آیت ایسی ہی ہے جیسے ویقولو ن متی هذا الوعد ان کنتم صا دقین۔(الانبیاء۔۳۸) یہاں فتح سے حق وباطل کا وہ عملی اورحتمی فیصلہ مراد ہے جوقیامت کے دن ہوگا۔جس دن کسی شخص کا حقائق کودیکھ کرایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا اورنہ ہی پھرانہیں دنیا میں دوبارہ بھیج کرمہلت دی جائے گی۔کیونکہ اس سے پہلے دار دنیا میں انہیں بڑی مہلت دی گئی تھی مگرانہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

۲۶)فاعرض عنهم ۔۔۔ الآیۃ

اس طرح پیغمبراسلامؐ کوتسلی دی جارہی ہے کہ آپ نے اپنا فریضہ تبلیغ وارشاد بطریق احسن اداکردیا ہے اوران لوگوں کوجہنم سے بچانے میں اپنا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ان کواپنے حال پرچھوڑیئے اوران کی طرف سے بے توجہی فرمایئے اوراب ان کی تباہی اورمیری طرف سے اپنی فتح وفیروزی کاانتظار کریں۔

الحمدللہ سورۃ السجدہ کاترجمہ اوراس کی تفسیر بخیروخوبی اختتام پذیرہوئی

والحمدللہ رب العالمین

سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ میں غزوہ احزاب کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے جو شوال ۵ ھ میں واقع ہوا اور اس پر دوررس نتائج مرتب ہوئے نیز یہ لفظ (احزاب) اس سورہ کی آیت ۲۰ میں مذکور بھی ہے۔ **یحسبون الاحزاب لم یذھبوا**۔ اس سے سورہ کا نام احزاب تجویز ہوا۔

عہد نزول:

غزوہ احزاب شوال ۵ ھ میں اور غزوہ بنی قریظہ ذی القعدہ ۵ ھ میں اور جناب زینب بنت جحش ؓ سے حضرت رسول خدا کا عقد نکاح بھی اسی ۵ ھ میں ہوا اور ان واقعات کا اس سورہ میں تفصیلی ذکر موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس سورہ مبارکہ کا عہد نزول ۵ ھ ہی ہے۔

اس سورہ کے مضامین وعناوین کی مختصر فہرست

۱۔ کفار مکہ نے جنگ احد میں شکست کے بعد یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ تنہا پیغمبر اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انہوں نے ان مختلف قبائل عرب کے ساتھ اتحاد کیا جو مخالفت رسول میں ان سے متفق تھے اور پھر متفقہ طور پر مدینہ پر لشکر کشی کی اور آنحضرت نے جناب سلمان محمدی کے مشورہ سے مدینہ کے اردگرد خندق کھدوائی تا کہ دشمن چاروں طرف سے حملہ کر کے مدینہ کا گھیراؤ نہ کر سکے۔ اس لئے اس جنگ کو جنگ خندق بھی کہا جاتا ہے اور احزاب اس لئے کہ اس میں عرب کے مختلف قبائل اور گروہ شامل تھے۔

۲۔ اس موقع پر مسلمانوں پر جو خوف و ہراس طاری تھا اس کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ بعض رسومات جاہلیت کا تذکرہ کر کے ان پر ضرب لگائی گئی ہے اور ان میں سے بعض کا ذیل میں تذکرہ کیا جارہا ہے

۴۔ بیوی کو ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی البتہ اس یاوہ گوئی پر کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ اور نہ ہی اس پر حقیقی بیٹے والے احکام مرتب کئے جاسکتے ہیں۔

۶۔پیغمبر اسلامؐ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔آپؐ کی وفات کے بعد بھی ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔
۷۔ازواج النبیؐ سے خطاب باعتاب اور انہیں پرہیز گاری اختیار کرنے اور گھر میں رہنے کا حکم اور سادہ زندگی گزارنے کا حکم
۸۔آیت تطہیر کا نزول اور اہلبیتؑ نبوت کی مدح وثناء۔
۹۔جنگ بنی قریضہ کا تذکرہ اور نبی قریضہ کی تاراجی۔
۱۰۔پردہ کا عمومی اور خصوصی حکم اور اس حکم سے مستثنیٰ محارم کا تذکرہ۔
۱۱۔حضرت زید کی مطلقہ سے پیغمبر اسلامؐ کے عقد نکاح کرنے کا تذکرہ اور ان کے عام لوگوں کا باپ ہونے کی نفی اور آپ کے خلاف پروپیگنڈہ اور اس کا جواب۔
۱۲۔حضرت رسول خداؐ کی خصوصی مدح اور ان کے اولیٰ بالمومنین ہونے کا تذکرہ۔
۱۳۔اہل ایمان کے بعض عمدہ صفات ودرجات۔
۱۴۔خدا اور اس کے رسول کے فیصلہ کا حرف آخر ہونا جس سے جمہوریت پر کاری ضرب لگتی ہے۔
۱۵۔پیغمبر اسلامؐ پر خدا اور اس کے ملائکہ کے درود بھیجنے کا بیان اور اہل ایمان کو درود بھیجنے کا حکم!۔
۱۶۔پیغمبر اسلامؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کا بیان۔
۱۷۔خدا اور اس کے رسول کو اذیت پہنچانے والوں پر خدا کی لعنت نازل ہوتی ہے۔
۱۸۔انسان کے سوا کوئی مخلوق حتی کہ زمین وآسمان بھی بار امانت نہ اٹھا سکے۔
۱۹۔قیامت کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔
۲۰۔قانون طلاق کا تذکرہ۔
۲۱۔میثاق النبیین کا بیان وغیرہ وغیرہ

اس سورہ کی تلاوت کا ثواب

۱۔حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ احزاب کی تلاوت کرے اور اپنے اہل وعیال کو اپنے غلاموں اور کنیزوں کو پڑھائے۔وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔(مجمع البیان)

۲۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ احزاب کی بکثرت تلاوت کرے گا۔وہ قیامت کے دن پیغمبر اسلامؐ اور ان کی آل وازواج کے جوار میں ہوگا۔(مجمع البیان وثواب الاعمال)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ
وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۙ﴿١﴾ وَّاتَّبِعۡ مَا يُوۡحٰٓى اِلَيۡكَ مِنۡ
رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ۙ﴿٢﴾ وَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى
بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿٣﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِىۡ جَوۡفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ
اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـىِٴۡ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ
اَبۡنَآءَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَقَّ وَهُوَ يَهۡدِى
السَّبِيۡلَ ﴿٤﴾ اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا
اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَمَوَالِيۡكُمۡ ؕ وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ
فِيۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ ۙ وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا
رَّحِيۡمًا ﴿٥﴾ اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ ؕ
وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ
وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَفۡعَلُوۡۤا اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِكُمۡ مَّعۡرُوۡفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى
الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا ﴿٦﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيۡثَاقَهُمۡ وَمِنۡكَ وَمِنۡ
نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ ۖ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ
مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ۙ﴿٧﴾ لِّيَسۡـئَلَ الصّٰدِقِيۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ ۚ وَاَعَدَّ
لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿٨﴾

ترجمۃ الآیات

شروع (کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔ بے شک اللہ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے(۱) اور جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کو وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کریں بے شک تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے(۲) اور آپ اپنے پروردگار پر توکل کریں بے شک اللہ تعالیٰ کارسازی کیلئے کافی ہے(۳) اور اللہ نے کسی مرد کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور نہ ہی تمہاری ان بیویوں کو تمہاری مائیں بنایا ہے جن سے تم ظہار کرتے ہو اور نہ ہی اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا ہے اور وہ (سیدھے) راستے کی ہدایت کرتا ہے(۴) ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے اور اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور تم سے جو بھول چوک ہو جائے اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ ہاں البتہ (گناہ اس پر ہے) جو تم دل سے ارادہ کرکے کرو۔ اور اللہ بخشنے والا (اور رحم) کرنے والا ہے(۵) نبی مومنین پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق (تصرف) رکھتے ہیں۔ اور آپ کی بیویاں ان (مومنین) کی مائیں ہیں اور کتاب اللہ کی رو سے رشتہ دار بہ نسبت عام مومنین و مہاجرین کے (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہو۔ یہ حکم کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے(۶) اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد و پیمان لیا تھا اور آپ سے بھی اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ہم نے ان سب سے سخت عہد لیا تھا(۷) تاکہ وہ (پروردگار) ان سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے متعلق سوال کرے اور اس نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار رکھا ہے(۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ جوفہ جوف۔ کے معنی ہیں پیٹ۔ اس کا اندرونی حصہ یہاں مراد سینہ ہے۔ (۲)۔ تظاھرون کے معنی ہیں ظہار کرنا اور ظہار کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دی جائے اور یہ کہا

جائے کہ انت علی کظھر امی۔(۳)۔ادعیاء یہ دعی کی جمع ہے جس کے معنی منہ بولا بیٹا کے ہیں۔(۴)۔ میثاق۔کے معنی عہد و پیمان کے ہیں۔(۵)۔اعداد کے معنی مہیا کرنے اور تیار کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱)یاایھا النبی اتق اللہ۔۔۔الآیۃ

ایک سوال اور اس کے جوابات

یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب پیغمبر اسلام عصمت کبریٰ کے حامل ہیں تو پھر انہیں کیوں کہا جارہا ہے کہ اللہ سے ڈریں اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کریں۔اس سوال کے کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں اور دیے بھی گئے ہیں۔

ا۔ہر اعلیٰ ہستی کو اپنے سے کمتر کو اس قسم کا حکم دینے کا حق حاصل ہے خصوصاً جب اس میں صاحبان جاہ و جلال کیلئے بڑا درس عبرت ہے کہ وہ اقتدار کی جن بلندیوں پر بھی پہنچ جائیں وہ اس سے بالاتر نہیں ہیں کہ انہیں تقویٰ اختیار کرنے اور عدل اسلامی پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جائے۔

۲۔پیغمبر اسلام کے حسن سلوک اور مدارات سے شہہ پاکر جو آپ کفار و منافقین کے ساتھ روا رکھتے تھے ابوسفیان چند کفار کو ہمراہ لیکر مدینہ پہنچا اور وہاں کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ کے ذریعہ سے پیغمبر اسلام سے امان طلب کی اور پھر حاضر خدمت ہو کر یہ مشورہ دینے کی جسارت کی کہ آپ ہمارے لات ومنات وغیرہ معبودوں کو برا نہ کہیں بلکہ ان کی شفاعت کرنے کا اقرار کرلیں تو ہم آپ کو اور آپ کے معبود کو کچھ نہ کہیں گے ان لوگوں کی یہ بات پیغمبر اسلام کو بہت ناگوار گزری اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے ان کافروں کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔(مجمع البیان وتفسیر درمنثور)

۳۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن ایاك اعنی واسمعی یا جارۃ کے انداز میں نازل ہوا ہے لہذا اگرچہ بظاہر خطاب پیغمبر اسلام سے ہے مگر اس سے مراد آپ کی امت ہے۔(تفسیر صافی)

۲)واتبع ما یوحی۔۔۔الآیۃ

آپ اپنے پروردگار کی وحی اور اس کے احکام کی پیروی کریں اور کفار و مشرکین کی دھمکیوں اور شرارتوں اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کی ہرگز پروانہ کریں بس اللہ پر بھروسہ کریں۔وہ آپ کی کارسازی کیلئے کافی ووافی

ہے کوئی بڑا یا چھوٹا دشمن آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔

۳)ما جعل الله لرجل... الآیة

کسی شخص کیلئے دو دل نہ بنانے کا مفہوم

اگر چہ ایک دل رکھنے میں عورت بھی مرد کی مانند ہے مگر چونکہ پیغمبر اسلام کا ذکر خیر جاری تھا جو مرد ہیں کہ ہم نے ان کے سینہ میں یا کسی بھی مرد کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے کہ ایک دل کے ساتھ خدا سے ڈریں اور دوسرے دل سے بندوں سے ڈریں یا ایک دل سے ایک دین قبول کریں اور دوسرے سے دوسرا دین یا ایک سے ایمان لائیں اور دوسرے سے کفر اختیار کریں ایک سے اخلاص اور دوسرے سے نفاق اختیار کریں یا ایک دل سے ایک شخص کے ساتھ محبت کریں اور دوسرے سے اس کے دشمن سے محبت کریں۔ چنانچہ جب ایک شخص حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور امیر شام سے بھی تو آپ نے فرمایا پھر تو کانا ہے میں تجھے مشورہ دوں گا کہ یا بالکل نابینا ہو جا یا پھر بالکل بینا ہو جا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیونکہ

دو دل بودن دریں رہ سخت تر عیبے است سالک را

اور اس میں عرب جاہلیت کے اس فاسد نظریہ کی تردید بھی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جو آدمی بڑا عقلمند اور ذہین ہوتا ہے اس کے دو دل ہوتے ہیں چنانچہ وہ ابی معمر حمید بن حبیب فہری کے بارے میں یہی گمان کرتے تھے اور اسے پیغمبر اسلام سے بھی زیادہ عقلمند قرار دیتے تھے۔ چنانچہ جب وہ جنگ بدر میں اس طرح بدحواس ہو کر بھاگا کہ ایک جوتا پاؤں میں تھا اور دوسرا ہاتھ میں تو جب ایک شخص نے اس سے جنگ بدر کا حال پوچھا تو اس نے کہا ہمیں شکست ہوگئی اور ہم بھاگ کھڑے ہوئے تو اس شخص نے اس سے کہا کہ تم نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔ کہ ایک جوتا پاؤں میں اور دوسرا ہاتھ میں تو اس نے کہا کہ مجھے تو اس کا احساس ہی نہیں ہوا۔ تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ابو معمر بھی ایک ہی دل رکھتا ہے۔ (مجمع البیان)

بہر حال قانون شرع و عقل میں یہ دو دلی اور دوغلی پالیسی جائز نہیں کہ دعویٰ دین اسلام سے تمسک کا کیا جائے اور معیشت کہیں دوسرے ملک سے درآمد کی جائے اور سیاست کسی اور کا فرملت سے۔ اور نہ ہی یہ روش روا ہے کہ دل سے دعویٰ محبت خاندان نبوت کا کیا جائے اور دوسرے دل سے عمل بنی امیہ و بنی عباس کے کردار کے مطابق کیا جائے۔ ہم ایسے لوگوں سے صرف یہ عرض کریں گے کہ

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو جا یا پھر سنگ ہو جا

بہر حال دین میں منافقت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۴)وما جعل ازواجکم ۔۔۔ الآیۃ

بعض رسومات جاہلیت کی اصلاح کا بیان

اس آیت مبارکہ میں جاہلی دور کی بعض غلط رسموں رواجوں کی تردید کی گئی ہے۔عربوں میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شخص اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دیتے ہوئے کہہ دیتا ہے کہ ''انت علی کظھر امی'' تو ایسا کرنے سے بیوی ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو جاتی تھی یعنی ان الفاظ کو بمنزلہ طلاق سمجھا جاتا تھا۔تو اسلام نے اس میں یہ اصلاح کی کہ ایسا کرنے سے عورت فی الواقع ماں نہیں بن جاتی ہے۔ہاں البتہ اگر مقررہ شرائط کے ساتھ ایسا کیا جائے تو اس شوہر کو کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے جس کی تفصیل سورہ مجادلہ میں بیان کی جائے گی۔انشاءاللہ

۵)وما جعل ادعیائکم ۔۔۔ الآیۃ

ان لوگوں میں دوسری رسم بد یہ رائج تھی کہ دوسروں کے بچوں کو متبنٰی بنایا جاتا تھا یعنی اگر کوئی شخص کسی کے بچے کو اپنا بیٹا کہہ دیتا تھا تو پھر اس پر حقیقی بیٹے والے سب احکام نافذ کرتے تھے اور لوگ اس بچے کو اس کے اصلی باپ کی بجائے اس شخص کی طرف منسوب کرکے پکارتے تھے جس سے کئی قسم کی نسبی وسببی پیچیدگیاں پیدا ہوتی تھیں۔اسلام نے یہ اصلاح کی کہ اس قسم تبنیٰ کو حرام قرار دیا اور واضح کیا کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہنے سے وہ حقیقی بیٹا بن نہیں جاتا۔اسے اس کے حقیقی ماں باپ کی طرف نسبت دے کر بلایا کرو اور اگر جہالت کی وجہ سے نادانستہ طور پر تم ایسا کر بیٹھو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر دلی قصد اور ارادہ سے کر بیٹھو تو اس طرح قانون شرع کی خلاف ورزی کروگے تو گنہگار متصور ہوگے۔ہاں البتہ اگر ان بچوں کے حقیقی باپ کا علم نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور حوالی موالی ہیں۔

پیغمبر اسلام نے اس حکم کی اپنے عمل سے یوں تعمیل کی کہ زید جیسے لوگ بن محمد ﷺ کہتے تھے آپ نے اسے زید بن حارثہ کہنا شروع کیا اور پھر اس کی مطلقہ سے شادی فرما کر یہ واضح فرمایا کہ متبنٰی کی بیوی حقیقی بہو نہیں ہوتی جس سے عقد نکاح حرام ہے۔

۶)النبی اولی بالمومنین ۔۔۔ الآیۃ

اس آیت شریفہ میں تین حقائق بیان کئے گئے ہیں

نبی اولی بالمومنین ہیں

ا)ایک حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں پیغمبر اسلام کی ولایت مطلقہ کا اظہار کیا جارہا ہے جو کہ آیت ولایت (انما ولیکم اللہ ورسو لہ ... الآیۃ) سے ثابت ہے اور بتایا جارہا ہے کہ ان کا تعلق اپنی امت سے ایک حاکم اور محکوم یا مطیع ومطاع کا ہے ان کو اہل ایمان پر دہ شرعی حکومت اوران پر وہ اختیارات حاصل ہیں جو خود اہل ایمان کو بھی اپنی ذات میں حاصل نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا حکم ان پر انکے اپنے حکم سے بھی بڑھ کر نافذ ہے لہٰذا اگر ان کے اپنے نفوس کچھ اور چاہیں تو ان پر واجب ہوگا کہ اپنی پسند کو پیغمبر اسلام کی پسند پر قربان کرتے ہوئے ان کی اطاعت کریں۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت علیؑ بھی انہی معنوں میں مولا ہیں جن معنوں میں نبی مولا ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

چرا در معنی من کنت مو لامی روی ہر سو
علی مو لا بآں معنی کے پیغمبر بو د مو لا

اوراس سے انسان کی فطری آزادی اسی طرح سلب نہیں ہوتی جس طرح خدا کی عبادت کرنے سے اس کی حریت ختم نہیں ہوتی۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ لا یو من احد کم حتی یکون ھوا ہ تبعاً لما جئت بہ۔ کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کی تابع نہ ہو۔ (تفسیر کاشف وغیرہ)

۷)وازواجہ امہاتھم ... الآیۃ

پیغمبر اسلام کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں!

یہ دوسری حقیقت ہے جو بیان کی جارہی ہے کہ حضرت پیغمبر اسلام کی بیویاں اہل ایمان کیلئے عزت واحترام اور حرمت عقد وازدواج میں ماؤں کی طرح ہیں کہ آپ کے حین حیات کی طرح آپ کے انتقال پر ملال کے بعد بھی کوئی مسلمان ان سے عقد نہیں کر سکتا۔ البتہ دوسری باتوں جیسے پردہ اور وراثت وغیرہ میں وہ اجنبی عورتوں کی مانند ہیں۔

۸)واولو الارحام بعضھم ... الآیۃ

وراثت میں قانون اولویت نافذ ہوتا ہے

تیسری حقیقت یہ ہے کہ مہاجر اور انصار میں عقد مواخات کے وقت ایک عارضی قانون وراثت یہ بھی تھا کہ مہاجرت اور مواخات کی بناء پر بھی بعض مسلمان دوسرے مسلمانوں کے وارث قرار پاتے تھے مگر سورہ انفال کی آیت ۷۵ جس میں وارد ہے کہ واولو الارحا م بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ اور اس

آیت کے ذریعہ سے اس عبوری حکم کو منسوخ کر کے اس کی بنا دنسبی اور سببی رشتہ پر رکھی گئی اور وہ بھی اس طرح کہ الاقرب یمنع الابعد کہ وارثوں میں جو مرنے والے کے زیادہ قریب ہوگا۔ وہ دور والے رشتہ دار کو وراثت حاصل کرنے سے حاجب و مانع ہوگا۔ جیسا کہ اس موضوع کی تفصیل تفسیر کی دوسری جلد میں یعنی سورہ نساء کی آیت نمبر ۶ سے لے کر آیت ۱۲ تک بیان کی جا چکی ہے۔ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۹) الا ان تفعلوا ... الآیۃ

قانون وراثت بیان کرنے کے بعد یہ جو استثناء ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ وراثت تو اس کے ضابطہ کے مطابق نزدیک اور دور کے رشتہ دار کو ہی ملے گی یہ اور بات ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اپنے بعض دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے کچھ مالی وصیت کر جائے تو وہاں قانون وراثت نافذ نہ ہوگا۔

۱۰) واذ اخذنا من النبیین ... الآیۃ

انبیاء ورسل اولوالعزم وغیرہم سے عہد و پیمان لینے کا اور ان کی تعداد کا تذکرہ

جب ہم نے سب انبیاء سے بالعموم اور آپ سے اور جناب نوحؑ، ابراہیم اور عیسیٰ سے بالخصوص عہد و پیمان لیا تھا اگر چہ بدقسمتی سے ہر چیز کی طرح نبی و رسول اور اولوالعزم کی تعریف اور ان کے باہمی فرق کی طرح ان کی تعداد میں بھی مسلمانوں میں اختلاف فکر و نظر پایا جاتا ہے اور ہم نے اس موضوع کی تفصیل اپنی کلامی کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد میں بیان کر دی ہے مگر اجمالاً اتنا سمجھ لیں کہ مشہور یہ ہے کہ انبیاء کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور پھر ان میں سے پانچ اولوالعزم رسول ہیں جن کے نام اور اسم گرامی اس آیت میں مذکور ہیں اور سب سے افضل و اعلیٰ وہ نبی خاتم ہیں جو خلقت میں سب سے پہلے ہیں اور بعثت میں سب سے بعد میں ہیں۔

یہ عہد و پیمان کیا تھا؟

باتفاق مفسرین وہ عہد و پیمان یہ تھا کہ وہ فریضہ تبلیغ و ارشاد احسن و اکمل طریقہ پر ادا کریں گے اور اس سلسلہ میں ان کو جن مصائب و شدائد کا سامنا کرنا پڑیگا۔ وہ ان پر صبر و ثبات سے کام لیں گے اور یہ عہد و پیمان بڑے سخت طریقہ پر لیا گیا تھا اخذنا منہم میثاقاً غلیظاً۔ مخفی نہ رہے کہ میثاق غلیظ کی لفظ قرآن مجید میں تین مقام پر مذکور ہے۔ (۱)۔

سورہ نساء آیت ۲۱۔(۲)۔سورہ نساء آیت ۱۵۴۔(۳)۔سورہ احزاب آیت ۷۔ بہر حال میثاق سے مراد وہ میثاق نہیں ہے جو خاتم الانبیاء سے پہلے انبیاء اوران کی امتوں سے لیا گیا تھا کہ آخر میں عظیم المرتبت نبی کی آمد پر ان پر ایمان بھی لانا اوران کی نصرت بھی کرنا اور نہ ہی اس سے عالم زروالاعہد و پیمان مراد ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

۱۱) لیسئل الصادقین... الآیۃ

بظاہر یہاں صادقین سے مراد وہی انبیاء ہیں جن سے خدا نے عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ ان سے اس عہد و پیمان کے بارے میں باز پرس کریگا، کہ کہاں تک اس کی تعمیل کی گئی ہے؟ انہوں نے اسے ادا کس طرح کیا اور قوموں نے ان سے کیا سلوک کیا۔ گویا یہ وہی بات ہے جس کی طرف سورہ مائدہ آیت ۱۰۹ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم... الآیۃ اور یہ کہ انہوں نے تبلیغ کس نیت وارادہ سے کی تھی؟ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جب خدائے علیم وحکیم صادقین سے یہ سوال کرے گا کہ ان کی تبلیغ دین کا باعث کیا تھا؟ اور کس ارادہ سے یہ فریضہ انجام دیا تھا؟ تو پھر اللہ بہتر جانتا ہے کہ کاذبین کا کیا انجام ہوگا؟ اور عام مبلغین اسلام کا حشر کے میدان میں کیا حشر ہوگا؟ جو مکا اور چک چکا کے بغیر نہ قرآن کو ہاتھ لگاتے ہیں اور نہ ہی خدا اور رسول اور اہلبیت کا نام لیتے ہیں اور اس کے باوجود لوگوں کو یا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کی خاطر ان ذوات مقدسہ سے محبت ومؤدت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں؟۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

۱۲) واعد للکافرین... الآیۃ

بہر حال مومنین عاملین کیلئے جنات النعیم ہے اور کافرین کیلئے عذاب الیم ہے۔

آیات القرآن

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرًا ۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۱۰ هُنَالِكَ

ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ
قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ
وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِیَ
بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا
ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا
عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾
قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ
بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا
وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآىِٕلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ
هَلُمَّ اِلَیْنَا ۚ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَیْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ
الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰى عَلَیْهِ
مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى
الْخَیْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى
اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۹﴾ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ
یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا
فِیْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے جب (کفار کے) لشکر تم پر
چڑھ آئے اور ہم نے (تمہاری مدد کیلئے) ان پر ہوا (آندھی) بھیجی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر
بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے۔ اللہ اسے خوب دیکھ رہا تھا (۹) جب وہ تم پر
اوپر اور نیچے سے چڑھ آئے اور (شدت خوف سے) آنکھیں پتھرا گئیں اور دل (کلیجے) منہ
کو آ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے (۱۰) اس وقت ایمان والوں کو خوب
آزمایا گیا انہیں سخت زلزلہ میں ڈال دیا گیا (سخت جھنجھوڑا گیا) (۱۱) اور جب منافقین اور وہ لوگ
جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے کہ خدا اور رسول نے ہم سے (فتح کا) وعدہ کیا تھا وہ دھوکہ کے
سوا کچھ نہ تھا (۱۲) اور وہ وقت یاد کرو جب ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا کہ اے یثرب والو! اب (
یہاں) تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے سو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ یہ کہہ کر پیغمبر خدا
سے اجازت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی (غیر محفوظ) ہیں حالانکہ وہ خالی (غیر محفوظ) نہیں
تھے وہ تو صرف (محاذ سے) بھاگنا چاہتے تھے (۱۳) اور اگر ان پر اسی (مدینہ) کے اطراف سے
(دشمن) گھس آتے اور پھر انہیں اس فتنہ (میں شرکت) کی دعوت دی جاتی تو یہ اس میں پڑ جاتے
اور اس میں زیادہ توقف نہ کرتے (۱۴) حالانکہ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ (مقابلہ میں)
پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی (۱۵) آپ کہہ
دیجئے! کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کوئی فائدہ نہ دیگا اگر ایسا کیا بھی تو پھر بھی (
زندگانی دنیا سے) تمہیں لطف اندوز ہونے کا بہت تھوڑا موقع دیا جائے گا (۱۶) آپ کہئے! کون
ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا اگر وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے (تو
اسے کون روک سکتا ہے؟) اور وہ لوگ اللہ کے سوا اپنا نہ کوئی سرپرست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار
(۱۷) اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے کہ جو (جہاد سے) روکتے ہیں اور انہیں بھی جو اپنے
بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ (محاذ جنگ چھوڑ کر) ہماری طرف آ جاؤ اور یہ لوگ میدان جنگ میں
بہت کم آتے ہیں (۱۸) وہ تمہارے معاملہ میں سخت بخیل ہیں اور جب خوف (کا وقت) آ جائے تو
آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح

گھوم رہی ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو پھر جب خوف جاتا رہے تو یہ لوگ (اپنی) تیز زبانوں سے طعنہ دیتے ہیں یہ مال (غنیمت) کے بڑے حریص ہیں (دراصل) یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں چنانچہ اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے ہیں اور ایسا کرنا اللہ کیلئے بالکل آسان ہے(۱۹) (دشمن چلا گیا مگر) یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ابھی لشکر گئے نہیں ہیں اور اگر لشکر (دوبارہ) آجائیں تو یہ پسند کریں گے کہ کاش ہم صحرا میں بدوؤں کے ساتھ جا کر رہیں اور وہاں سے تمہاری خبریں پوچھتے رہیں اور اگر تم میں ہوتے تو جب بھی (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر بہت کم (۲۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔زاغت زاغ البصر۔ کے معنی آنکھ کے تھک جانے اور پتھرا جانے کے ہیں۔(۲)۔الحنا جر۔ یہ حنجرہ کی جمع ہے جس کے معنی نرخرہ اور سانس کی نالی کے ہیں مجازاً گلہ۔(۳)۔عورۃ۔اس کے معنی ہیں خالی، کھلے، غیر محفوظ، اور قابل پوشش عضو۔(۴)اشحۃ۔ یہ شحیح کی جمع ہے جس کا مادہ شح جس کے معنی بخل اور کنجوسی کرنے کے ہیں۔(۵)۔المعوقین یہ تعویق سے مشتق ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں بالخصوص اچھے کاموں سے۔(۶)سلقو کم بالسنۃ حداد۔السنہ لسان کی جمع ہے یعنی زبان اور حداد حدید کی جمع ہے یعنی تیز اور سلوق کے معنی ہیں اذیت پہنچانا اور طعنہ زنی کرنا۔

تفسیر الآیات

۱۳)یا ایھا الذین امنو...الآیة

جنگ خندق یا جنگ احزاب کا مختصر بیان اور اس کا پس منظر

چونکہ کفار مکہ نے جنگ احد میں شکست کھانے کے بعد یہ بات سمجھ لی تھی کہ وہ تنہا پیغمبر اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور یوں انہوں نے دو سال تک جنگ کی تیاری کی اور ان مختلف قبائل عرب کو اپنے ساتھ ملایا جو پیغمبر اسلام کی مخالفت پر ان سے متفق تھے یعنی بنی قریش اور بنی قریضہ اور بنی نضیر کے یہود وغیرہ اور شوال ۵ ھ میں کم وبیش پندرہ ہزار کا لشکر جرار لے کر مدینہ پر جو اس وقت اسلام کا مرکز تھا حملہ آور ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ادھر بنی قریضہ جو پیغمبر اسلام کے حلیف تھے کہ اگر آپ پر حملہ ہوا تو وہ آپ کا ساتھ دیں گے انہوں نے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔وا

دی کے اوپر مشرقی طرف سے بنی قریضہ، بنی نضیر اور غطفان چڑھ دوڑے اور وادی کی نچلی طرف یعنی مغرب کی جانب سے ابوسفیان اپنے یعنی قریش، بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ہمراہ چڑھ دوڑا۔ اس طرح فوجوں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا جو ستائیس دنوں تک برقرار رہا اور دوسری طرف جناب سلمان محمدی کے مشورے کے مطابق حضرت پیغمبر اسلام نے مدینہ کے اردگرد خندق کھدوادی تا کہ دشمن چاروں طرف سے یکبارگی حملہ نہ کرسکے اسلئے اس جنگ کو جنگ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس خندق کی کھدائی کے دوران ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ یعنی کھدائی والی جگہ ایک سخت چٹان آ گئی آنحضرت نے سلمان سے کدال لے کر اس پر تین بار ماری اور اس سے ہر بار ایک چنگاری نکلی پہلی بار آپ نے فرمایا میں نے پہلی چمک میں کسریٰ کے مدائن اور دوسری میں قیصر کے محلات اور تیسری میں صنعاء یمن کے قصور دیکھے ہیں اور جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کی امت ان کو فتح کرلے گی اور ان پر غالب آئے گی۔

اس موقعہ پر منافقین اور ضعیف الاسلام لوگوں کی حالت زار کا نقشہ

اس موقع پر قرآن نے منافقوں اور کمزور اسلام والے مسلمانوں کے کردار و پندار اور ان کی باہمی گفتگو کی جو تصویر کشی کی ہے اس کے دیکھنے کے بعد خیر القرون کے جو مہر و ماہ سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن کے بیان پر ایمان لانے کے بعد ان کے ساتھ حسن ظن کا رشتہ قائم رکھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ خوف و ہراس کی شدت سے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور خدا کے متعلق بدگمانیاں ہونے لگیں اور خدا اور اس کے رسول کے وعدہ فتح وظفر کو فریب قرار دیا جانے لگا اور محاذ جنگ سے فرار کی تیاریاں ہونے لگیں غلط ملط عذر بہانے گھڑے جانے لگے۔ جیسا کہ قرآنی الفاظ اور ان کے ترجمہ سے عیاں ہے مگر خداوند عالم نے مسلمانوں کی بے کسی و بے بسی پر یوں رحم وکرم فرمایا کہ ایک طرف تو ایسی آندھی بھیجی جس نے ان کی چولھے پر چڑھی ہانڈیاں بھی انڈیل دیں اور خیمے اکھاڑ دیئے اور خدا نے ایسے (فرشتوں کے) لشکر بھیجے جو اگرچہ دکھائی نہیں دیتے تھے مگر ان کی وجہ سے خدا نے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیئے اور کفار و مشرکین کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ المختصر ایک دن عمرو بن عبدود جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ تنہا ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کرتا تھا۔ خندق پار کر کے مبارز طلب ہوا۔ ادھر سے حضرت علی علیہ السلام نکلے مقابلہ ہوا اور جناب امیر نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا بس اس کا واصل جہنم ہونا تھا کہ کفار کے چھکے چھوٹ گئے اور راہ فرار اختیار کیا۔ اسی موقع پر پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا کہ

ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین۔ (مستدرک حاکم، اربعین نووی وغیرہ)

اس طرح مسلمانوں کا بھرم رہ گیا اور خدا اور اس کے رسول کے وعدوں کی صداقت اجاگر ہو گئی اور دشمنان اسلام کا گھمنڈ اور غرور خاک میں مل گیا۔ والحمد للہ علی احسانہ۔ (خلاصہ تواریخ اسلام)

۱۴)ولو دخلت علیھم ۔۔۔ الآیۃ

اس آیت میں منافقین اور کمزور ایمان مسلمین کی ذہنیت کا نفسیاتی تجزیہ کیا جارہا ہے کہ اگر آج مدینہ پر حملہ ہوجائے اور دشمنان اسلام اسے چاروں طرف سے گھیر لیں۔ اور وہ ان لوگوں کو اسلام کے خلاف جنگ لڑنے کی دعوت دیں کہ اسلام چھوڑ کر کفر وشرک کا اعلان کرو تو یہ فوراً یا تھوڑے توقف کے بعد اس دعوت کو قبول کرلیں گے اور اسلام کے خلاف برسرِ پیکار نظر آئیں گے

۱۵)ولقد کانوا عاھدوا اللہ ۔۔۔ الآیۃ

سورہ آل عمران آیت ۱۲۲ جنگ احد کے واقعات میں یہ بات تفصیلاً گزرچکی ہے کہ اس موقع پر دوگروہوں کے یعنی بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے جنگ میں کمزوری دکھائی تھی اور پھر لعنت ملامت کرنے پر اس سے باز رہے اور پھر پختہ عہد و پیمان کیا تھا کہ آئندہ کبھی دشمن سے پیٹھ نہیں پھیریں گے۔ جس کا تذکرہ اس آیت میں موجود ہے۔ اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا (آل عمران ۱۲۲) مگر جنگ احزاب میں پھر اس کمزوری کا اعادہ کیا۔ جس پر ان کی سرزنش کی جارہی ہے کہ قیامت کے دن تم سے عہد و پیمان کے بارے میں ضرور بازپرس کی جائے گی۔

۱۶)قل لن ینفعکم الفرار ۔۔۔ الآیۃ

یہاں یہ حقیقت واضح کی جارہی ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے جس سے ڈر کر بھاگنے والا بچ نہیں سکتا اور زندگی کو دوست رکھنے والا ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ بالفرض اگر میدان جہاد سے فرار کروگے تو کب تک جیو گے؟ یہی چند سال۔ پھر بھی آخرکار موت کا مزہ چکھنا ہی ہے۔ موت سے فرار کب تک؟ لہٰذا اگر بہرحال مرنا ہے تو پھر یہ جان خدا کی راہ میں جان آفرین کو کیوں نہ دی جائے؟ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ والذی نفسی بیدہ لالف ضربۃ بالسیف اھون علی من میتۃ علی الفراش۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تلوار کی ایک ہزار ضربت کی تکلیف مجھے بستر پر مرنے سے زیادہ آسان ہے۔ (نہج البلاغہ)

۱۷)اشحۃ علیکم ۔۔۔ الآیۃ

منافقین کی روش پر مزید روشنی ڈالی جارہی ہے کہ وہ تمہارا ساتھ دینے اور تمہاری مدد کرنے میں سخت بخیل ہیں جب خوف کی گھڑی آجائے تو موت کی غشی میں مبتلا آدمی کی طرح وہ تمہاری طرف دیدے گھما گھما کر دیکھتے ہیں اور جب خوف ٹل جائے تو پھر تمہیں تیز زبانوں سے اذیت پہنچاتے ہیں اور طعنہ زنی کرتے ہیں اور اپنی چرب زبانی سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سارا کام انہوں نے ہی انجام دیا ہے۔ یہ چیز یعنی مال غنیمت پر

بڑے حریص ہیں بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ دل وجان سے ایمان لائے ہی نہیں ہیں بلکہ اسے صرف چاٹا سمجھ کر زبان سے چاٹ رہے ہیں اس لئے ان سب کے عمل اکارت ہو گئے ہیں۔

۱۸) یحسبون الاحزاب...الآیة

دشمن پسپا ہو چکا، واپس جا چکا مگر ان لوگوں کی بزدلی اور بدحواسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اب بھی یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی لشکر موجود ہے اس لئے وہ سہمے ہوئے ہیں اور اگر دشمن ان پر حملہ آور ہو تو یہ پسند کریں گے کہ صحرائی بدوؤں کے درمیان جا کر قیام کریں اور آنے جانے والے لوگوں سے پوچھتے رہیں کہ مسلمانوں کا کیا حشر ہوا ہے؟

آیات القرآن

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ
وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ
قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ
اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا
تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ
شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ
فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ
تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ
وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ
مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک تمہارے لیئے پیغمبر اسلام کی ذات میں (پیروی کیلئے) بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ (کی بارگاہ میں حاضری) اور قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔(۲۱) اور (سچے) اہل ایمان کا حال یہ تھا کہ جب انہوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ہے وہ (لشکر) جس کا خدا اور رسول نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (بات) نے ان کے ایمان اور (جذبہ) تسلیم میں مزید اضافہ کر دیا (۲۲) اور اہل ایمان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے وہ عہد و پیمان سچا کر دکھایا جو اللہ سے کیا تھا۔ سو ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور کچھ اس (وقت) کا انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنی روش میں) ذرا بھی تبدیلی نہیں کی (۲۳) تاکہ خدا سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے اور منافقوں کو چاہے تو سزا دے اور چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے (۲۴) اور اللہ نے کافروں کو غم و غصہ کی حالت میں (بے نیل مرام) لوٹایا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اللہ نے مومنوں کو جنگ (کی زحمت) سے بچا لیا اور اللہ بڑا طاقتور (اور) غالب ہے ۲۵) خدا نے اہل کتاب کو جنہوں نے ان (کفار) کی مدد کی تھی ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ تم ان میں سے بعض کو قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا (۲۶) اور (خدا) نے تمہیں ان کافروں) کی زمین اور ان کے گھروں کا اور ان کے اموال کا اور ان کی اس زمین کا جس پر تم نے قدم بھی نہیں رکھا تھا وارث بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (۲۷) اے نبی! اپنی بیویوں

سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ کہ تمہیں کچھ مال ومتاع دے کر اچھے طریقے سے رخصت کروں (۲۸) اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کی طلبگا رہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کیلئے اجر عظیم تیار رکھا ہے (۲۹) اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی بے حیائی اور برائی کریگی تو اسے دوہری سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ کیلئے بالکل آسان ہے (۳۰)۔

تشریح الالفاظ

(۱)۔اسوۃ۔اس کے معنی ہیں نمونہ، اقتداء اور وہ چیز جس سے تسلی حاصل کی جائے۔(۲) نحبه نحب کے معنی وقت، نذر اور عہد اور مدت وغیرہ کے بھی ہیں۔(۳)۔صیا صیھم یہ صیصه اور صیصیه کی جمع ہے اور جس کے ایک معنی قلعہ کے بھی ہیں۔(۴) تطو ھا وطئی وطأً کے معنی پاؤں کے نیچے روندنا کے ہیں اور اس پر پاؤں رکھنا۔(۵)۔اسرحکن۔تسریح کے معنی ہیں آزاد کرنا اور بیوی کو طلاق دینا۔

تفسیر الآیات

۱۹) لقد کان لکم ... الآیۃ

پیغمبر اسلام کی سیرت وکردار میں اہل ایمان کیلئے بہترین نمونہ عمل موجود ہے

جس طرح پیغمبر اسلام کا ہر قول حجت ہے کیونکہ وہ وحی الٰہی کے تابع ہوتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھوا الا وحی یو حی۔اسی طرح آپ کا ہر فعل بھی حجت وسند ہے کیونکہ وہ بھی منشائے الٰہی کے عین مطابق ہوتا ہے۔الغرض پیغمبر اسلام کی گفتار ہو یا ان کا کردار یا ان کے اخلاق واطوار ہوں یا پھر ان کی ہر قسم کی روش ورفتار وہ عام لوگوں کیلئے عموماً اور جو اللہ کے ہاں حضوری اور قیامت کی جزا وسزا کی امید رکھتے ہیں اور خدا کو بکثرت یاد کرتے ہیں ان کیلئے خصوصاً بہترین نمونہ عمل ہے۔اہل ایمان کو خاص کر مصائب وشدائد حرب وضرب میں پیغمبر اسلام کی تاسی کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ دیکھو انہوں نے خندق کھودنے سے محاصرہ کے دوران بھوک وپیاس کی تکلیف سہنے تک اور کفار کی چڑھائی سے لے کر جنگ کے اختتام تک کس صبر وثبات کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا ہے اور کس طرح آرام وسکون سے وقت گزارا ہے تو تم ان کی تقلید وتاسی میں ایسا کیوں نہیں

کرتے؟ اور شدائد کے وقت بے صبری اور بے تابی کا مظاہرہ کیوں کرتے ہو اور اس آیت میں ان لوگوں کیلئے خاص طور پر زجر و توبیخ کا پہلو مضمر ہے۔ جنہوں نے جنگ احد وغیرہ میں تنگی کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ جس کا تذکرہ سورہ توبہ میں ہے۔ ما کان لا ھل المدنیۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ (سورہ توبہ۔ ۱۲۰)

لہٰذا حقیقی معنوں میں مسلمان وہ ہے جو ہر قول و فعل میں اور ہر ہر شعبہ حیات میں اپنے رسول کی پیروی کرے اور کسی بات میں بھی ان کی سیرت و کردار کی خلاف ورزی نہ کرے۔

۲۰) ولما رائی المؤمنون... الآیۃ

مخلص اہل ایمان کی شان

سابقہ آیات میں آپ منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کا طرزِ عمل ملاحظہ کر چکے ہیں کہ انہوں نے مختلف قبائل عرب کی اتحادی فوجوں کے حملہ کو دیکھ کر یہاں تک کہہ دیا تھا کہ خدا اور رسول نے فتح و فیروزی کے جو وعدے کئے تھے وہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ نہ تھے۔ (العیاذ باللہ)

اب یہاں اہل ایمان کی ایک مخلص جماعت کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے جنہوں نے یہ سارے حالات دیکھ کر نہ صرف یہ کہ ایمان و اطمینان کا دامن نہیں چھوڑا اور ان کے دل و دماغ میں اسلام کی صداقت کے بارے میں کوئی شک و شبہ پیدا نہیں ہوا بلکہ ان کے ایمان اور بڑھ گئے اور جذبہ تسلیم و رضا میں اضافہ ہو گیا جب انہوں نے پیغمبر اسلام کی پیشگی اطلاع کے مطابق منظر دیکھا اور وعدہ کی صداقت کا مشاہدہ کیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ جنگ احزاب سے پہلے آنحضرت نے مسلمانوں کو کفار کی لشکر کشی کرنے کی اور مسلمانوں کو فتح و فیروزی حاصل ہونے کی خبر دی تھی۔ (تفسیر صافی)

ویسے قرآن مجید میں بھی کئی مقامات پر مسلمانوں کو مختلف مصائب و شدائد میں مبتلا ہونے اور مختلف آزمائشوں سے گزرنے کی پیشگی اطلاع دے دی گئی تھی جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۱۴ میں ہے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم... الآیۃ۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تمہیں ابھی ان حالات کا سامنا ہی نہیں ہوا جن کا تم سے پہلے گزرے ہوئے اہل ایمان نے سامنا کیا تھا اور سورہ عنکبوت آیت ۳۔ ۲ میں وارد ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون... الآیۃ۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف یہ کہنے پر ہم ایمان لائے انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا؟ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ سخت

آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان تمام مرحلوں میں صبر وثبات کا ثبوت دینا پڑے گا تب کہیں جا کر دنیا وآخرت کی کامیابیاں اور سرفرازیاں نصیب ہوں گی۔

۲۱) من المؤمنین رجال ... الآیۃ

اہل ایمان نے خدا سے کیا عہد و پیمان کیا تھا؟

ارشاد ہوتا ہے کہ کچھ ایسے مخلص اہل ایمان بھی ہیں جنہوں نے خدا سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا۔ وہ وعدہ کیا تھا؟ یہی تھا کہ راہ خدا میں جہاد کریں گے اور آخری وقت تک دشمن کا صبر وثبات کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ سو کچھ اپنا وقت پورا کر چکے ہیں یعنی وہ راہ خدا میں شہید ہو گئے ہیں اور کچھ انتظار کر رہے ہیں ہماری کئی روایات میں وارد ہے کہ یہاں شہید ہونے والوں سے خصوصی طور پر جناب حمزہؑ، جناب جعفر طیارؑ اور عبیدہ بن عبد المطلبؑ مراد ہیں اور انتظار کرنے والوں سے حضرت امیر علیہ السلام مراد ہیں۔ چنانچہ خود حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا۔ فینا نزلت رجال صدقو فانا واللہ المنتظر وما بدلت تبدیلا یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بخدا وہ انتظار کرنے والا میں ہوں اور میں نے ذرا برابر تبدیلی نہیں کی۔ (تفسیر قمی، صافی، مجمع البیان)

اصحاب حسینی کا امام سے عجیب مکالمہ

کتاب مناقب شہر بن آشوب میں مرقوم ہے کہ روز عاشوراء میدان کربلا میں اصحاب حسینی میں سے جو جہاد کیلئے میدان کارزار میں نکلتا تھا وہ اس طرح امام علیہ السلام سے الوداع کرتا تھا کہ السلام علیك یا بن رسول اللہ اور امام علیہ السلام اسے یوں جواب دیتے وعلیك السلام ونحن خلفك۔ یعنی ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں اور پھر اس آیت کی تلاوت کرتے تھے۔ فمنھم من قضی نحبه ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (مناقب شہر بن آشوب)

۲۲) لیجزی اللہ الصادقین ... الآیۃ

یہ سب کارروائی اسلئے کی گئی تا کہ خدا سچے مومنین کو ان کی سچائی کی اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے اور جہاں تک منافقین کا تعلق ہے تو ان کا معاملہ خدا کی مشیت پر منحصر ہے۔ چاہے تو انہیں انکے نفاق و بدعملی پر سزا دے اور چاہے تو انہیں توفیق توبہ عطا کر کے ان کی توبہ قبول کرے کیونکہ وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ

رحمت حق بہا نہ می جوید بہا نمی جوید

۲۳)ورد اللہ الذین کفروا ۔۔۔ الآیۃ

جنگ احزاب چھیڑنے والوں کا انجام

ابوسفیان اور اس کے انصار واعوان نے اپنی اتحادی فوجوں کے ساتھ اتنا بڑا حملہ تو اس لئے کیا تھا کہ وہ اسلام اور بانی اسلام کا کام تمام کر دیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسلام کا روڑا راستہ سے ہٹا دیں گے مگر خدا نے ان کو اپنے مذموم ارادوں میں ناکام و نامراد کیا اور وہ اس طرح بے نیل مرام واپس لوٹے کہ وہ اپنی آتش غم وغصہ میں جل رہے تھے اور کف افسوس مل رہے تھے سچ ہے کہ

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

۲۴)وکفی اللہ المومنین القتال ۔۔۔ الآیۃ

ابوحیان اندلسی نے تو اپنی تفسیر بحر محیط میں اسکا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ خدا نے آندھی اور فرشتوں کے غیبی لشکر بھیج کر اہل ایمان کو جنگ کی زحمت سے بچا لیا مگر فریقین کی کتب تفسیر میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ اس سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں جن کی تلوار صاعقہ بار کے ایک وار سے جب عمرو بن عبدود جیسا کفر کا بڑا استون گر گیا تو کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی سلامتی دیکھی ۔ **وکفی اللہ المومنین القتال بعلی بن ابیطالب** کہ خدا نے حضرت علی کے ذریعہ سے اہل ایمان کو جنگ کی زحمت سے بچا لیا۔ (تفسیر نور الثقلین، درمنثور، مجمع البیان، وہوا المروی عن ابی عبداللہ علیہ السلام)

۲۵)وانزل الذین ظاھروھم ۔۔۔ الآیۃ

بنو قریظہ کی تباہی کا تذکرہ

جنگ احزاب میں کفار کی شکست کے بعد پیغمبر اسلام نے اسلامی فوج کو بنی قریضہ پر چڑھائی کا حکم دیا چنانچہ جب اسلامی لشکر وہاں پہنچا تو انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور خود قلعہ بند ہو گئے۔ آنحضرت نے ان سے کہا وہ اسلام قبول کر لیں اور ہر نفع ونقصان میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جائیں ۔ ورنہ اس وقت تک محاصرہ جاری رہے گا جب تک وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالہ نہ کر دیں یا پھر جنگ کریں اور پھر محاصرہ برابر پچیس دن تک جاری رہا۔ اگرچہ ان کے سردار کعب بن اسد نے ان سے کہا کہ پیغمبر پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ یہ وہی رسول ہیں

جن کا تذکرہ توراۃ میں موجود ہے مگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آخر کار تنگ آ کر کہا کہ ہم سعد بن معاذ کو حکم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں یہ کہہ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور پھر سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ شریک جنگ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے اموال کو غنیمت قرار دے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (خلاصہ تواریخ اسلام)

ایک اعتراض اور اس کے جوابات

یہاں عموماً مخالفین اسلام کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے بنی قریظہ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بڑا سخت ہے اور آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ فاضل شیخ جواد مغنیہ نے اس ایراد کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ (۱) ان لوگوں نے عین حالت جنگ میں عہد شکنی کر کے مسلمانوں کی کمر میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی تھی لہٰذا یہ اس کی سزا ہے ظاہر ہے کہ ایسے دھوکہ باز لوگ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہوتے۔ (۲) انہوں نے پیغمبر اسلام کو اپنا حاکم تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ ہی اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑا تھا اور نہ شاید ان سے یہ سلوک نہ ہوتا انہوں نے خود سعد بن معاذ کو حاکم تسلیم کیا تھا تو یہ فیصلہ انہوں نے کیا ظاہر ہے کہ

خو د کر دہ ر ا علا جے نیست

(۳) جناب سعد کا یہ فیصلہ خود ان کی کتاب توراۃ کے مطابق تھا بلکہ اس سے قدرے نرم تھا کیونکہ ایسے لوگوں کی سزا یہ مذکور ہے کہ سب مرد و زن کو اور بوڑھوں اور بچوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی بستی کو نذر آتش کر دیا جائے۔ بنابریں اسلام پر اعتراض کرنے کا کیا جواز ہے؟ (تفسیر الکاشف بحوالہ اصحاح تثنیہ ۱۳)

۲۶) قل لازواجك... الآية

پیغمبر اسلام کا گھر کسی دنیوی بادشاہ کا گھر نہیں تھا جہاں عیش و عشرت اور آرام و سکون کے سب اسباب و آلات جمع ہوتے بلکہ **الفقر فخری** کہنے والے بوریا نشین پیغمبر اسلام کا گھر تھا۔ جہاں فقر و فاقہ سے گزر بسر ہوتی تھی مگر جب اسلامی فتوحات شروع ہوئیں اور مسلمانوں میں مال غنیمت کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور مسلمان قدرے مرفہ الحال ہو گئے تو پیغمبر اسلام کی بیویوں نے بھی جو کہ ظاہر ہے نہ نبی تھیں اور نہ صاحب وحی۔ اسلئے بتقاضائے بشریت انہوں نے آنحضرت سے اچھے نان و نفقہ اور اچھی خوراک و پوشاک کا مطالبہ کیا مگر اتنی سی بات بھی آپ کیلئے اذیت کا باعث بنی اور بار خاطر ہوئی یہاں تک کہ آپ نے اپنے بیت الشرف کے بالا خانہ پر عزلت نشینی اختیار کی۔ چنانچہ قریباً ایک ماہ کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آنحضرت نے اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کے اختیار

کرنے کا اختیار دیا کہ اگر دنیا اور اس کی آرائش وزیبائش چاہتی ہو تو پھر میں تمہیں اچھے طریقہ پر فارغ کر دیتا ہوں اور اگر خدا اور اس کے رسول اور آخرت چاہتی ہو تو پھر صبر وضبط اور قناعت کے ساتھ موجودہ حالت پر گزر بسر کرو۔ چنانچہ بیویوں نے آپ کی رفاقت اور کنیزی میں زندگی گزارنے کو ترجیح دی اور اس طرح یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا اسی بناء پر اس آیت کو آیۃ التخییر کہا جاتا ہے۔

۲۷) یا نساء النبی ... الآیۃ

چونکہ پیغمبر اسلام کی ذات اقدس سے نسبت کے بعد آپ کی بیویوں کی حالت عام عورتوں جیسی نہیں رہی تھی جیسا کہ اسی سورہ کی آیت ۳۲ میں مذکور ہے تو اس لئے ان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کا کام کیا تو تمہیں دوہری سزا دی جائے گی جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر تم عمل صالح بجالاؤ گی تو تمہیں جزا بھی دوہری دی جائے گی اسی لئے سادات کرام کے بارے میں وارد ہے کہ اگر وہ نیکی کریں تو انہیں ثواب دوگنا ملتا ہے اور اگر برائی کریں تو انہیں عذاب بھی دوگنا ملتا ہے۔ (اصول کافی)

۲۸) و کان ذلك علی اللہ ... الآیۃ

''یعنی تم اس بھلاوے میں نہ رہنا کہ نبی کی بیویاں ہونا تمہیں اللہ کی پکڑ سے بچا سکتا ہے یا تمہارے مرتبے کچھ ایسے بلند ہیں کہ ان کی وجہ سے تمہیں پکڑنے میں اللہ کو کوئی دشواری پیش آسکتی ہے''۔

(تفہیم القرآن ج ۴، ص ۸۸)

بے شک جو ذات علی کل شئی قدیر کی مصداق ہے اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے بلکہ ہر کام بالکل آسان ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

آج بتاریخ ۴ شوال ۱۴۲۳ھ بمطابق ۹ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز سوموار بوقت ساڑھے دس بجے دن۔

تفسیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی ساتویں جلد مکمل ہوئی۔

والحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علی سیدنا و نبینا محمد و آلہ الطاہرین۔

وانا الاحقر محمد حسین النجفی بقلمہ

❁ ❁ ❁ ❁ ❁